برِّصغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی

# نوائے غزوۂ ہند

جون و جولائی ۲۰۲۴ء محرم الحرام ۱۴۴۶ھ

بانی مُدیر: حافِظ طیّب نواز شہید رحمہ اللہ علیہ

اسلام کے مورچوں میں بیٹھا ہوا ہر ایک مجاہد،
آج جنت کے ہر متلاشی، عالمِ اسلام کے ہر
مرد، عورت، جوان، بزرگ، عالم، طالبِ علم، تاجر، صنعت
کار، صحافی، استاد، ڈاکٹر اور انجینئر سے خاموشی کی زبان سے
یہ سوال کر رہا ہے کہ ہمارے قدم تو اس راستے میں بحمد اللہ
ثابت ہیں لیکن کیا ہوا اُس کا، وہ جو ایمان کے ایک لازوال
رشتے کی بنیاد پر،

”تمہارا مجھ سے وعدہ تھا؟!“

# سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
# کا خلیفہ بننے کے بعد خطاب

اللہ تعالیٰ صرف وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو صرف اس کی رضا کے لیے کیے جائیں۔ لہذا تم اعمال اللہ کی رضا کے لیے کرو، ایسی صورت میں تم اس کو اپنی محتاجی وفقر کے وقت کے لیے خالص کرلوگے۔ تم میں سے جو مر گئے ان سے عبرت حاصل کرو اور ان میں غوروفکر کرو جو تم سے قبل گزرے ہیں۔ کل وہ کہاں تھے اور آج کہاں ہیں؟ اور کہاں گئے وہ قوت و طاقت والے جنہیں میدان جنگ میں قوت وغلبہ رہتا تھا، وہ سب زمانے کی نذر ہو گئے اور بوسیدہ ہو گئے اور ان پر تباہی و بربادی آئی ...... کہاں گئے وہ ملوک وسلاطین جنہوں نے زمین کو آباد کیا؟ وہ دور ہوئے، انہیں بھلا دیا گیا، اور بھلا دیے گئے جیسے تھے ہی نہیں۔ لیکن اللہ عزوجل نے ان پر تاوان باقی رکھا اور ان کی لذتوں کو ختم کر دیا۔ وہ چلے گئے ان کے اعمال ان کے ساتھ رہے، دنیا دوسروں کے ہاتھ آئی۔ ان کے بعد ہم بھیجے گئے اگر ہم نے ان سے عبرت حاصل کی تو ہمیں نجات ملے گی اور اگر ہم ان کی ڈگر پر چلے تو ہمارا بھی انہی کی طرح انجام ہوگا۔ حسین چہرے والے اور اپنی جوانی پر رتجھنے والے کہاں ہیں؟ وہ مٹی میں مل گئے، انہوں نے جو کوتاہی کی وہ ان کے لیے حسرت بن گئی۔ کہاں گئے وہ سلاطین جنہوں نے شہر بسائے، انہیں فصیلوں کے ذریعے سے محفوظ کیا اور ان کے اندر عجیب و غریب چیزیں بنائیں اور آخر میں اپنے بعد والوں کے لیے چھوڑ گئے، یہ ان کے محلات خالی پڑے ہیں اور وہ قبر کی تاریکیوں میں بسیرا کیے ہیں۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے

ڈاکٹر محمد الصلابی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نوائے غزوۂ ہند

جلد نمبر: ۱۷، شمارہ نمبر: ۵

جون وجولائی ۲۰۲۴ء | محرم الحرام ۱۴۴۶ھ

بحمدِ اللہ... مُسلسل اِشاعت کا سترہواں سال!

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.site
www.nawai.io/Twitter
www.nawai.io/Bot
www.nawai.io/ChirpWire

contactNGH.01

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جس بندے کے قدم اللہ کے راستے (جہاد فی سبیل اللہ) میں غبار آلود ہوں گے اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔‘‘

(صحیح بخاری)

## اس شمارے میں

**اداریہ**

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں! 5

**تزکیہ واحسان**

صبر اور مقامِ صدّیقین 10

**اسوۂ حسنہ**

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائے میں 14

**آخرت**

موت وما بعد الموت 20

**حلقۂ مجاہد**

مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟ 23

سورۃ الانفال 24

**نشریات**

اسلام آباد دھرنے میں ’صہیونی‘ فورسز کی جارحیت 30

جہادِ کشمیر کے متعلق القاعدہ برِّصغیر کا پالیسی موقف 32

**سانحۂ لال مسجد...... تفریقِ حق وباطل کا نشان!**

وانا آپریشن پر پاکستان کے علماء کا متفقہ فتویٰ 34

اسلام آباد کے دروازوں پر ’’اسلام‘‘ کی دستک 38

**فکر ومنہج**

اجنبی ___ کل اور آج 40

گیارہ ستمبر کے حملے...... حقائق وواقعات 43

کیا مغربی فکر واداروں کی اسلامائزیشن ممکن ہے؟ 46

کفار کا معاشی بائیکاٹ 48

سہ جانبی جنگ 54

**جمہوریت...... ایک دجل، ایک فریب!**

جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر! 57

**عالمی منظر نامہ**

اخباری کالموں کا جائزہ 63

**طوفان الاقصیٰ**

انفرادی کارروائیوں کی تائید ونصرت 73

یہ غزہ ہے! 74

مغربی غلبے کا خاتمہ 82

کیا مسجدِ اقصیٰ ہماری نہیں؟ 86

فقط چند روز 89

اسرائیل مغربی کنارہ کتر رہا ہے 91

**افغان باقی کہسار باقی...... الحکم للہ والملک للہ**

عمرِ ثالث 93

**پاکستان کا مقدر...... شریعتِ اسلامی کا نفاذ!**

آپریشن عدمِ استحکام 96

خطے کی صورتحال اور پاکستان امریکہ تعلقات 100

منشیات کا دھندہ 106

**حاجی شریعت اللہؒ کی سرزمینِ بنگال سے**

بنگلہ دیش: شب کی بڑھتی ہوئی سیاہی! 109

**افسانہ**

خون کا قرض 112

**وغیرہ وغیرہ**

اِک نظر اِدھر بھی 115

اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے......

**اعلانات از ادارہ:**

- مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں علمائے کرام کی اجازت کے بعد جانداروں کی تصاویر شامل ہیں۔ تاہم یہ اجازت فقط مجلّے کے ’ویب ورژن (PDF وغیرہ)‘ کے لیے ہے، اگر کوئی مجلّے کو کاغذ پر چھاپنا چاہے تو براہِ کرم مذکورہ تصاویر کو دھندلا (blur) کر کے چھاپے۔ قدیم ومعاصر علماء کی اکثریت بہر حال کاغذ پر چھپی تصویر کی اجازت نہیں دیتی!
- مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں شائع ہونے والے ’مستعار‘ مضامین (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس / سٹیٹس / ٹویٹس) مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار وآرا سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

’**غزوۂ ہند**‘ تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔’غزوۂ ہند‘کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے......اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@nghmag.com

# قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں!

**کوئی** شک کی بات نہیں کہ یہ زمانہ اسلام کے عروج کا زمانہ ہے، اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا زمانہ۔ سبھی سروے اور سبھی انڈیکیٹرز (indicators) اسی کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ آج جتنی بیداری امتِ مسلمہ میں موجود ہے، قبضۂ استعمار کے بعد سے کبھی اس قدر بیداری اور دین پر عمل کا جذبہ من حیث المجموع امت میں پہلے موجود نہیں رہا۔ علوم و فنونِ اسلامی کا فروغ، دعوت و تبلیغ کے قافلے، مجلسیں، محفلیں، حلقہ ہائے درس و تزکیہ، یہ سبھی ماضی کی نسبت کہیں زیادہ ہیں اور اس کا ایک براہِ راست سبب امت مسلمہ کی آبادی ہے، جو دو ارب یعنی دو سو کروڑ نفوس کے قریب ہے یا اس سے تجاوز کر چکی ہے۔ دنیا میں دوسرا بڑا مذہب آج اسلام ہے۔ دنیا میں ستاون اسلامی ممالک ہیں، صرف ہمارے خطّہ برِّ صغیر یا جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی ایک تہائی آبادی بستی ہے یعنی لگ بھگ ستر کروڑ مسلمان۔ مشرقِ وسطیٰ کا سب سے بڑا مذہب اسلام ہے، مسلمانوں کی کل تعداد میں سے امتِ مسلمہ کا پندرہ فیصد یعنی تیس کروڑ یہیں بستے ہیں[1]۔

اتنی بڑی عددی قوت کے باوجود عالمی سطح پر مسلمان مجبور و مظلوم ہیں۔ برِّصغیر میں عالمی سطح کا ظلم ملکِ ہندوستان میں انہی مسلمانوں کے ساتھ جاری ہے۔ پچھلے ایک سال میں سب سے زیادہ مسلمان مشرقِ وسطیٰ میں قتلِ عام کا نشانہ بنے ہیں۔ ستاون اسلامی ممالک میں صرف ایک ملک میں اللہ کی شریعت غالب ہے اور وہ بھی دہائیوں کی محنت کے بعد، ملکِ افغانستان میں۔ باقی سارا عالمی منظر نامہ شاہد ہے کہ مسلمان مجبور ہیں، مقہور ہیں، مظلوم ہیں اور ان کا دین حکومتی ایوانوں سے غائب ہے۔ آخر کیوں؟!

کرنے کو تو اس امر پر سو سو حجتیں پیش کی جا سکتی ہیں، مقالے و کتب لکھی جا سکتی ہیں بلکہ لکھی جا چکی ہیں، لیکن من حیث الامت اس مجبوری و مقہوری اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے دین کی حکومت کے ایوانوں سے غیوبت کا سبب وہی ہے جو طبیبِ امت، رسالت پناہ محمدِ مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ علیہ اَلف صلاۃ وسلام نے فرمایا تھا:

”عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ الْأُمَمُ مِنْ كُلِّ أُفُقٍ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ عَلَى قَصْعَتِهَا قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمِنْ قِلَّةٍ بِنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنْ تَكُونُونَ غُثَاءً كَغُثَاءِ السَّيْلِ يَنْتَزِعُ الْمَهَابَةَ مِنْ قُلُوبِ عَدُوِّكُمْ وَيَجْعَلُ فِي قُلُوبِكُمْ الْوَهْنَ قَالَ قُلْنَا وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الْحَيَاةِ وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ.“ (مسند أحمد)

”حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ’عنقریب ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں دنیا کے ہر کونے سے مختلف قومیں تمہارے خلاف ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گی جیسے دستر خوان کی طرف بلایا جاتا ہے‘، ہم نے عرض کیا ’یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اس زمانے میں ہماری تعداد کم ہونے کی وجہ سے ایسا ہو گا؟‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’اس زمانے میں تمہاری تعداد تو بہت زیادہ

---

[1] بطورِ جملۂ معترضہ یہ جاننا اچھا ہے کہ اسی مشرقِ وسطیٰ میں آبادی کے اعتبار سے دنیا کا ۹۳واں بڑا ملک قریب قریب ایک کروڑ کی آبادی کے ساتھ اسرائیل ہے، یعنی مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل تیس کروڑ مسلمانوں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔

ہو گی لیکن تم لوگ سمندر کے خس و خاشاک کی طرح ہو گے، تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال لیا جائے گا اور تمہارے دلوں میں ”وہن“ ڈال دیا جائے گا‘، ہم نے پوچھا کہ ”’وہن“ سے کیا مراد ہے ؟‘، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’زندگی کی محبت اور موت سے نفرت‘۔“

ذرا آج ہم اپنے دلوں کا جائزہ لیں اور اپنے ارد گرد موجود ’بیانیوں‘ اور ’مناہج‘ کا جائزہ لیں تو اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے ہمیں کوئی بہت بڑا مدبر یا مفکر و دانش ور ہونے کی ضرورت نہیں پڑے گی، کہ ہمارے مناہج و بیانیوں کا اصل سبب یہی بیماری وَہن ہے۔ اسی بیماری کی دوسری تعبیر بھی طبیبِ امت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی:

قَالُوا: وَمَا الْوَهَنُ يَا رَسُولَ اللهِ!؟ قَالَ: ”حُبُّكُمُ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَتُكُمُ الْقِتَالَ“ (مسند أحمد)

”پوچھا گیا کہ ’یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ”وہن“ سے کیا مراد ہے ؟‘، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’دنیا سے تمہاری محبت اور قتال فی سبیل اللہ (جہاد فی سبیل اللہ) سے نفرت‘۔“

اس دور اب امت کی موجودگی میں ہماری آنکھوں کے سامنے محتاط اندازوں کے مطابق پچاس ہزار فلسطینی غزّہ میں ٹکڑے ٹکڑے کیے جا چکے ہیں لیکن ہمارے سامنے عجیب و غریب مصلحتیں اور عجیب و غریب فلسفے ہیں۔ امت کے مسائل کے حل کے لیے جب جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت دی جاتی ہے تو کبھی فرضِ عین و فرضِ کفایہ کی بحثوں میں ہم الجھتے ہیں تو کبھی ان دعوت دینے والوں کو جذباتی قرار دے دیا جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ فرضِ عین و فرضِ کفایہ کی بحثیں اللہ کی شریعت کا ایک اہم حصہ ہیں، لیکن ان کے خط و خال اور حدود اربعہ، حالات و سیاست اور فقہ الواقع کے لیے بھی اللہ کے دین میں رہنمائی موجود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضِ کفایہ سرایہ روانہ کیے ہیں تو فرضِ عین احزاب و تبوک کے غزوے بھی لڑے ہیں۔ بے شک پچاس ہزار مسلمانوں کا قتل ہو جانا جذباتی بات بھی ہے اور اگر پچاس ہزار شہیدوں کی نعشیں دیکھنے کے بعد بھی کوئی جذباتی نہ ہو تو ایسی انسانیت سے اور ایسی مسلمانیت سے کسی کو کیا سروکار؟

جہاد کو ’حرام‘ قرار دینے کے لیے استعمار نے مرزا قادیانی کو پیدا کیا تھا، دورِ جدید میں ہم ایسے بیانیے کل تک صرف قادیانی کے ’مشن (حرمتِ جہاد)‘ کو چلانے والے ’غامدی‘ سے سنتے تھے کہ ’خلافت مسلمانوں کا رومانس ہے‘، لیکن آج یہی رومانس کا طعنہ ہمیں ان جگہوں سے بھی سننے کو ملتا ہے جو کل تک قادیانی و غامدی بیانیے کے آگے صفِ اول میں ڈٹے ہوئے تھے۔ بے شک دین اور دین کے اہم ترشعبے جہاد اور اقامتِ دین دیوانوں کی بڑھکوں اور جذباتی لوگوں کے چند اعمال کا نام نہیں، لیکن ایسی فرزانگی جو ہمیں ’وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا‘ سے نکلنے پر آمادہ نہ ہونے دے تو ایسی فرزانگی سے وہ دیوانگی بھلی جو اللہ کے دین پر کٹ مرنے کا جذبہ عطا کرنے والی ہو۔ ہم یہ بیانیہ آج اپنے کانوں سے واضح سنتے ہیں کہ اقامتِ خلافت کی محنت اگر آج کے حالات میں کی گئی تو اس کا نتیجہ خون کا بہنا اور جنگیں ہو گا۔ پھر حل یہ ہے کہ انگریز کی بنائی قومی ریاستوں میں محدود ہو کر آئینی جدوجہد کی جائے۔ بے شک قتل و قتال پسندیدہ امر نہیں ہے، لیکن وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ، قتل و قتال سے بڑھ کر فتنہ ہے اور اس فتنے کو قابو کرنے کے لیے جہاد و قتال کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہاں بھی علمائے کرام و مفسرینِ عظام نے وضاحت کی ہے کہ اس مقام پر بھی فتنے سے مراد شرک و کفر کا فساد ہے۔ انگریز کی بنائی یہ قومی ریاستیں اسی فتنے کا شاخسانہ ہیں، دنیا میں نافذ یہ عالمی نظام، یہ نیو ورلڈ آرڈر میں قومی ریاستوں کی حد تک ہی نہیں، بلکہ یہ نظام ایک عام آدمی کی

انتہائی نجی زندگی میں بھی بطورِ ’حاکم‘ دخیل ہے۔ اس عالمی نظام کو توڑے اور اس سے چھٹکارا حاصل کیے بغیر قومی ریاستوں میں انگریز ہی کے Precedent پر قائم آئین و قانون کے مطابق نفاذِ اسلام کی جدوجہد تو چھوڑیے اور اس بے باکی پر ہمیں عذر دیجیے کہ آپ کی نجی خواب گاہ بھی پرائیویٹ نہیں ہے۔

نفاذِ اسلام کا راستہ تو بے شک شرعِ متین واضح کرتی ہی ہے، خالص عقل و فلسفہ و علمِ دنیا کی رو سے دیکھیے تو بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ آج کے عالمی نظام کے پنجے کس قدر ہماری ذاتی و اجتماعی زندگیوں میں گہرے گڑے ہوئے ہیں اور اگر یہ نظام اتنا ہی گھناؤنا ہے تو اس سے نجات کا طریق و منہج کیا ہو گا؟!

اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ارمغانِ حجاز میں کہا تھا:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیریؓ
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
ترے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالمِ پیری
شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری

بے شک تزکیہ و احسان اور سلوک و طریقت کی بے پناہ عظیم خدمات ہیں جو انہی خانقاہوں سے جاری ہیں۔ یہاں مقصود و مراد تو وہ رہبانی جمود ہے جو مردِ مسلمان کو ذات میں اور معاشرۂ مسلمانی کو اجتماع میں مفلوج کر دیتا ہے۔ اس فالج زدگی اور جمود کا علاج تو فقرِ شبیّر، باب العلم حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ کی رسمِ تیغ بازی میں ہے، وہ باب العلم جو درِ خیبر اکھاڑنے والا ہے۔ پھر یہ جمود ہی ہے کہ سالک طُرقِ احسان طے کرتا جائے لیکن اس کی عملی زندگی میں فقر و زہدِ صحابہؓ پیدا نہ ہو سکے۔ یہ جمود ہی ہے کہ طالبِ علم، علم و فن پڑھتا رہے لیکن یہ علم عمل کا روپ نہ دھار سکے۔ ہر وہ عمل جو جمود کو نہ توڑے موت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل و اکمل نمونۂ زندگی تزکیہ و تربیت، علم و سیاست اور دعوت و جہاد کا ایک حسین اجتماع ہے۔ آپؐ کے صحابہؓ میں فقر و طریقتِ سلمانیؓ کی ایک صورت غزوۂ احزاب میں فنِ حرب کی اعلیٰ مثال خندقیں کھودنا بھی ہے۔ ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما جیسے فقہاء بھی ہیں جو میدان و علم کے چوٹی کے شہسوار ہیں، جن جیسی مثال قیامت تک دوبارہ چشمِ فلک نہ دیکھ سکے گی۔

ہم جب جہاد کے فرضِ عین ہونے اور امت کے غموں کا مداوا ہونے کا بیان کرتے ہیں تو ہمارے کچھ احباب شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جہاد کے سوا باقی سب خدماتِ دینی کو غیر اہم یا کم تر سمجھتے ہیں، حالانکہ جہاد تو سبھی امورِ دین کا نگہبان و محافظ ہے اور کبھی نگہبان و محافظ بھی اپنے گھر میں جاری دیگر سرگرمیوں اور محنتوں کو غیر اہم اور کم تر سمجھ سکتا ہے؟ جہاد کے لیے نکلنے کا معنیٰ یہ ہے کہ امت کے اہم ترین محاذ جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ امت من حیث الامت جڑ جائے، امت کے سبھی طبقات جہاد و مجاہدین کی پشتی بانی کریں۔ امت کی سبھی محنتیں ایک دھارے میں لگیں اور یہ سب دھارے مل کر ایک ایسی موج بنیں جو سب سے پہلے دنیا کے عالمی نظام کو اکھاڑ پھینکے۔ وہ عالمی نظام جس کے سبب ہم اہلِ اسلام دین پر کاملاً عمل نہ ذاتی زندگی میں کر سکتے ہیں اور نہ اجتماعی زندگی میں۔ وہ عالمی نظام جو فلسطین میں آج پچاس ہزار شہیدوں اور لاکھوں کو جسمانی یا ذہنی طور پر اپاہج کر دینے کا سبب ہے۔ وہی عالمی نظام جو آج ڈھاکہ میں دو سو مقتولین اور ڈھائی ہزار زخمیوں پر ظلم و جبر کے باوجود خاموش تماشائی بلکہ اس ظلم و جبر کا رکھوالا ہے۔ وہی عالمی نظام جو آج پاکستان میں براہِ راست اپنے فوجی پاکستان کی حساس ترین چھاؤنی کھاریاں کی ۱۷ ڈویژن میں پاکستان فوج کے ساتھ جنگی مشقوں میں وہی ڈھائی دہائی پرانے ’بیانیے‘ اور ’ڈاکٹرائن‘ ’دہشت گردی کے خلاف جنگ‘ کی خاطر اتارے ہوئے ہے۔ وہ عالمی نظام جس کا دوسرا نام امریکہ ہے،

رأس الأفعی، سانپ کا سر جو ہمارے بچوں کا فلسطین میں قیمہ کر رہا ہے، سوڈان میں جس کے سبب مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ وہ امریکہ، وہ عالمی طاغوتی نظام، وہ نیو ورلڈ آرڈر جس کے تحت دنیا امریکہ کی سات کمانوں میں تقسیم ہے اور امریکی سینٹ کام (CENTCOM) غزہ تا سرینگر اور بیت المقدس تا وزیرستان کے امور کو دیکھتی ہے۔ وہ عالمی نظام جو حرمین شریفین سمیت پورے جزیرۃ العرب میں بدمعاش، دین و ملت فروش حکمرانوں کو مسلمانوں پر مسلط کیے ہوئے ہے۔ سفاک نیتن یاہو کا وکیل عالمی نظام!

یہ عالمی نظام مسلمانوں کے عزمِ جہاد سے ہی ٹوٹ سکتا ہے۔ اگر امتِ مسلمہ دامے، درمے، قدمے، سخنے اپنے مجاہد بیٹوں کی پشت پناہ بن جائے تو تل ابیب و واشنگٹن کا سقوط مزید قریب تر ہو جائے گا۔ دعوت الی اللہ، اللہ کی عبادت کی دعوت، اس کے دین کے قیام کی دعوت، امورِ عدالت و معیشت اور سیاست و معاشرت میں اللہ کے دین کی پیروی کی دعوت، اللہ کے دشمنوں اور ان کے بنائے جدید و قدیم نظاموں اور ادیان کے انکار اور طواغیت کے خلاف بغاوت کی دعوت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی دعوت اور پھر اسی دعوت کے ساتھ جو دعوت ہم دے رہے ہیں اس کے نکتۂ انتہا یعنی جو نظام اس دعوت الی اللہ کے راستے میں رکاوٹ ہے اس سے لڑنے کے لیے تیاری و اعداد، یہ سبھی جہاد فی سبیل اللہ کے شعبے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک داعی دعوت دیتا رہے اور طواغیتِ زمانہ اس کے ساتھ وہ سلوک نہ کریں جو نوح و ابراہیم، لوط و صالح، شعیب و ہود، ہارون و موسیٰ، زکریا و یحییٰ اور عیسیٰ ابنِ مریم علیہم السلام کے ساتھ کیا گیا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے جب توحید و آخرت کی دعوت کے ساتھ رسالت دے کر بھیجا تو ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ اب میرا یہ دین دنیا کے ہر دین و نظام پر غالب ہو گا اور پھر کتاب یھدی وسیف ینصر، وہ کتاب دی جو سامانِ ہدایت ہے، دعوتِ دین کا سرچشمہ ہے اور ساتھ میں دین کو قائم کرنے کے لیے تلوار بھی دی جو فرعونوں اور ابوجہلوں کی گردنوں کا سریہ توڑتی اور اللہ کے دین کو نافذ کرتی ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام کا اسوہ ہر داعئ دین کو بتا رہا ہے کہ تمہاری دعوت ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کی جائے گی، ملک بدریاں بھی آئیں گی، دربدریاں بھی آئیں گی حتیٰ کہ وقت کے کافر و ظالم بادشاہ مثلِ یحییٰؑ سر اتار کر طشت میں بھی رکھ دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت یہ بتاتی ہے کہ ان طواغیت کے سامنے ڈٹ جانا، دعوت دیتے رہنا اور جب زبانی دعوت کارگر نہ رہے تو میریؐ بتّار و ذوالفقار سے ان کے سر اتار دینا۔ دعوت کا پہلا نہیں تو آخری مرحلہ ہمیشہ قتال فی سبیل اللہ ہی ہوتا ہے۔

ہمیں کسی دعوت و اصلاح کی محنت کا انکار نہیں۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک بہت عظیم محنت و خدمت ہے جس سے امت کے کثیر حصے میں غفلت پائی جاتی ہے۔ امام مالکؒ نے بہت خوب فرمایا تھا کہ: ”لَا یَصْلُحُ اٰخِرُ ہٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا بِمَا صَلُحَ بِہٖ اَوَّلُھَا“ ”اس امت کا آخری حصہ بھی اسی چیز سے اصلاح پا سکتا ہے جس چیز سے اس کے اول حصے نے اصلاح پائی“۔

آج امت کے پاس اصلاح کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ طاغوت کے انکار اور توحید کے اقرار کے تقاضوں کو پورا کرے، فکر و عمل میں کفار کی مشابہت سے بچے اور وقت کی جاہلی تہذیب کی اقدار اور اس کے مظاہر سے اپنی جان چھڑائے، ظاہر و باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعتِ مطہرہ سے چمٹ جائے، دنیا کی امامت و سیادت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے منہج کو اپنا اسوہ بنائے، کامیابی اور فلاح کے دجّالی تصورات کو رد کرے اور جن و انس کو جس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، اسی کو اپنا مقصودِ زندگی بنائے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝ ”اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔“

جس اللہ نے شہادتَین، نماز، روزہ، زکاۃ اور حج جیسی عظیم عبادات کو اپنے دین کی بنیادیں قرار دیا ہے، اسی ربّ نے دین کے غلبے اور حفاظت کے لیے جہاد بھی ہم پر فرض قرار دیا ہے۔

پس آج جس چیز پر سب سے بڑھ کر، قلم والوں کو لکھنے کی، زبان دانوں کو بولنے کی، جان والوں کو کھپنے کی اور مال والوں کو خرچنے کی ضرورت ہے وہ وہی فریضہ ہے جس کو سب سے بڑھ کر بھلا دیا گیا ہے۔ یہ بھلایا گیا فریضہ، الفریضۃ الغائبۃ جہاد ہے۔

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات!

جہاد میں ایمان ہے، زندگی ہے، نجات ہے۔ اس کے ترک میں نفاق ہے، موت ہے، عذاب ہے۔ چنانچہ اللّٰہ کے راستے میں جان و مال خرچ کرنے کی ضرورت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک ہمیں ایمان مقصود ہے، زندگی درکار ہے اور نجات پیاری ہے۔ مطلوب شخصی و گروہی یا تنظیمی یا کسی خاص مکتبِ فکر یا کسی جماعت کی بالادستی نہیں بلکہ اللّٰہ کے دین کی نصرت ہے۔[۲]

ہم کچھ ہمت کریں تو خشک و تر کا ربّ وہی ہے جسے زوال نہیں۔ ہم اس کی راہ میں کچھ خون پسینہ بہائیں تو ہم پر تنی مظلومیت و جبر کی چادر بھی ہٹے گی، اللّٰہ کا دین حکومت کے ایوانوں میں بھی پہنچے گا، لیکن ہمیں فقر و جاں بازی کا اسوہ اپنانا ہو گا، آزادی و رفعت ہو یا کوئی بظاہر چھوٹی سی نعمت، طشتری میں رکھی نہیں ملا کرتی 'إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ'۔

اللهم اهدنا فيمن هديت وعافنا فيمن عافيت وتولنا فيمن توليت وبارك لنا فيما أعطيت وقنا شر ما قضيت إنك تقضي ولا يقضى عليك وإنه لا يذل من واليت ولا يعز من عاديت تباركت ربنا وتعاليت!

اللهم وفقنا لما تحب وترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم اهدنا لما اختلف فيه من الحق بإذنك. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وارضنا وارض عنا. اللهم إنّا نسئلك الثّبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

◆◆◆◆◆

مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' اہلِ دین و دانش کے نصائح، رائے اور مشورے کا محتاج ہے
اور چاہتا ہے کہ اہلِ دین و دانش کے
قیمتی نصائح، رائے اور مشورے ادارے تک پہنچیں۔
editor@nghmag.com

[۲] یہ نثر پارہ اور پچھلے دو تین نثر پاروں میں اکثر الفاظ داعیٔ جہاد شیخ احسن عزیز شہید رحمۃ اللّٰہ علیہ کے ہیں جو ان کی تحریر 'اجنبی کل اور آج' سے لیے گئے ہیں۔

# صبر اور مقامِ صدّیقین

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ

## قلبِ شکستہ اور نزولِ تجلیاتِ الٰہیہ

اس لیے جو لوگ نظر بچاتے رہتے ہیں اور گناہ سے بچنے کا شدید غم اُٹھاتے رہتے ہیں، جو سینے میں ایسا دل رکھتے ہیں جو اللہ کو خوش کرنے کے لیے اپنی خوشیوں کا خون کرتا رہتا ہے تو ایسے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ قربِ الٰہیہ متواترہ مسلسلہ وافرہ بازغہ عطا ہوتی ہیں۔ جن کے سینے ایسے دل کے حامل ہوں ان کے پاس بیٹھ کے دیکھو، ان کی شان کُکر کی ہو جاتی ہے جو آج کل کی جدید ایجاد نے ثابت کر دیا کہ جو بریانی پانچ چھ گھنٹے میں تیار ہوتی تھی اب چند منٹ میں تیار ہو جاتی ہے۔ پس ایسے دلوں کی صحبت بھی کُکر کی شان رکھتی ہے کہ چند صحبتوں میں ان کے ساتھ رہنے والوں کو نسبتِ اولیائے صدیقین عطا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ غم اُٹھانے والے بندے اپنے سینے میں قلبِ شکستہ، ٹوٹا ہوا دل اور خونِ آرزو کا دریا رکھتے ہیں۔ ان کی صحبتوں میں بیٹھ کر دیکھوگے کہ اللہ کے راستے کی جو مسافت دس سال میں طے ہوتی وہ چند گھنٹوں میں ان شاء اللہ طے ہو جائے گی۔ پس جو شخص صبر کی مذکورہ تینوں قسموں پر عمل کرے گا تو پھر اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ[1] یعنی اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ کا انعام ہے اور صبر کی بدولت ہی ولایت کا سب سے اعلیٰ مقام صدیقیت نصیب ہوتا ہے۔ معیتِ خاصہ کا انعام جب ملتا ہے جب صبر کی تینوں قسموں پر عمل ہو۔ خصوصاً جو اَلصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ یعنی گناہوں کے تقاضوں پر صبر نہیں کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی ولایتِ علیا سے محروم رہے گا۔ ولایتِ عامہ تو ہر مومن کو حاصل ہے مگر میں جو یہ کہہ رہا ہوں کہ جو چاہے کہ میرے قلب میں شکستگی آ جائے، میرا دل اللہ کی محبت میں جلا بھنا کباب ہو اور میرے قلب پر تجلیاتِ الٰہیہ متواترہ مسلسلہ بازغہ وافرہ عطا ہوں تو وہ گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھالے۔

## ولایت و نسبت کی علامت

پھر وہ جہاں جائے گا اللہ کے عشق و محبت کے مشک کی خوشبو اُڑ جائے گی۔ بڑے بڑے علماء تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے کہ آہ! یہ علوم تو ہم نے بھی پڑھے ہیں، مگر اس کی زبان سے کیا بات نکل رہی ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ وہ ہرن ہے جس کے نافہ میں مشک ہے۔ دو ہرن کھڑے ہیں، ایک کے پیٹ سے مینگنی نکل رہی ہے، مشک سے اس کا نافہ خالی ہے اور دوسرا ہرن اپنے پیٹ میں آدھا کلو مشک رکھتا ہے، لاکھوں لاکھوں کا مشک ہے تو پھر یہ کھڑا رہتا ہے، لیٹ کر گہری نیند نہیں لیتا، کھڑے کھڑے اونگھ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قوت دیتا ہے، یہی ہلکی سی اونگھ اس کے لیے کافی ہے، کھڑا رہے گا، نہ لیٹے گا، نہ بیٹھے گا کیونکہ اس کے پاس ایک امانت آگئی اور دیکھتا ہے کہ شکاری لوگ مشک چھیننے کے لیے میری تاک میں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ جس جو اپنے تعلق کی دولت، نسبت کی دولت، ولایت کی دولت، اپنے قربِ خاص کی دولت دیتے ہیں تو اس کے سامنے مشک کیا چیز ہے؟ پھر وہ بھی چوکنا رہتا ہے کہ کہیں کوئی حسین میری دولتِ نسبت کو چرا نہ لے یعنی مجھ سے گناہ صادر نہ ہو جائے۔ نسبت مع اللہ کے مشک کی حفاظت میں وہ ہر وقت بیدار و چوکنا رہتا ہے۔

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آ جائے
حریم دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

مشک تو مخلوق ہے، یہ خالق کا مشک لیے بیٹھا ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشبو لیے ہوئے ہے۔ اسی لیے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی خوشبو دو سو میل حجاز مقدس تک گئی جبکہ رسولِ خدا ﷺ حالتِ سفر میں تھے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ[2] یمن سے مجھے اللہ کے قرب کی خوشبو آ رہی ہے۔

مشک میں اتنی طاقت کہاں کہ دو سو میل تک اس کی خوشبو جائے، یہ حضرت اویس قرنی کے قلب کی خوشبو تھی جو اللہ کی محبت میں جل رہا تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبا کے ہاتھوں پر، ہواؤں کی کندھوں پر یمن سے مجھے اللہ تعالیٰ کی خوشبو آ رہی ہے۔ دیکھیے! اللہ والوں کی خوشبو کہاں تک پرواز کرتی ہے؟ بعض وقت اللہ والوں کی خوشبو سارے عالَم میں پھیلتی ہے اور ان کے انتقال کی خبر بغیر خبر کے نشر ہو جاتی ہے۔ جب سورج ڈوبتا ہے تو سب کو پتا چل جاتا ہے یا نہیں یا ریڈیو پر اعلان ہوتا ہے؟ سورج ڈوبتے ہی ہر آدمی اندھیرا محسوس کرتا ہے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ والے ہو جاؤ، پھر دوبارہ زندگی نہیں ملے گی۔ اگر چاہتے ہو کہ تجلیاتِ قربِ الٰہیہ آپ کے دلوں پر متواترہ مسلسلہ وافرہ بازغہ عطا ہوں تو ذرا ہمت سے کام لو، مرنے کے بعد تو گناہ چھوڑ ہی دوگے، جیتے جی چھوڑ دو۔

## گناہ چھوٹنے اور گناہ چھوڑنے کا فرق

تمہارا جنازہ بد نظری نہیں کر سکتا، مرنے کے بعد مردہ جسم کی قربانی اللہ کو قبول نہیں ہے، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم اُن پر زندہ فدا ہو جائیں، تم کس کا انتظار کر رہے ہو کہ مر جائیں گے تب گناہ چھوڑیں گے، اس وقت آپ چھوڑیں گے نہیں گناہ چھوٹ جائیں گے، اس کا نام چھوٹنا ہے چھوڑنا نہیں، جیتے جی گناہ چھوڑ دو تا کہ اللہ کی دوستی کا اعلیٰ مقام نصیب ہو جائے، گناہ چھوڑنے کی

[1] البقرة: ۱۵۳

[2] التشرف بمعرفة احاديث التصوف: ۴۷، ۱۹۰، مؤلفة التهانوى رحمه الله تعالىٰ

تکلیفیں اُٹھاؤ، جب اُلفت کرنا ہے تو کُلفت اُٹھاؤ اور جب اُلفت ہو گی تو کلفت محسوس بھی نہیں ہو گی۔

## غمِ تقویٰ کی کیف و مستیاں

نظر بچا کر دل میں وجد آ جائے گا کہ واہ رے میرے مالک! آپ کی توفیق کی کیا شان ہے کہ آج سے بیس سال پہلے ہم ایک حسین کو بھی نہیں چھوڑتے تھے اور آج آپ نے یہ مقام دے دیا کہ ایک حسین کو بھی نہیں دیکھتے اور آپ کے راستے کا غم اُٹھانے میں وہ مستیاں مل رہی ہیں کہ کیا جانیں رند اور کیا جانیں میخانے اور کیا جانیں جام و مینا اور کیا جانے ساقی اور یہ بات نہیں کہہ رہا ہوں اتفاقی۔ اس پر اولیاء کا اجماع ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں جتنا غم اُٹھایا، ان میں اتنی ہی خوشبو پیدا ہوئی، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں سخت مجاہدہ کیا ان کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا اتنا مشاہدہ ہوا، اتنی ہی خوشبو عطا ہوئی، اتنا ہی دردِ دل عطا ہوا۔

ہم نے لیا ہے داغِ دل کھو کے بہارِ زندگی
اِک گلِ تر کے واسطے ہم نے چمن لٹا دیا

کیونکہ دنیا کے پھول تو مرجھانے والے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قرب کا پھول مرجھانے والا نہیں ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ[3] ہر وقت، ہر لحظہ، ہر آن اللہ کی ایک نئی شان ہے۔ اس کے برعکس بڑے بڑے معشوقوں کو دیکھو گے کہ وہ حسین لڑکیاں جن پر لوگ ایمان بیچتے تھے، سو برس کی نانی اماں بن چکی ہیں اور نوجوان حسین لڑکے جن کو دیکھنے کو بڑے بڑے عقل والے پاگل ہوتے تھے اب وہی نانا ابا نظر آتے ہیں۔ ارے ظالمو! بڈھے حسن یا حسن زوال شدہ کو چھوڑ دینا تو کافر کا بھی کام ہے، ہندو بھی نہیں پوچھتا، یہودی بھی عاشق نہیں ہوتا کسی بڈھی بڈھے پر، تم مومن ہو کر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں سلوک کا دعویٰ کر کے، گول ٹوپیاں پہن کر، اولیاء اللہ کی شکل بنا کر کس طرح ان بگڑنے والی شکلوں پر بگڑتے ہو اور لومڑیوں کی طرح راہِ فرار اختیار کرتے ہو، ہمت سے کام لو۔ تو اللہ تعالیٰ امتحان میں صبر کرنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بشارت دلا رہے ہیں، وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ○ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ○ اے نبی! آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجیے، جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کی ملک ہیں اور ان ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔

## استرجاع کی سنت

اور مصیبت کی چار تفسیر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ ذیل مواقع پر صبر فرمایا اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ ان چار مقامات پر اِنَّا لِلّٰهِ پڑھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو ہدایت کر دی کہ چھوٹی سے چھوٹی مصیبت پر بھی اِنَّا لِلّٰهِ پڑھ کر اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ یعنی معیتِ خاصہ کی دولت حاصل کر لو۔ وہ کیا ہیں؟

۱) عِنْدَ لَدْغِ الشَّوْكَةِ کانٹا چبھ جانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا ہے۔ آیت اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ کی تفسیر میں صاحبِ تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار مواقع پر بھی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھ کر عمل کا راستہ کھول دیا تا کہ تمہارے اندر فہم پیدا ہو کہ کہاں کہاں پڑھنا چاہیے۔

۲) وَعِنْدَ لَسْعِ الْبَعُوْضَةِ اور جب مچھر کاٹ لیتا تھا تب بھی آپ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے تھے۔ یہ راستہ مل رہا ہے کہ چھوٹی مصیبت پر بھی فضیلت مل رہی ہے، ہے تو چھوٹی مصیبت مگر بڑی فضیلت لے لو، چھوٹے عمل پر اجرِ عظیم لے لو اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کی معیتِ خاصہ حاصل کر لو اور آپ نے یہ خاموشی سے نہیں پڑھا ذرا بلند آواز سے پڑھا، جب ہی تو صحابہ نے سنا۔ بس صحابہ کا سننا دلیل ہے کہ آپ نے زبانِ نبوت سے جہراً پڑھا۔ جیسے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے یا بیٹھ کر؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا خطبہ کی حالت میں آپ قائم تھے، جب اونٹوں کا قافلہ دیکھ کر گندم لینے کے لیے بعض صحابہ آپؐ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ آپؐ کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔ وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا میں قَآئِمًا حال ہے اور فعل حال سے مقید ہوتا ہے یعنی اس حالت میں آپ کو چھوڑا کہ آپ کھڑے ہوئے تھے۔ تو ایسے ہی صحابہ کا اِنَّا لِلّٰهِ سننا دلیل ہے کہ آپ نے جہراً پڑھا۔

۳) اور تیسرا موقع جب آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ پڑھا وَعِنْدَ انْطِفَاءِ الْمِصْبَاحِ اور جب چراغ بجھ جاتا تھا تو بھی آپ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے تھے۔ اس زمانے میں جب کبھی بجلی فیل ہو جائے تو اس سنت کو ادا کر لیا کریں۔ یہ نہیں کہ اب ہمارے پاس چراغ تو نہیں ہے، چراغ نہیں ہے تو بجلی تو ہے لہٰذا یہ سنت ادا کرو۔

۴) اور چوتھا موقع جب آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ پڑھا وہ یہ ہے وَعِنْدَ انْقِطَاعِ الشِّسْعِ[4] جب چپل کا فیتہ ٹوٹ جائے تب بھی پڑھو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ، یہ چار مثالیں ہیں۔

## تعریفِ مصیبت بزبانِ نبوت ﷺ

لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت دیکھیے کہ ان چار مثالوں پر عمل کر کے اُمت کو دکھا دیا لیکن پھر بھی آخر میں ایک قاعدہ کلیہ بھی بتا دیا چونکہ ہر شفیق اور مہربان استاد چند جزئیات کے بعد ایک کلیہ بیان کر دیتا ہے تا کہ شاگرد اس پر قیاس کر سکے لہٰذا رحمۃ للعالمین

[3] الرحمٰن: ۲۹

[4] روح المعانی: ۲۳/۲، البقرۃ(۱۵۶)، مکتبۃ دار احیاء التراث، بیروت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلیہ بیان فرما دیا تاکہ قیامت تک آنے والی اُمت اپنی ہر حالت کو اس پر منطبق کر سکے اور قیاس کر سکے کہ اِنَّا لِلّٰهِ پڑھنے کے کیا مواقع ہو سکتے ہیں لہٰذا آپ نے کلیہ کے طور پر مصیبت کی تفسیر بیان کر دی کہ كُلُّ مَا يُؤْذِى الْمُؤْمِنَ فَهُوَ مُصِيْبَةٌ لَّهٗ وَلَهٗ اَجْرٌ[5] ہر وہ چیز جو مومن کو تکلیف پہنچادے وہ اس کے لیے مصیبت ہے اور اس پر اجر ہے۔ اور ایک بات اور بھی سن لو کہ اگر دس سال پہلے کی مصیبت یاد آجائے، جیسے دس سال پہلے کسی کا انتقال ہوا اور آج اس کا خیال آگیا اور دل میں تھوڑا سا غم آگیا تو پچھلی مصیبتوں پر بھی جو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھے گا اس کو بھی اجر ملے گا۔

## اس اُمت کی ایک امتیازی نعمت

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اُمت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہے جو سابقہ اُمتوں میں سے کسی اُمت کو نہیں دی گئی اور وہ یہ ہے کہ مصیبت کے وقت تم اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہو۔ لہٰذا ہم سب کو اپنی قسمت پر شکر کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں وہ نعمت دی جو پچھلی اُمتوں میں کسی کو بھی نہیں دی۔ اور فرمایا کہ اگر پہلے کسی کو یہ نعمت دی جاتی تو سب سے زیادہ حق حضرت یعقوب علیہ السلام کا تھا کہ جب ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام گم ہو گئے تو اس وقت وہ کہتے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ لیکن چونکہ یہ نعمت کسی نبی کو نہیں دی گئی، اس لیے بیٹے کے گم ہونے پر آپ کو جو غم پہنچا تو آپ نے کہا يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ ہائے یوسف افسوس! لہٰذا اس اُمت کو اِنَّا لِلّٰهِ مابہ الامتیاز نعمت ہے جو سارے عالم میں ہم کو امتیازی شرف دیتی ہے، اُمم سابقہ سے ممتاز کرتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے صدقے میں اللہ تعالیٰ کے کیسے کیسے کرم ہمیں عطا ہوئے۔

## حقیقی صبر کیا ہے؟

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ صبر صرف زبان سے اِنَّا لِلّٰهِ پڑھنے کا نام نہیں سنتِ استرجاع یعنی اِنَّا لِلّٰهِ پڑھنے کی سنت حقیقی معنوں میں اس وقت ادا ہو گی جب زبان کے ساتھ دل میں شامل ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں، ملکیت ہیں، مملوک ہیں اور مالک کو اپنی ملک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے۔ مالک کو اختیار ہے کہ اپنی چیز کو جہاں چاہے رکھے اور جب تک چاہے رکھے اور جہاں چاہے اُٹھا کر رکھ دے۔ اِنَّا لِلّٰهِ سے مراد یہی ہے کہ ہم ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں اور مالک کو ہم پر ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے۔ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اور یہ جدائی عارضی ہے، ہم لوگ بھی وہیں جانے والے ہیں۔ یہ دو جملے ہیں، ان سے بڑھ کر کائنات میں صبر کو کوئی کلمہ نہیں ہو سکتا، مصیبت میں اس کلمہ سے زیادہ مفید و لاجواب موتی کا کوئی مفرح خمیرہ نہیں پیش کر سکتا۔

## صبر پر تین عظیم الشان بشارتیں

رہا غم تو اس پر کتنی بڑی بشارت دی جا رہی ہے، وہ کیا بشارت ہے؟ فرماتے ہیں اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ جو مصیبت کے وقت صبر سے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے راضی رہتے ہیں تو ان پر ان کے ربّ کی طرف سے خاص خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ صلوٰۃ کے کئی معنیٰ ہیں، جب بندے کے لیے کہا جائے کہ صلوٰۃ پڑھ رہے ہیں، تو صلوٰۃ کے معنیٰ نماز کے ہیں اور جب دعا مانگ رہا ہو تو صلوٰۃ کے معنیٰ دعا کے بھی ہیں۔ صلوٰۃ کی نسبت جب مخلوق کی طرف کی جائے گی تو مراد ہے نماز اور دعا اور جب اللہ کی طرف نسبت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ صلوٰۃ بھیج رہا ہے تو وہاں مراد نزولِ رحمت ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ کے معنیٰ دعائے مغفرت کے بھی ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ کی محبت میں کسی بندے کے پاس جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے وعدوں پر ایمان لانا ضروری ہے کہ ستر ہزار فرشتے گھر سے ساتھ چلتے ہیں شَيَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ اَیْ يَّسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ یعنی ستر ہزار فرشتے راستے بھر اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنے نیک گمان سے کسی کو اللہ والا سمجھ کر محض اللہ کے لیے اس سے ملاقات کرنے آتے ہیں تو ستر ہزار فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دی جاتی ہے جو راستے بھر اس کے ساتھ چلتے ہیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جب وہ مصافحہ کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے کہتے ہیں رَبَّنَا اِنَّهٗ وَصَلَ فِيْكَ اَیْ لِاَجْلِكَ یا اللہ! یہ آپ کے لیے مل رہا ہے، آپ کی وجہ سے محبت کر رہا ہے، فَصِلْهُ[6] اس کو اپنے سے ملا لیجیے۔ اسی لیے جو لوگ اللہ والوں سے ملتے ہیں جلد اللہ والے ہو جاتے ہیں، کیونکہ ستر ہزار فرشتوں کی دعائیں لگتی ہیں۔ دیکھیے! صلوٰۃ کے معنیٰ ہر جگہ کے اعتبار سے بدل رہے ہیں، اس حدیث میں صلوٰۃ کی نسبت جب فرشتوں کی طرف ہوئی تو یہاں معنیٰ ہوئے دعائے مغفرت لیکن صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس کے معنیٰ ہوتے ہیں نزولِ رحمت۔

## پہلی بشارت ”رحمتِ خاصہ“

تو صابرین کے لیے اللہ کی طرف سے جو بشارت دی جا رہی ہے وہ کیا ہے؟ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ صلوات جمع ہے صلوٰۃ کی معنیٰ خاص خاص رحمتیں یعنی اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں پر خاص خاص رحمتیں نازل فرمائے گا لیکن آگے وَرَحْمَةٌ نازل فرما کر بتا دیا کہ میں رحمت عامہ سے بھی اپنے صبر کرنے والے بندوں کو محروم نہیں کروں گا۔ یہ تعمیم بعد التخصیص ہے کہ صابرین پر خاص خاص رحمتیں تو اللہ برسائے گا ہی مگر رحمتِ عامہ بھی دے گا یعنی

[5] روح المعانی: ۲۳/۲، البقرۃ(۱۵۶)، مکتبۃ دار احیاء التراث، بیروت

[6] شعب الایمان للبیہقی: ۳۹۳/۱ (۹۰۲۴)، قصۃ ابراہیم فی المعانقۃ، مکتبۃ دار الکتب العلمیۃ

رحمتِ خاصہ کے آبشار کے تسلسل کے ساتھ رحمتِ عامہ بھی ملے گی۔ پے در پے صلوات اور رحمت پہ رحمت نازل ہوگی۔ یہ تفسیر بیان القرآن ہے جو پیش کر رہا ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صلوات سے مراد خاص خاص رحمتیں ہیں۔

## دوسری بشارت ''رحمتِ عامہ''

اور جو بعد میں وَرَحْمَةٌ ہے یہ تعمیم بعد التخصیص ہے یعنی رحمتِ عامہ مراد ہے اور اس کی وجہ حضرت نے عجیب فرمائی کہ چونکہ حکم صبر پر عمل کرنے میں تمام صابرین مشترک ہیں، اس لیے اس کا بدلہ رحمتِ عام ہے لیکن چونکہ ہر صابر کے صبر کی کیفیت و خصوصیت و کمیت جدا ہے لہٰذا ان خصوصیات کا صلہ بھی جدا جدا خاص عنایتوں سے ہوگا، جتنا جس کا صبر ہوگا اتنی ہی عنایتِ خاصہ اس پر مبذول ہوگی۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ اور یہ نزولِ رحمت تمہارے رب کی طرف سے بدون واسطہ ملائکہ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہِ راست رحمتیں نازل ہوں گی۔ مِنْ رَّبِّهِمْ فرمایا کہ تمہارا ربّ براہِ راست تم پر رحمت نازل کرے گا۔ دیکھو! کوئی دوست کسی کو براہِ راست کوئی چیز دے اور خود نہ دے بلکہ کسی کے ذریعے سے دے فرق ہے یا نہیں؟ تو مِنْ رَّبِّهِمْ سے اللہ تعالیٰ نے مزہ بڑھا دیا اور صبر کو میٹھا کر دیا کہ تمہارے ربّ کی طرف سے بدون واسطہ ملائکہ رحمتِ خاصہ بھی ملے گی اور رحمتِ عامہ بھی۔

## تیسری بشارت ''نعمت اِهْتِدَاء''

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ بھی دکھایا اور مطلوب تک بھی پہنچا دیا یعنی اس حقیقت تک ان کی رسائی ہوگئی کہ حق تعالیٰ ہی ہمارے مالک اور نقصان کا تدارک کرنے والے ہیں۔ ہدایت کے دو معنیٰ ہیں ایک تو اراءۃ الطریق یعنی راستہ دکھانا اور دوسرا ایصال الی المطلوب یعنی مطلوب تک پہنچا دینا۔ اراءۃ الطریق یہ ہے کہ جیسے کوئی راستہ دکھا دے کہ وہ فلاں چوک ہے اور ایصال الی المطلوب یہ ہے کہ اس چوک تک پہنچا دیا۔ پس صبر کی دو برکات ہیں، ایک تو اللہ کا راستہ نظر بھی آئے گا اور دوسرا اللہ تک رسائی بھی ہوگی۔ یہ ہے مُهْتَدُوْنَ کا ترجمہ۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں کہ جن کو اپنے مِلک ہونے اور حق تعالیٰ کے مالک ہونے کا یقین آگیا اور جو سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقصان کا تدارک فرما دیتے ہیں۔

## شرح حدیث ''اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ''

اب حدیثِ پاک کا ترجمہ کرتا ہوں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تعزیت میں جو تسلی ہے وہ دنیا بھر کے کلام میں نہیں ہو سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى[۷] اللہ نے جو چیز ہم سے لے لی وہ اللہ ہی کی تھی۔ لِلّٰهِ میں لام تملیک کا ہے کہ اللہ ہی اس کا مالک ہے۔ اگر کوئی امانت کے طور پر کوئی چیز آپ کو دے کہ اس کو اپنے پاس رکھو پھر جب وہ واپس لیتا ہے تو آپ کو غم نہیں ہوتا۔ ہم کو جو مرنے والوں کا حد سے زیادہ غم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ اس کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ہماری ملکیت نہیں تھی بلکہ اللہ کی امانت تھی۔ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ لہٰذا جو نعمتیں ہمارے پاس ہیں جو اعزا موجود ہیں، سب نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے جو کچھ اللہ لیتا ہے اور جو کچھ عطا فرماتا ہے، ہر چیز کا وقت اللہ کے یہاں مقرر ہے کہ فلاں وقت اس کو فلاں چیز عطا ہوگی اور فلاں وقت فلاں چیز واپس لی جائے گی۔ پس عطا پر شکر کرو اور مافات پر صبر کرو اور ثواب کی اُمید رکھو۔ اور مرنے والے کو ایصالِ ثواب کریں، جانی بھی اور مالی بھی یعنی عباداتِ نافلہ و تلاوت وغیرہ کا ثواب بھی پہنچائیں اور مال خرچ کر کے صدقۂ جاریہ کا ثواب بھی پہنچائیں اور مالی ثواب مردے کے لیے زیادہ نافع ہے۔

بس اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے اپنے دین کے ایسے بڑے بڑے کام لے لے کہ قیامت تک اس کے نشانات باقی رہیں اور دنیا سے خوب خوب کما کر جائیں اور اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور ہم سب کو اے اللہ! نسبتِ اولیائے صدیقین عطا فرما یعنی اللہ کی دوستی کا سب سے اعلیٰ مقام صدیقین کا ہے، صدیقیت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے لیکن اللہ نے اپنی دوستی کا دروازہ قیامت تک کے لیے کھولا ہوا ہے۔ اللہ! ہمیں اپنے دوستوں کا اعلیٰ مقام نسبتِ اولیائے صدیقین عطا فرما دے۔ وہ کیا ہے کہ ہر سانس ہم آپ پر فدا کریں اور آپ کو خوش رکھیں، ایک لمحہ آپ کو ناراض کر کے اس کمینے پن، بے غیرتی اور خباثتِ طبع سے ہم اپنے دل کو حرام خوشیوں سے خوش نہ ہونے دیں۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

### اپنے دل کا خیال رکھیے!

دلوں کی دوا پانچ چیزوں میں ہے:

۱. قیام اللیل
۲. صبح کے وقت استغفار
۳. روزوں میں بھوکا رہنا
۴. صالحین کی صحبت
۵. قرآن کی تلاوت اور زبان کی حفاظت

ان چیزوں کو مت بھولیے!

شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ

---

[۷] صحیح البخاری: ۱۴۱/۱ (۱۲۸۵)، باب یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ، المکتبۃ المظہریۃ

# سیرتِ رسول ﷺ کے سائے میں

معاصر جہاد کے لیے سیرتِ رسول ﷺ سے مستفاد فوائد و حِکَم!

شیخ منصور شامی رحمۃ اللہ علیہ (ترجمہ و استفادہ: مفتی محمد متین مغل)

زیر نظر تحریر شیخ منصور شامی (محمد آل زیدان) شہید رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ عربی مقالات کا اردو ترجمہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ محرم ۱۴۳۱ھ میں وزیرستان میں شہید ہوئے۔ یہ مقالات مجلہ 'طلائع خراسان' میں قسط وار چھپے اور بعد ازاں مجلے کی جانب سے محرم ۱۴۳۲ھ میں کتابی شکل میں نشر ہوئے۔ ترجمے میں استفادہ اور ترجمانی کا ملا جلا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ مترجم کی طرف سے اضافہ کردہ باتوں کو چوکور قوسین [] میں بند کیا گیا ہے۔ (مترجم)

## گھمنڈ ہلاکت کا باعث ہے

[غزوۂ بدر میں] قریش کی ہلاکت و تباہی کا ایک بڑا سبب ان کا گھمنڈ تھا، تجارتی قافلے کے مسلمانوں کی زد سے بچ نکلنے کی خبر پہنچنے کے بعد وہ رک کر اس ہلاکت سے بچ سکتے تھے، لیکن قریش کا طاغوت ابو جہل گھمنڈ میں آکر کہنے لگا: بخدا! ہم یونہی نہیں لوٹیں گے، ہم بدر جا کر تین دن قیام کریں گے، اونٹ ذبح کر کے کھائیں گے اور کھلائیں گے، ہم شراب پئیں گے اور باندیاں ہمارے سامنے گانے گائیں گی، باقی عرب جب ہمارے اس جم غفیر کے نکلنے کا سنیں گے تو ہمیشہ ہم سے خوف کھاتے رہیں گے۔

اور بدر پہنچنے کے بعد بھی جب حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ کے بار بار کہنے کے نتیجے میں قریش نے بنا لڑے واپس جانے کا ارادہ کر لیا تو ابو جہل نے عتبہ کے بارے میں کہا: بخدا! وہ تو بزدلی کا شکار ہو گیا ہے۔ تو جواباً عتبہ نے کہا: عنقریب یہ ذلیل انسان جان لے گا کہ بزدلی کا شکار وہ ہے یا میں ہوں؟ پھر ابو جہل نے عامر بن حضرمی [جس کا بھائی عمرو بن حضرمی سریہ عبد اللہ بن جحش میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا] کو پیغام بھیجا کہ وہ قریش کی حمیت کو بھڑکا کر انہیں جنگ پر آمادہ کرے۔ غرض قریش اپنے گھمنڈ میں رہے یہاں تک کہ شکست و ذلت ان کا مقدر بنی، یہی متکبروں کی ابتدا ہوتی ہے اور ایسا ہی ان کا انجام ہوتا ہے۔

## [امریکہ کا طرزِ عمل ابو جہل جیسا ہے، انجام بھی ان شاء اللہ ویسا ہی ہو گا]

متکبروں کی سرکشی اور ان کی ہلاکت کی مثالیں تاریخ میں بہت زیادہ ہیں، لہٰذا ہمیں یقین ہے کہ امریکہ کا بھی یہی انجام ہو گا، کیونکہ اس نے بھی محض اپنے کِبر و گھمنڈ کی وجہ سے مسلمانوں سے جنگ چھیڑ رکھی ہے اور امریکہ کا کبر [اور اس کا خمیازہ] اس تک ہی محدود نہیں رہے گا، کیونکہ اس نے اپنے ساتھ بہت سے احمق ملکوں کو بھی اس جنگ میں شامل کر رکھا ہے جنہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کیوں اپنے لوگوں کو اس جنگ میں مروا رہے ہیں؟ [اس جنگ میں امریکہ کے دکھائے سبز باغوں کے علاوہ ان ملکوں کا اپنا کیا مفاد ہے؟] سوان سب کا انجام بھی ایک ہی ہو گا۔ [ان شاء اللہ]

تکبر انسان کا یہ حال کر دیتا ہے کہ اسے اپنا ظلم عینِ انصاف اور اپنی خطا عینِ صواب دکھائی دیتی ہے، جیسا کہ ابو جہل نے غزوۂ بدر کے دن کہا: اے اللہ! ہم میں سے جو زیادہ قطع رحمی کرنے والا اور منکرات کا زیادہ بڑا مرتکب ہو اسے آج ہلاک کر دے اور ہم میں سے جو تجھے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہو اسے آج فتح عطا فرما۔

آج آپ امریکہ اور اس کے پیروکاروں کو بھی دیکھیں گے کہ وہ بھی اپنے ظلم کے باقاعدہ اصول گھڑ کر اس کے جواز کے ایسے ایسے دلائل پیش کرتے ہیں کہ لوگ انہیں ان کے جرائم کی بابت حق بجانب سمجھنے لگتے ہیں، بلکہ یہ پروپیگنڈہ علم و دعوت سے منسلک بعض حضرات پر بھی ایسا اثر انداز ہوتا ہے کہ وہ ہمارے خلاف ویسے ہی فتاویٰ صادر کرتے ہیں جیسے 'فتاویٰ' بش اور بلیئر جاری کرتے ہیں۔

متکبر انسان کا اپنے برے کرتوتوں پر اڑے رہنا صرف تب تک ہی محدود نہیں ہوتا جب وہ اپنی طاقت کے نشے میں اندھا ہو رہا ہو، بلکہ شکست کھانے کے بعد بھی اس کا گھمنڈ باقی رہتا ہے اور شکست کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اس کا دل اسے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

ابو جہل نے جب دیکھا کہ اس کے لشکر میں بے چینی اور تشویش پھیل رہی ہے [اور ان کا ارادۂ جنگ کمزور ہو رہا ہے] تو اس نے اس بے چینی کے سامنے بند باندھنے کی کوشش کرتے ہوئے پوری وحشت اور تکبر کے ساتھ کہا: سراقہ کا تمہارا ساتھ چھوڑ دینا تمہارے حوصلوں کو پست نہ کرے، اس نے تو پہلے سے ہی محمد [ﷺ] سے سازباز کی ہوئی تھی، عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل سے خوف زدہ مت ہو، کیونکہ انہوں نے خود جلد بازی کی، لات اور عزیٰ کی قسم! ہم ان مسلمانوں کو رسیوں سے باندھ کر قید کیے بنا واپس نہیں جائیں گے، اور میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ اس نے مسلمانوں کے کسی فرد کو قتل کیا ہو، بلکہ انہیں گرفتار کرو، تاکہ ہم انہیں ان کے کرتوت یاد دلائیں [اور شرمندہ کریں]۔ ابو جہل کا یہ گھمنڈ اس کی بدترین زندگی کی آخری رمق تک باقی رہا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب اس کا سر اتارنے کے لیے اس کے سینے پر چڑھے [اور وہ معاذ و معوذ رضی اللہ عنہما کی ضربوں سے نڈھال و زخمی ہو کر گرا ہوا تھا] اس وقت بھی اس نے یہ کہا: کاش کسان کے علاوہ کسی اور نے مجھے قتل کیا ہوتا۔ [اشارہ انصار کی جانب تھا، جن کا پیشہ کھیتی باڑی اور باغ بانی تھا] اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ

عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے بکریوں کے حقیر چرواہے! تو ایک بہت دشوار بلندی پر چڑھ بیٹھا ہے۔ [اشارہ اپنے سینے کی طرف تھا کہ اس پر چڑھنا اتنا آسان نہیں تھا کہ تجھ جیسے معمولی یہ کام کرسکتے۔ سبحان اللہ! تکبر کس طرح عقل و شعور کو مسخ کرتا ہے۔ (خود حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں ابو جہل کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا، ابو جہل نے آنکھیں کھولیں اور کہا: اے بکریوں کے چرانے والے! البتہ تو بہت اونچے مقام پر چڑھ بیٹھا ہے۔ میں نے کہا: حمد ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے مجھے یہ قدرت دی۔ پھر کہا: کس کو فتح اور غلبہ نصیب ہوا؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو۔ پھر کہا: تیرا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: تیرا سر قلم کرنے کا۔ کہا کہ اچھا یہ میری تلوار ہے، اس سے میرا سر کاٹنا، یہ بہت تیز ہے، تیری مراد اور مدعا کو جلد پورا کرے گی، اور دیکھو میرا سر شانوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ دیکھنے والوں کی نظروں میں ہیبت ناک معلوم ہو، اور جب محمد (ﷺ) کی طرف واپس ہو تو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ میرے دل میں بہ نسبت گزشتہ کے آج کے دن تمہاری عداوت اور بغض کہیں زیادہ ہے۔[1]

سبحان اللہ! آج مجاہدین کے ہاتھوں اپنی ذلت ورسوائی اور شکست دیکھنے کے باوجود امریکہ جو ڈینگیں مار رہا ہے، اگر ہم ان کا موازنہ ابو جہل کی باتوں سے کریں تو ان میں جوہری طور پر کوئی فرق نہیں۔

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ○ (سورۃ الذاریات: ۵۳)

”کیا یہ [کفارِ سابقہ اور موجودہ] ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت کرتے چلے آئے ہیں [جس کی وجہ سے ان کی متکبرانہ باتوں میں اتنی مطابقت ہے]۔ نہیں، بلکہ یہ سرکش لوگ ہیں [اس سرکشی و کبر نے ہی اگلوں سے یہ باتیں کہلوائیں اور یہی کبر پچھلوں سے بھی یہ باتیں کروا رہا ہے]۔“

[واضح رہے یہ سطور تیرہ چودہ برس پہلے لکھی گئی ہیں، آج امریکہ کو افغانستان سے ذلت آمیز شکست کے بعد نکلے تین سال پورے ہونے والے ہیں اور ہر نیا دن اس کی ذلت میں مزید اضافہ کرتا ہے، اس کے سپر پاور ہونے اور یک قطبی دنیا کا اکلوتا قطب ہونے کے دعوے کھٹائی میں پڑ گئے ہیں، اس کے دیرینہ حریف جو موقع کی تلاش میں دم سادھے بیٹھے تھے، موقع دیکھ کر اس کو آنکھیں دکھانے لگے ہیں...... لیکن اس سب کے باوجود اس کے بیانات دیکھیں تو ان کا طنطنہ وہی ہے جو خلیج کی جنگ کے بعد تھا جب اس نے نئے عالمی نظام (نیو ورلڈ آرڈر) کا اعلان کیا تھا، سو اس میں خوشخبری اور نیک فالی ہے مجاہدینِ اسلام کے لیے کہ امریکہ کا حشر بھی ان شاء اللہ ابو جہل جیسا ہی ہو گا، بس ہمیں صبر کے ساتھ اس پر چند ضربیں اور لگانی ہوں گی، پھر اس کا اپنا وزن اور قد کاٹھ اسے ڈبونے کے لیے کافی ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ]

## [عملی شرکت کے ساتھ زبانی اختلاف کا کوئی فائدہ نہیں]

قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہ کبر و گھمنڈ پورے لشکر میں نہیں تھا، بلکہ لشکر میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے بنا جنگ واپس لوٹنے کی ترغیب دی اور امن کو ترجیح دی، لیکن ابو جہل نے ان ساری کوششوں کو ناکام بنا دیا، کچھ نے واپس جانے کا ارادہ بھی کر لیا (جیسا کہ بنی ہاشم نے کوشش کی) لیکن ابو جہل نے بطورِ سردار اعلان کر دیا کہ ہمارے واپس لوٹنے تک یہ گروہ ہم سے جدا نہ ہونے پائے۔ اور جو واقعتاً عقلمند تھا اور عملاً واپس لوٹ گیا تو یہ اس کے لیے بہتر رہا، جیسے اخنس بن شریق بنی زُہرہ کو واپس لے گیا، بنو زہرہ کے کسی فرد نے غزوۂ بدر میں کفار کی طرف سے شرکت نہیں کی، اخنس بنو زہرہ کا حلیف تھا اور اس مہم میں ان کا سردار بھی، بعد میں بنی زہرہ اخنس کے اس فیصلے پر فخر کرتے رہے اور اخنس ان کے یہاں مزید محترم ہو گیا۔

ہمارا مقصد اس سے یہ ثابت کرنا ہے کہ فردِ واحد ابو جہل نے سب لوگوں کو بے وقوف بنایا [اور بے مقصد جنگ میں جھونک دیا]، لیکن یہ ان کے لیے کوئی کارآمد عذر نہ بن سکا، بلکہ عذاب ان سب پر ہی آیا۔

آج کی دنیا میں بھی اس قدیم تصویر کے بنیادی نقوش اور خاکہ ہر بینا شخص پر واضح ہے [بس کردار بدل گئے ہیں، کہانی وہی پرانی ہے]، عصرِ حاضر کا ابو جہل بش [اور اس کے جانشین] اپنے تکبر کی وجہ سے اپنی قوم کو ہلاکت و بربادی کی طرف لے جا رہے ہیں، ہمیں یہ علم ہے کہ اس کی قوم میں ایسے لوگ ہیں جو جنگ اور ظلم کے خلاف ہیں، امن کو ترجیح دیتے ہیں، یہی بات امریکی جھنڈے تلے دیگر اقوام اور ملکوں کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے کہ ان میں سے بعض امن کو پسند کرتے ہیں، لیکن امریکہ کی انانیت نے انہیں ایسی جنگ میں دھکیل دیا ہے جس میں ان کا اپنا کوئی فائدہ نہیں، لیکن کیا جنگ میں شمولیت کے بعد بھی ان کی یہ امن پسندی ان کے کچھ کام آئے گی؟! ہرگز نہیں!! اس جنگ کا خمیازہ انہیں بھگتنا ہو گا، انہیں پچھتانا ہو گا، لیکن تب پچھتاوا کچھ کام نہ آئے گا۔ گزشتہ متکبرین [اور ان کے اتحادیوں کو] کو جو سزائیں مل چکی ہیں وہ لامحالہ انہیں بھی مل کر رہیں گی۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ○ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ○ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ○ (سورۃ القمر: ۴۳-۴۵)

”کیا تمہارے یہ [موجودہ] کافر اُن [پرانے کافروں] سے اچھے ہیں [کہ انہیں ان کے کیے کی سزا نہ ملے] یا تمہارے لیے [اللہ کی کتابوں میں] کوئی

---

[1] سیرتِ مصطفیٰ ﷺ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ج ۲ ص ۹۸ ط: کتب خانہ مظہری کراچی

بے گناہی کا پروانہ لکھا ہوا ہے؟ یا ان کا یہ کہنا ہے کہ ہم ایسا گروہ ہیں کہ [الٰہی عذاب سے] اپنا بچاؤ آپ کرلیں گے؟ [جبکہ حقیقت جس سے یہ انجان ہیں یہ ہے کہ] اس گروہ کو عنقریب شکست ہوگی اور یہ سب پیٹھ پھیر کر [دُم دبا کر] بھاگیں گے۔"

## لیڈروں کے قتل کی اہمیت

مشرکینِ قریش کو لاحق ہونے والی شکست کوئی عام شکست نہیں تھی، بلکہ فیصلہ کن شکست تھی، جس کی سب سے نمایاں علامت ان کے سرداروں اور لیڈروں کا قتل تھا، اس بات کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے [2] تمہاری طرف پھینک دیے ہیں۔ [3]

سرداروں کے قتل سے دشمن کے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں، جنگ کا پانسہ پلٹ جاتا ہے، باقی بچ جانے والے سردار خوف زدہ رہتے ہیں [کہ کب میری باری آجائے!] اسلام اور اہلِ اسلام کو تکلیف پہنچانے والا کوئی منصوبہ بنانے سے پہلے وہ ہزار دفعہ جان جانے کا خوف کھاتے ہیں، پس جنرل پرویز مشرف جیسے کسی ایک بھی خبیث لیڈر کا قتل جنگ کی صورتحال اور اس کے نتائج میں باذن اللہ بہت تبدیلی لائے گا، اس لیے اللہ رب العزت نے کفر کے سرداروں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ○ (التوبۃ: ۱۲)

"سو [اے مسلمانو!] تم کفر کے سرداروں سے جنگ کرو، کیونکہ ان کی قسموں [اور معاہدوں] کی کوئی حقیقت نہیں [سب زبانی جمع خرچ ہے] تاکہ [جنگ کی وجہ سے اور قتل ہونے کے خوف سے] یہ [کفر کے سردار عہد شکنی اور دین پر زبان درازی سے] باز آجائیں [کیونکہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے]۔"

## دوستی اور دشمنی کا پیمانہ

غزوۂ بدر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا بھائی ابو عزیز مشرکوں کے لشکر کے ساتھ آیا تھا، جنگ کے خاتمے پر قید ہوا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایسے وقت اس کے پاس سے گزرے جب ایک انصاری صحابی اسے گرفتار کرکے باندھ رہے تھے، تو انہوں نے انصاری سے کہا: اسے مضبوطی سے باندھو [کہیں یہ بھاگ نہ جائے] اس کی ماں کے پاس بہت مال و دولت ہے، وہ پیسے دے کر اسے چھڑا لے گی [ایسا نہ ہو کہ یہ بھاگ جائے اور مسلمان مالی فائدے سے محروم ہو جائیں]۔ ابو عزیز نے تعجب سے کہا: تم میرے بارے میں اسے یہ مشورہ دے رہے ہو!! [حالانکہ میں تمہارا سگا بھائی ہوں]، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسے ایمان سے سرشار جواب دیا: میرا بھائی تمہیں باندھنے والا یہ انصاری ہے، نہ کہ تم!

## [جنگی قیدیوں کا قضیہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے]

رسول اللہ ﷺ نے جب جنگی قیدیوں کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا تو آپ نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میری وہ رائے نہیں جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہے [یعنی قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے] بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ فلاں کو (اپنے ایک رشتے دار کا نام لے کر کہا) میرے حوالے کریں اور میں اس کی گردن اتاروں، عقیل کو [جو تاحال مسلمان نہیں ہوئے تھے] ان کے سگے بھائی علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کریں اور وہ اس کی گردن ماریں، اور فلاں کو (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایک رشتے کے بھائی کا نام لے کر کہا) حمزہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کریں اور وہ اسے قتل کریں، تاکہ اللہ کے دشمن یہ بات اچھی طرح سمجھ جائیں کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کے لیے کوئی نرمی نہیں، اور یہ گرفتار شدگان تو مشرکوں کے سردار، لیڈر اور بڑے ہیں [بھلا انہیں کیسے زندہ چھوڑا جا سکتا ہے!؟] قرآنِ کریم بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوا۔

[سورۃ الانفال کی آیات ۶۷ تا ۶۹ میں اس کا بیان موجود ہے، ذیل میں یہ آیات مع ترجمہ درج کی جا رہی ہیں۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الانفال: ۶۷-۶۹)

"یہ کسی نبی کے شایانِ شان نہیں کہ اس کے پاس قیدی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں [دشمنوں کا] خون خوب اچھی طرح نہ بہا چکا ہو [جس سے ان کا رعب و دبدبہ خاک میں مل جائے] تم [فدیے کی صورت میں] دنیا کا ساز و سامان چاہتے ہو اور اللہ [تمہارے لیے] آخرت [کی بھلائی] چاہتا ہے اور اللہ صاحبِ اقتدار ہے [چاہے تو دیگر امور کی طرح اس معاملے میں بھی ایک واضح حکم دے کر تم پر لازم کر سکتا تھا] حکمت کا مالک ہے [تمہیں بعض امور کا اختیار دے کر آزماتا ہے اور تمہارے سامنے تمہاری رائے کی

---

[2] [یہ عربی محاورہ ہے، اردو کے برعکس اس میں صرف محبوبیت کو بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ سرکردگی و اہمیت کا بیان بھی مقصود ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔]

[3] سیرت ابنِ ہشام بحوالہ تفسیر ابنِ کثیر سورۃ الانفال، آیت ۴۲

خرابیاں اور نقصان ظاہر کرتا ہے] اگر اللہ کی طرف سے ایک لکھا حکم پہلے نہ آ چکا ہوتا [کون سا حکم مراد ہے؟ اس کی تفسیر میں دو رائے ہیں۔ اول یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں آئے گا۔ دوم یہ کہ ان قیدیوں میں سے بعض کا مسلمان ہونا اللہ کی تقدیر میں طے تھا، نیز اس رائے کو رسول اللہ ﷺ کی تصویب حاصل تھی، اس لیے اس پر پکڑ نہیں ہوئی، ورنہ فی نفسہ یہ فعل قابلِ مواخذہ تھا] تو جو راستہ تم نے اختیار کیا ہے اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑی سزا آ جاتی۔ [لیکن چونکہ یہ فیصلہ اصولاً ناپسندیدہ ہونے کے باوجود قانوناً باقی رکھا جا رہا ہے] سو تم نے جو مالِ غنیمت [فدیے کی صورت میں] حاصل کیا ہے اسے حلال پاکیزہ مال کے طور پر کھاؤ اور [آئندہ] اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔"]

## [سب سے پہلے ہے اسلام]

ایمان پر مبنی دوستی اور دشمنی کی اصل حقیقت اس معرکے غزوۂ بدر میں ظاہر ہوئی، اس ایمانی جذبے کی ہی بدولت اہلِ ایمان اپنے ہی ہم قوم کفار سے نبرد آزما ہونے کے قابل ہوئے، اگر ایمان کا یہ معیار اور سطح نہ ہوتی تو مومنین کبھی بھی اپنی قوم سے نظریاتی اختلاف کے باوجود لڑنے کے قابل نہ ہو پاتے۔

## [خاندانی تعلقات کی مضبوطی عینِ فطرت ہے]

[آج جب کہ چند ٹکوں کی خاطر بھائی اپنے سگے بھائی اور بیٹا باپ کا گلا کاٹ رہا ہے، شیخ منصور شامی شہید رحمہ اللہ کی یہ بات کسی کو مبنی بر مبالغہ محسوس ہو سکتی ہے، جبکہ در حقیقت ایسا نہیں، پرانے وقتوں کے جاہلی معاشرے اگرچہ ہدایت سے دوری میں معاصر جاہلی معاشروں جیسے ہی تھے، لیکن ان کے یہاں خاندانی نظام اپنی فطری حالت میں تھا اور مضبوط تھا، ایک قوم دوسری قوم کے مقابلے میں اپنے فرد کا ساتھ دیتی تھی، گو اس فرد سے ان کا نظریاتی اختلاف ہو، لیکن کسی دوسرے کو اپنے ہم قوم پر ظلم کی اجازت نہیں دیتے تھے، خود شعبِ ابی طالب میں بنو ہاشم کے کفار بھی رسول اللہ ﷺ کی حمایت میں معاشی و معاشرتی بائیکاٹ سہتے رہے، ہجرت کے موقع پر بنو ہاشم کے انتقام کے خوف سے ہی ابو جہل نے یہ مشورہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا جائے اور قتل میں ہر قبیلے کا ایک ایک فرد شریک ہو تا کہ بنو ہاشم انتقام کی سوچ ترک کر دیں کہ تمام قبیلوں سے بیک وقت دشمنی کیسے مول لیں! اور دِیت لینے پر راضی ہو جائیں، پھر خود سیرت میں ہی اس کی ایک اور مثال بھی ہے کہ جب ایک مرتبہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی کی گستاخیوں کا ذکر چل رہا تھا تو اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ حکم دیں تو ہم اسے قتل کر دیں۔ اس پر خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور آپ نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ کا حکم ہو تو ہم خزرج خود اسے قتل کر دیں گے، لیکن دوسری قوم کے ہاتھوں ہماری قوم کا فرد قتل نہ ہو۔ عبد اللہ بن اُبی کا نسبی تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ اور پیچھے جائیں تو حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے واقعات کے ضمن میں قرآن اس بات کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جب قوم کو ایمان اور مکارمِ اخلاق کی دعوت دی، قوم نہ مانی، لیکن دلیل سے آپ کی کسی بات کو رد بھی نہ کر سکی تو کہا: ﴿وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ﴾ (هود:۹۱) "[اے شعیب!] اگر تمہارا خاندان [تمہارا پشت پناہ] نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیتے"۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا پورا خاندان مسلمان تھا، بلکہ محض خاندانی تعلق کی وجہ سے انہیں گوارا نہ تھا کہ کوئی انہیں نقصان پہنچائے، ورنہ نظریاتی طور پر وہ خود حضرت شعیبؑ کی دعوت کے حامی نہیں تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے نو(۹) فاسد و مُفسد سرداروں نے جب آپ کو قتل کرنے کی سازش کی تو باہم یہ طے کیا کہ حضرت صالح علیہ السلام کے وارثوں کے سامنے ہم انکار کر دیں گے کہ ہم وہاں تھے ہی نہیں، یہ قتل ہم نے نہیں کیا، اور راز داری کی قسم اٹھائی۔ یہ قسم اٹھانے کی بات انہوں نے اسی لیے کی تھی کہ انہیں پتہ تھا کہ حضرت صالح علیہ السلام سے نظریاتی اختلاف کے باوجود ان کی قوم ان کے قتل کو ٹھنڈے پیٹوں ہضم نہیں کرے گی۔ ارشادِ باری ہے:

> قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ○ (سورۃ النمل:۴۹)
>
> "ان [نو سرداروں] نے کہا کہ سب مل کر اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم صالح اور اس کے گھر والوں پر رات کے وقت حملہ کریں گے پھر اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم ان کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہیں تھے اور یقین جانو ہم بالکل سچے ہیں۔"

حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جب فرشتے خوبصورت آدمیوں کی شکل میں مہمان بن کر آئے اور قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کے سمجھانے کے باوجود ان سے بدکاری کا ارادہ ترک نہ کیا تو فرطِ غم میں آپ علیہ السلام نے کہا:

> قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ○ (سورۃ هود:۸۰)
>
> "لوط نے کہا کہ کاش! میرے پاس تمہارے مقابلے میں کوئی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا۔"

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، اور جس قوم میں مبعوث ہوئے تھے، وہاں ان کا خاندان نہیں تھا، تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ مضبوط سہارے سے مراد

برادری کی قوت ہے، امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں مرفوع حدیث نقل کی ہے: اللہ رحم فرمائے میرے بھائی لوط پر بے شک وہ مضبوط سہارے [یعنی اللہ جل شانہ] کی پناہ میں تھے، پس ان [لوط علیہ السلام] کے بعد اللہ نے ہر نبی کو اس کی قوم کے باحیثیت خاندان میں بھیجا۔

اسلام نے آکر اس نظامِ فطرت کو ختم نہیں کیا، بلکہ مزید مضبوط کیا، صلہ رحمی کو تقویٰ کی علامت قرار دیا، البتہ سب سے بالاتر ایمان کو رکھا، باقی خاندان سمیت ہر چیز کو اس کے تابع کر دیا۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَاۗءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۗءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَي الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ○ (سورة التوبة:۲۳)

"اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ اور بھائی کفر کو ایمان کے مقابلے میں ترجیح دیں تو تم انہیں دوست و سرپرست نہ بناؤ۔"

اور خاندانی تعصب میں فطرت سے تجاوز کرتے ہوئے انتہا پر پہنچے اس جاہلی معاشرے میں ایسا گروہ تشکیل دیا جس کے لیے ایمان کے آگے سب ہیچ تھا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (سورة المجادلة:۲۲)

"جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو تم ایسا نہیں پاؤ گے کہ وہ اُن سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، چاہے وہ [مخالفت کرنے والے] ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے۔"

اور اسی گروہ کو رہتی انسانیت تک کے لیے نمونہ ہدایت اور معیارِ ایمان قرار دے دیا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (سورة البقرة:۱۳۷)

"پھر اور لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم [اے اصحابِ رسولؐ] ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پا جائیں گے۔"]

## [یورپی استعمار اور ولاء و براء کے مفہوم میں تحریف و 'تجدید']

یہی وجہ ہے کہ کفار جب یورپی استعمار کی شکل میں عالمِ اسلام پر قابض ہوئے تو انہوں نے دوستی اور دشمنی کے اس ایمانی معیار کو بدل کر اس کا ایسا مسخ شدہ معیار متعارف کرایا اور نافذ کیا جس کی بنیاد دین کے بجائے قومیت، وطنیت اور زبان وغیرہ پر رکھی گئی تھی، اسی کی خاطر اس نے یہ سرحدی لکیریں [ڈیورنڈ لائن، ریڈ کلف لائن، سائکس پیکو] کھینچیں اور ان خودساختہ 'وطنوں' میں نقل و حرکت کے لیے شرائط [پاسپورٹ، ویزہ] لاگو کر دیں، اور صرف اسی سیاسی اقدام پر بس نہیں کی بلکہ ان مفاہیم کو تعلیمی اداروں کے نصاب میں داخل کر کے پوری نسل کے دماغوں کو زہر آلود کیا، رہی سہی کسر ذرائع ابلاغ کے ذریعے پوری کر دی، سو اب حال یہ ہو گیا ہے کہ ایک مصری کی محبت ہر اس شخص سے ہے جو مصر کا باشندہ ہو، خواہ اس کے افکار واعمال کیسے ہی ہوں [سیکولر، ملحد یا قبطی ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا]، صرف اس وجہ سے کہ وہ مصر کا رہنے والا ہے، لیبیا، سوڈان اور دیگر ملکوں کے مسلمانوں سے ایمانی رشتے کا اسے احساس تک نہیں ہوتا، خواہ ان پر کیسی ہی مصیبت ٹوٹ پڑے!

## [سرحدی لکیر سے احکام میں فرق]

یہ مفاہیم اتنے عام ہو گئے ہیں کہ علم و دعوتِ دین سے منسوب حضرات پر بھی اثرانداز ہوتے جا رہے ہیں، آپ آئے روز ایسے مضحکہ خیز اقوال و فتاویٰ سنتے رہتے ہیں جن کی بنیاد یہ سرحدی لکیریں ہوتی ہیں، ایک ہی علاقہ جس کو محض ڈیورنڈ لائن کی ایک فرضی سرحدی لکیر جدا کرتی ہے [اور بسا اوقات سرحد کے دونوں طرف نام بھی ایک ہی ہوتا ہے] اس کے افغانستان والی طرف کے مسلمان عید منا رہے ہوتے ہیں اور پاکستان والی طرف کے مسلمان روزہ دار ہوتے ہیں!

افغانستان والی طرف جہاد فرضِ عین ہے اور پاکستان والی طرف فرضِ کفایہ، مجاہدین کے مقابل لڑنے والی افغانی فوج مرتد اور مباح الدم ہے، جبکہ یہی کام پاکستانی فوج کرے اور مجاہدین کی پیٹھ میں چھرا گھونپے تو وہ مسلمان ہے، اس سے لڑنا جائز نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

انہی فاسد مفاہیم کی وجہ سے مسلمان ثابت شدہ کافر کی تکفیر سے بھی گریز کرتے ہیں [مشہور بات تھی کہ کافر کو بھی کافر نہ کہو] اور جن مرتد حکام اور ان کے لشکروں سے قتال اللہ نے واجب کیا ہے اسے خود پر حرام کرتے ہیں، بڑی بڑی دینی جماعتوں کے لیے یہ ایک اصول بن گیا، ان کا ایک مشہور مفکر کہتا ہے: ہم اپنی ہم وطن حکومتوں کے ساتھ کبھی بھی مسلح تصادم کا راستہ نہیں اختیار کریں گے، ہماری بندوقوں کے دہانے غیر ملکی وطن دشمنوں کی طرف رہیں گے۔

## [ان 'تازہ' خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے]

اس مسخ و محرّف مفہوم کے نتیجے میں مسلمان ہر اس شخص کا بھائی قرار پایا جو اس کے وطن کی چھتری تلے ہو، خواہ مسلمان ہو یا کافر [صالح اور فاسق کی تو بات ہی نہ کریں] اور اس میں اسے کوئی برائی یا ناگواری محسوس نہیں ہوتی، ایک بہت بڑی دینی جماعت کہتی ہے: مصر اور عرب دنیا میں بسنے والے ہمارے مسیحی بھائیوں کے بارے میں ہمارا موقف پرانا، مشہور اور واضح ہے کہ ہمارے جو حقوق ہیں، وہی ان کے بھی ہیں اور ہم پر جو ذمے داریاں ہیں وہی ان پر لاگو ہیں،

وہ ہمارے ہم وطن اور آزادیٔ وطن کی طویل جدوجہد میں ہمارے ساتھی ہیں [للأسف، ایسے ہی اقوال ہمیں ہندوؤں کے حوالے سے آج ہندوستان میں بھی سننے کو ملتے ہیں، وإلی اللہ المشتکی]۔

خواہ اس وطنی معیارِ محبت کے نتائج جو بھی ہوں، لیکن یہ معیار درست بلکہ واجب ہے، خواہ اس میں اللہ اور اس کے رسول سے جنگ اور بغاوت ہو، امریکی فوج میں شامل بعض خود مسلمان کہنے والوں نے ایک استفتا بھیجا کہ کیا ہمارے لیے امریکی فوج میں شامل ہو کر افغانستان جا کر مسلمانوں سے لڑنا جائز ہے؟ اس کے جواب میں بعض فتویٰ فروشوں نے جو جواز کا فتویٰ دیا وہ کسی سے مخفی نہیں، لیکن اس جواز کی بنیاد اس برائے فروخت فتوے میں کیا بیان کی گئی ہے؟ یہی کہ یہ قتال ان کے لیے جائز ہے **تاکہ وطن کے لیے ان کی وفاداری پر کوئی شبہ پیدا نہ ہو!** اس طرح کے دین دشمن فتووں کی گونج [انڈونیشیا مشائخ کانفرنس سنہ ۲۰۱۹ اور پیغامِ پاکستان] اب دنیا کے دیگر خطوں میں بھی سنائی دے رہی ہے۔

[اس طرح کا ایک واقعہ مترجم کو بھی اپنے تخصص فی الافتاء کے دوران پیش آیا، وطنی افواج کی بات چل رہی تھی، قبائل میں پاکستانی فوج کے مجاہدین پر حملوں کی بات کے ضمن میں جہادِ کشمیر کا ذکر آیا، احقر نے عرض کیا کہ ہند کے کئی اہلِ علم مقبوضہ کشمیر کے جہاد کے خلاف ہیں، اور یہ بات میں نے بعض فتاویٰ اور ایک آدھ سفر نامے میں خود پڑھی تھی، پھر بات اس پر آئی کہ اچھا! اگر کوئی ہندوستانی مسلمان انڈین فوج میں شامل ہو کر پاکستانی فوج سے لڑنے آئے تو کیا اس کا یہ فعل جائز ہے؟ اس پر ہمارے ایک محترم شریکِ تخصص کہنے لگے کہ بھئی جب وہ ایک ملک میں رہتے ہیں اور اس کی فوج میں شامل ہیں تو ڈیوٹی میں جو بھی کام ہو گا وہ اس کے لیے جائز ہو گا، کیونکہ شمولیت جو جائز ہے۔ خیر! بڑی بحث اور حوالے دکھا کر انہیں اس موقف سے ہٹایا، لیکن اصل بات پھر رہ گئی کہ جس کو انڈین فوج میں شمولیت کی حرمت کے لیے (واضح کفر اور مظالم کے باوجود) اتنے دلائل کی ضرورت پڑی، اسے پاکستانی فوج میں شمولیت کی حرمت پر قائل کرنا میرے بس سے باہر تھا۔ لیکن یہ سب ہے کیا!؟ وطنیت کا وہ ناسور ہے جو ہمارے ایمان کو گھن کی طرح چاٹ رہا ہے۔]

سو لازم ہے کہ ہمارے پیمانے درست اور حق کے مطابق ہوں [نہ کہ وطنیت پیمانہ و کسوٹی ہو]، دوستی اور دشمنی کا ایمانی معیار ہر مسلمان کی زندگی میں جلوہ گر ہو، کیونکہ ولاء و براء کو قائم کیے بغیر اسلام کو شوکت و قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

## ماہِ ذوالحج میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

- ۱۰ ذوالحج کو امرِ خداوندی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کے لیے پیش کر دیا۔
- ماہِ ذوالحج میں حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم دینِ اسلام سے مشرف ہوئے۔
- ذوالحج ۲ھ میں غزوۂ سویق پیش آیا۔
- ۷ ذوالحج کو غزوۂ بنی قریظہ سے نبی کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ واپسی ہوئی۔
- ذوالحج ۶ھ میں صلح حدیبیہ طے پایا۔
- ماہِ ذوالحج میں دونوں بیعتِ عقبیٰ ہوئیں۔
- ذوالحج ۹ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے موقع پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سورۂ برأت سنانے کے لیے بھیجا۔
- ۹ ذوالحج ۱۰ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر آخری اور تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔

# موت وما بعد الموت

## قیامت کے دن کیفیت کے اعتبار سے کفار کی تیسری قسم: التخاصم:

## قیامت کے دن ہونے والی بحث و تکرار

مصنف نے چار قسم کے تنازعات بیان کیے ہیں:

أ. العباد والمعبودین: بندوں اور ان کے معبودوں کے درمیان نزاع

ب. الاتباع والمتبوعین: پیروکاروں اور جن کی وہ پیروی کرتے تھے کے مابین تکرار

ج. الانسان وقرینہ: انسان اور اس کے قرین کے مابین نزاع۔ قرین وہ شیطان ہے جو ہر انسان کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

د. الانسان واعضائہ: انسان اور اس کے اپنے اعضائے جسم کے مابین جھگڑا۔

### أ. بندوں اور ان کے معبودوں کے درمیان نزاع:

اس موضوع کے تحت ہم انسانوں اور ان کے مختلف قسم کے معبودوں کے مابین جھگڑے کا ذکر کریں گے، یعنی بت اور ان کی پوجا کرنے والے، فرشتے اور ان کی عبادت کرنے والے، یسوع مسیح اور عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی پوجا کرنے والے۔ اللہ رب العزت بتوں کی پوجا کے حوالے سے فرماتے ہیں:

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ○ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ○﴾

(سورۃ یونس: ۲۸، ۲۹)

”اور (یاد رکھو) وہ دن جب ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے پھر جن لوگوں نے شرک کیا تھا، ان سے کہیں گے: ذرا اپنی جگہ ٹھہرو، تم بھی اور وہ بھی جن کو تم نے اللہ کا شریک مانا تھا۔ پھر ان کے درمیان (عابد اور معبود کا) جو رشتہ تھا، ہم وہ ختم کردیں گے، اور ان کے وہ شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے! ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ بننے کے لیے کافی ہے (کہ) ہم تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے“۔

ایک تفسیر کے مطابق اس آیت میں بتوں اور ان کی پوجا کرنے والوں کا ذکر ہے۔ پس اللہ رب العزت بتوں اور ان کی پوجا کرنے والوں کو ایک جگہ اکٹھا فرمائیں گے اور انہیں حکم فرمائیں گے کہ اپنی اپنی جگہ ٹھہرو! اور پھر اللہ رب العزت ان کے مابین جدائی ڈال دیں گے...... بت کہیں گے کہ تم ہماری پوجا نہیں کرتے تھے۔ جبکہ ایک اور تفسیر کے مطابق اس آیت میں شیاطین اور ان کے پیروکاروں کا ذکر ہے، پس شیاطین صاف انکاری ہو جائیں گے کہ تم ہماری پوجا نہیں کرتے تھے۔ وہ پتھر کہ جن کی ان کے پیروکار صبح و شام پوجا کرتے رہے، اس دن کہیں گے کہ ہم تو جانتے ہی نہیں کہ تم ہماری پوجا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ ایک پتھر کیسے جان سکتا ہے کہ کوئی اس کی پوجا کر رہا ہے؟ لہٰذا وہ ان پیروکاروں کی عبادت سے لاعلمی کا اظہار کریں گے، اور یہ ایک ایسا واقعہ ہو گا جو بتوں کی پوجا کرنے والوں کو ہلا کر رکھ دے گا کہ جب قیامت کے دن وہ اپنے 'خدا' کے پاس آئیں گے کہ ہماری مدد کرو تو ان کا 'خدا' ان سے کہے گا کہ میں تو تمہیں جانتا ہی نہیں، میں تو محض ایک پتھر ہوں۔

پھر اللہ کی مخلوق میں سے بعض وہ بھی ہیں جو ہرگز نہیں چاہتے کہ ان کی پوجا کی جائے، مثلاً فرشتے۔ فرشتوں نے کبھی نہیں چاہا کہ ان کی پوجا کی جائے مگر پھر بھی بعض لوگ ان کی پوجا کرتے رہے، مثلاً عرب کے بعض مشرکین فرشتوں کی پوجا کرتے تھے اور بعض دیگر اقوام میں بھی فرشتوں کی عبادت معروف ہے۔ اللہ رب العزت اس حوالے سے فرماتے ہیں:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾

(سورۃ سبا: ۴۰)

”اور وہ دن نہ بھولو جب اللہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے کہے گا: کیا یہ لوگ واقعی تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟“

اللہ رب العزت فرشتوں کو بلائیں گے اور ان سے دریافت فرمائیں گے کہ کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟ کیا اللہ رب العزت نہیں جانتے؟ یقیناً اللہ رب العزت فرشتوں کے جواب سے واقف ہیں پھر اس سوال کا کیا مقصد ہے؟ اللہ رب العزت ان لوگوں کے سامنے، جو فرشتوں کی عبادت کیا کرتے تھے، فرشتوں سے سوال فرمائیں گے تاکہ وہ خود فرشتوں کے منہ سے ان کا جواب سن لیں۔ یہ ان کے خلاف گواہی ہوگی۔ اور قرآن بار بار یہ نقشے ہمارے

سامنے رکھتا ہے کہ اللہ رب العزت ان معبودوں کو بلائیں گے اور ان کے پیروکار اپنے معبودوں کے منہ سے ان کا جواب سن لیں گے۔

﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (سورۃ سبا: ۴۱)

”وہ کہیں گے کہ ہم تو آپ کی ذات کی پاکی بیان کرتے ہیں، ہمارا تعلق آپ سے ہے، ان لوگوں سے نہیں۔ دراصل یہ تو جنات کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر لوگ انہی کے معتقد تھے“۔

فرشتے کیا جواب دیں گے؟ سب سے پہلے تو وہ اللہ رب العزت کی تقدیس بیان فرمائیں گے، یہ سبحانک کہنا، یہ تقدیس بیان کرنا تنزیہ الحق کہلاتا ہے یعنی یہ گواہی دینا کہ اللہ رب العزت تمام نقائص سے پاک ہے۔ جب آپ کہتے ہیں سبحان اللہ! تو اس کا معنی ہے کہ آپ اللہ رب العزت کی ذات میں ہر کمزوری اور ہر نقص کا انکار اور اللہ رب العزت کی ذات میں ہر خیر اور خوبی کی کاملیت کا اقرار کرتے ہیں۔

بہت سے لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں فرشتہ دیکھا، فرشتہ میرے پاس آیا، فرشتے نے مجھے یہ اور یہ کہا، میں نے فرشتے سے باتیں کیں وغیرہ...... یہ دراصل جنات کے ساتھ تعامل ہے۔

اللہ کے سوا بہت سے انسانوں کی بھی پوجا کی جاتی ہے مگر انسانوں میں سے جس انسان کی سب سے زیادہ پوجا کی جاتی ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو روئے زمین کے سب سے عظیم شرک کے لیے استعمال کیا گیا۔ بہت سے شرک ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ منسوب کیے جاتے ہیں جب کہ عیسیٰ علیہ السلام ان سے مکمل طور پر بری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی عبادت کا علیحدہ سے ذکر فرمایا جبکہ دیگر جتنے انسانوں کی عبادت کی جاتی رہی ہے ان کا نام لے کر ذکر نہیں فرمایا۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں...... اور یہ آیات قیامت کا احوال بیان کرتی ہیں کہ اس دن یہ ہو گا:

﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ڲ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝﴾ (سورۃ المائدۃ: ۱۱۶)

”اور (اس وقت کا بھی ذکر سنو) جب اللہ کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ دو معبود بناؤ؟ وہ کہیں گے: ہم تو آپ کی ذات کو (شرک سے) پاک سمجھتے ہیں۔ میری مجال نہیں تھی کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو آپ کو یقیناً معلوم ہو جاتا۔ آپ وہ باتیں جانتے ہیں جو میرے دل میں پوشیدہ ہیں اور میں آپ کی پوشیدہ باتوں کو نہیں جانتا۔ یقیناً آپ کو تمام چھپی ہوئی باتوں کا پورا پورا علم ہے“۔

اللہ رب العزت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور قیامت تک قرآن پڑھنے والوں سے مخاطب ہیں، فرماتے ہیں: ”اور یاد کرو جب کہ اللہ پوچھے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود بناؤ؟“...... آپ کسی ایسی چیز کو کیسے یاد کر سکتے ہیں جو ابھی تک واقع ہی نہ ہوئی ہو؟ اللہ رب العزت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پڑھنے والوں کو کیونکر فرماتے ہیں کہ ”اور یاد کرو!......“۔ ایک مفسر نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جہاں تک انسانوں کا تعلق ہے تو وقت ان کے لیے ماضی حال اور مستقبل میں منقسم ہے۔ وقت کے یہ تین درجے ہیں ہم انسانوں کے لیے۔ بحیثیت انسان ہمارا مستقبل پر کوئی زور نہیں، ہم مستقبل میں واقع ہونے والے نتائج پر اختیار نہیں رکھتے، مستقبل ہم پر مخفی ہونے کی یہی وجہ ہے کہ نتائج پر ہمارا اختیار نہیں ہے۔ اگر آپ ابھی اٹھنے اور اس کمرے سے باہر نکلنے کا ارادہ کریں تو اس ارادے کے نتیجے پر آپ کا کوئی اختیار نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی وجہ آپ کو اس ارادے سے باز رکھے، ہو سکتا ہے کہ آپ کے ساتھ کچھ ایسا ہو جائے کہ آپ اس ارادے پر عمل نہ کر سکیں، آپ کی موت واقع ہو سکتی ہے، آپ گر کر چوٹ کھا سکتے ہیں، اپنا ارادہ تبدیل کر سکتے ہیں...... ہمارے پاس مستقبل کو قابو کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے، یہ ہمارے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔ ہم منصوبہ بندی کر سکتے ہیں، اپنی پوری کوشش کر سکتے ہیں مگر نتیجہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہو گا...... یعنی مستقبل ہمارے لیے نامعلوم ہی رہتا ہے۔ مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے یہ معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ اللہ رب العزت کے لیے ماضی حال اور مستقبل سب ایک سا ہے، جو ہو چکا ہے اور جو ہونا ہے...... اللہ کے لیے اس کا علم یکساں ہے۔ اللہ رب العزت کے لیے تو یہ ایک کھلی ہوئی کتاب ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ اور اسی نے تمہیں اور تمہارے تمام اعمال کو پیدا کیا۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا تو اللہ ہی ہے اللہ رب العزت کو مستقبل کا حال معلوم ہے لہٰذا اللہ پاک اس کے بارے میں اس طرح ذکر فرماتے ہیں گویا وہ ماضی ہو...... اسی لیے جب اللہ رب العزت فرماتے ہیں اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ”اللہ کا حکم آن پہنچا ہے پس تم جلدی مت مچاؤ“، مستقبل کے وہ واقعات کہ جو ابھی تک پیش نہیں آئے لیکن چونکہ اللہ رب العزت نے انہیں مقدر فرمایا ہے اور اللہ جانتے ہیں کہ حالات و واقعات کے کیا نتائج برآمد ہوں گے، لہٰذا اللہ رب العزت انہیں اس طرح بیان فرما سکتے ہیں کہ جیسے وہ واقع ہو چکے ہوں۔ پس اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ المائدۃ: ۱۱۶)

”اور (وہ وقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ ”خدا کے علاوہ مجھے اور میری والدہ کو بھی معبود بنا لو“؟“

قیامت کے دن عیسیٰؑ اللہ رب العزت کے سامنے کھڑے ہوں گے اور اللہ رب العزت تمام مخلوق کے سامنے ان سے دریافت فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ ”خدا کے علاوہ مجھے اور میری والدہ کو بھی معبود بنالو“؟ ضمناً یہ کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ذکر بھی کیا گیا جبکہ ان کی عبادت نہیں کی جاتی، لیکن چونکہ انہیں نعوذ باللہ خدا کی ماں کا درجہ دیا جاتا ہے اور اس طرح انہیں خدائی صفات میں شریک کیا جاتا ہے اس لیے اللہ رب العزت نے یہ فرمایا کہ یہ بھی گویا ان کی عبادت ہی ہے۔ عیسیٰؑ اپنے رب کے سوال کے جواب میں کیا فرمائیں گے؟

﴿قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ۣاِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭاِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○﴾(سورۃ المائدۃ: ۱۱۶)

”(عیسیٰؑ) عرض کریں گے: پاک ہے تو! میرے لیے یہ کسی طرح بھی ممکن نہ تھا کہ میں ایسی بات کہہ دیتا جس کا مجھے کوئی حق ہی نہ تھا، اگر میں نے کہا ہوتا تو یقیناً تجھے اس کا علم ہوتا، تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے، اور میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے دل میں ہے، بے شک تو ہی تو ہے پوشیدہ چیزوں کا خوب جاننے والا“۔

دوسرے لفظوں میں گویا حضرت عیسی علیہ السلام فرمائیں گے کہ یہ بات تو میرے خواب وخیال میں بھی کبھی نہیں آئی۔ آپ میرے دل کے حال سے بخوبی واقف ہیں...... میرے دل میں کبھی ایسا خیال تک نہیں آیا۔ اللہ رب العزت اپنے سوال کا جواب پہلے سے جانتے تھے مگر عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ مخلوق کے سامنے حق کا اظہار ہو اور عیسیٰؑ نے جو جواب دیا اس سے واضح ہے کہ میں محض ایک انسان ہوں اور غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، اللہ جانتے ہیں جو میرے دل میں ہے جب کہ میں نہیں جانتا جو اللہ کے علم میں ہے اور بے شک تو ہے ہر غیب کا علم رکھنے والا ہے۔ اس کے بعد عیسیٰؑ نے فرمایا:

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ﴾ (سورۃ المائدۃ: ۱۱۷)

”میں نے ان لوگوں سے اس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا، اور وہ یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار“۔

اور پھر عیسیٰؑ نے فرمایا:

﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○﴾(سورۃ المائدۃ: ۱۱۸)

”تو اگر انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو انہیں بخش دے تو بھی تو زبردست ہے حکمت والا ہے“۔

عیسیٰؑ ان سب باتوں کا ببانگ دہل اظہار فرمائیں گے اور واضح فرمائیں گے کہ آج کے دن ہر فیصلے کا اختیار محض اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے، میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اگر آپ انہیں عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں، آپ کے غلام ہیں اور آپ کو ان کے اوپر پورا پورا اقتدار حاصل ہے اور اگر آپ انہیں معاف فرمانا چاہیں تو آپ عزیز وحکیم ہیں۔

﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○﴾(سورۃ المائدۃ: ۱۱۹)

”اللہ فرمائے گا: یہ وہ دن ہے جس میں سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ پہنچائے گا۔ ان کے لیے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جن میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے خوش ہے اور یہ اس سے خوش ہیں۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے“۔

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى صحبه وسلم

## بقیہ: سورۃ الانفال

تو بنی اسرائیل کا ذکر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیگر جگہوں پہ فرمایا کہ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وہ کہتے ہیں ہم نے سن لیا اور نافرمانی کی۔ تو سن کے بھی نافرمانی کرتے تھے۔ سن کے بھی احکامات کو پامال کیا کرتے تھے۔ تو اس رویے سے منع کیا کہ صرف سننا کافی نہیں ہے بلکہ سنو اور سننے کے بعد اس کی اطاعت کرنے والے بنو۔ اللہ کے دربار میں پیارے بھائیو! جیسا علامہ سعدیؒ فرماتے ہیں مجرد دعویٰ جو ہے وہ کام نہیں آئے گا۔ خالی دعوے اللہ کے دربار میں کام نہیں آئیں گے۔ اس دعوے کی تائید میں ہمیں ثبوت پیش کرنا ہوگا کہ ہم واقعی رب پہ ایمان رکھتے تھے۔ واقعی اس کے نبی ﷺ پہ ایمان رکھتے تھے۔ واقعی ان سے محبت کیا کرتے تھے۔ واقعی ان کو ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ واقعی ہر ذات سے زیادہ عزیز رکھتے تھے تو یہ اللہ اور اس کے نبی ﷺ سے ہماری محبت کا تقاضا ہے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش ہونی چاہیے کہ ہماری زندگیوں میں اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی اطاعت ہو اور حال ایسا ہو جائے کہ جیسا حدیث میں آتا ہے کہ تین نشانیاں یا تین صفات جس میں پائی جائیں اس نے ایمان کی حلاوت پالی۔ ان میں سے آخری نشانی یہ ہے کہ وہ اس بات کو کہ وہ دین سے لوٹ جائے اس کو اتنا ہی ناپسند کرتا ہو جیسے اس کو یہ ناپسند ہو کہ کوئی اس کو آگ میں ڈال دے۔ تو اتنا یہ دین محبوب ہو اور اس کے کسی حکم سے بھی دوری اتنی شاق گزرتی ہو، گویا آگ میں پھینکا جا رہا ہے انسان کو۔ اللہ تعالیٰ اس دین سے ایسی محبت، اس کا فہم اس کے لیے شرح صدر، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمادیں۔

سبحانک اللھم و بحمدک نشھد ان لا الہ الا انت نستغفرک و نتوب الیک و صلی اللہ علی النبی

# مُجاهد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟

تالیف: أبو البـــراء الإبّي

وجہ نمبر: اٹھائیـس (28)

یہ تحریر تنظیم قاعدۃ الجہاد في جزیرۃ العرب سے وابستہ یمن کے ایک مجاہد لکھاری ابو البراء الاِبی کی تالیف 'تبصرة الساجد في أسباب انتكاسة المجاهد' کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے ایسے افراد کو دیکھا جو کل تو مجاہدین کی صفوں میں کھڑے تھے، لیکن آج ان صفوں میں نظر نہیں آتے۔ جب انہیں تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ دنیا کے دیگر دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اس سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ یہ تحریر ان سوالوں کا جواب ہے۔ (ادارہ)

## اٹھائیسویں وجہ: تنقید اور ملامت کے سامنے انتہائی حساسیت

بعض افراد نہیں چاہتے کہ انہیں کوئی ملامت کرے، یا ان کا محاسبہ کرے یا ان پر نقد کرے۔ اور اگر ایسا ہو جائے تو ایسا شخص اپنے اوپر اثر طاری کر لیتا ہے، کام سے رک جاتا ہے اور راستہ سے پھر جاتا ہے۔ یا تو اس شعور کے تحت کہ وہ ناکام ہے اور کوئی کام درست نہیں کر سکتا، یا یہ کہ وہ اس مرتبہ تک پہنچ گیا ہے جہاں اس پر نقد نہیں کی جانی چاہیے۔ یا اس لیے کہ فلاں جیسا شخص کیوں اسے ہدایت دے رہا ہے یا نقد کر رہا ہے۔

کہاں یہ اور کہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے فرمایا: ''اللہ اس پر رحم کرے جو ہمارے عیب ہمیں بتلاتا ہے''۔

ایک دفعہ منبر پر چڑھے اور فرمایا: ''اے لوگو! سنو اور مانو''۔ تو ایک عام آدمی کھڑا ہوا اور کہا: نہ سنوں گا اور نہ مانوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں؟ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ تو اس شخص نے کہا: کیونکہ آپ نے ہمیں ایک ایک کپڑا دیا اور خود دو کپڑے پہنے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''اٹھو! اے عبد اللہ بن عمر''۔ تب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر بتایا کہ انہوں نے اپنے والد صاحب کو اپنے حصہ کا کپڑا دیا تھا کیونکہ ان کی جسامت بڑی ہے۔

ایک دفعہ فرمایا: ''اگر تم مجھ میں ٹیڑھ دیکھو [تو کیسا ہے]''۔ ایک شخص نے کہا: اگر آپ میں ٹیڑھ دیکھیں گے تو اپنی تلواروں سے سیدھا کر دیں گے۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ مختصر منہاج القاصدین میں لکھتے ہیں:

> ''اور جان لو: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لیے خیر چاہتے ہیں تو اسے اس کے عیب دکھا دیتے ہیں۔ اب جس کو بصیرت حاصل ہو اس سے عیب چھپ نہیں سکتے۔ اور جب اسے عیب کا علم ہو تو علاج بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اکثر لوگوں کو اپنے عیب کا علم ہی نہیں ہوتا۔ اپنے بھائی میں تنکا نظر آتا ہے اور اپنی آنکھ میں تنا نظر نہیں آتا۔
>
> جو یہ چاہتا ہے کہ اپنے عیب کو جان لے تو اس کے چند طریقے ہیں۔
>
> **پہلا طریقہ:** کہ ایسے شیخ کے سامنے بیٹھے جو نفس کے عیوب جانتا ہو۔ وہ شیخ اس کو اس کے نفس کے عیوب بھی بتائے اور علاج کا طریقہ بھی۔ لیکن اس دور میں ایسا ملنا بہت مشکل ہے۔ لیکن جو ایسے شیخ کو پا لے تو حقیقت میں اس نے حاذق طبیب پا لیا ہے۔ اسے نہیں چاہیے کہ وہ اسے چھوڑے۔
>
> **دوسرا طریقہ:** وہ ایسا سچا، با بصیرت، با شرع دوست ڈھونڈے، اور اسے اپنے اوپر نگران مقرر کر لے تاکہ اخلاق و افعال کے ہر برائی پر اسے خبر دار کرے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اللہ ایسے شخص پر رحم فرمائے جو ہم تک ہمارے عیوب پہنچاتا ہے۔ اسی طرح جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کے یہاں آئے تو انہوں نے اپنے عیوب کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ آپ نے ایک دستر خوان پر دو سالن رکھے۔ اور آپ نے دو جوڑے رکھے ہیں، ایک رات کے لیے ایک صبح کے لیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ بھی کچھ تم نے سنا ہے؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب یہ دونوں کام میں آئندہ نہیں کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کرتے تھے: آیا میں منافقین میں سے تو نہیں؟ یہ اس لیے کہ جس شخص کا بیداری میں مرتبہ جتنا بلند ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو ملامت زیادہ کرتا ہے۔ لیکن ہمارے زمانے میں ایسا دوست بھی نایاب ہے جو مداہنت نہ کیا کرے۔ عیب بتایا کرے اور حسد نہ کیا کرے۔ ضرورت سے زیادہ آگے نہ بڑھے۔ سلف صالحین ان لوگوں کو پسند کرتے تھے جو ان کے عیوب پر خبر دار کریں۔ جبکہ آج کل کے زمانے میں ہم میں سے غالب ایسے ہیں جن کے لیے عیب بتانے والا سب سے زیادہ مبغوض ہوتا ہے۔ یہ ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ کیونکہ برے اخلاق بچھوؤں کی طرح ہوتے ہیں۔

# سورۃ الانفال

## خواطر، نصائح اور تفسیر

شہید عالمِ ربانی استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين محمد و على آله و صحبه و ذريته اجمعين اما بعد

فقد قال الله سبحانه وتعالىٰ فی كتابه المجيد بعد أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمان الرحيم

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ○
وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾(سورۃ الانفال:۲۰،۲۱)

صدق الله مولانا العظيم،رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ، يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ

پیارے بھائیو!

پچھلی آیات میں اختتام اس بات پر ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کافروں کی چالوں کو کمزور کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معیت، اللہ کی نصرت اہلِ ایمان کے ساتھ ہے۔ تو اس کے بعد ساتھ ہی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ تو یہ اطاعت کا حکم ساتھ ہی اس لیے آیا کہ کہیں یہ سن کر کہ اللہ کی معیت ہمارے ساتھ ہے ہم غافل نہ ہو جائیں۔ تو ساتھ ہی کہا گیا کہ یہ اترانے کا مقام نہیں بلکہ شکر گزاری کا تقاضا ہے کہ مزید اللہ کے سامنے جھک جایا جائے اور مزید اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت میں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں آگے بڑھا جائے۔

پیارے بھائیو!

یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہمارے دین کا مغز یا اس کا جوہر یا اس کا محور ہے۔ اس کے گرد دینِ اسلام گھومتا ہے۔ اسلام نام ہے اللہ کے احکامات کی پابندی کرنے کا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے احکامات ہم تک پہنچائے، جو آپ کی پسند وناپسند یعنی اللہ کی پسند و ناپسند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک پہنچائی، تو اس کی اتباع کرنا اور ان چیزوں کی پابندی اختیار کرنا، یہ بنیادی طور پہ وہ شریعت ہے جو ہمیں دی گئی۔ تو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ ہماری زندگی کا ضابطہ حیات ہے۔ دینِ اسلام ہماری زندگی گزارنے کا وہ طریقہ ہے کہ جو آخرت میں ہماری نجات کا باعث بنے گا، جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قرب کا باعث بنے گا، ہر مسلمان سے اس کی اطاعت مطلوب ہے اور کوئی جہاد کر رہا ہو، نام بھی شریعت کا لے رہا ہو، کہتا ہو کہ میں نفاذِ شریعت کے لیے لڑتا ہوں تو اس کی زندگی میں نفاذِ شریعت کا رنگ رچا بسا ہونا یہ عام مسلمان سے بھی بڑھ کے زیادہ مطلوب ہے۔ جو شخص جو دعویٰ کر رہا ہے اس کو سب سے پہلے اپنی زندگی میں اس دعوے کو ثابت کرنا ہے کہ وہ اپنی بات میں سچا ہے، واقعتاً وہ اپنے نفس کے لیے نہیں لڑ رہا، اپنے مفاد کے لیے نہیں لڑ رہا، وہ اپنی ذاتی حکومت وبادشاہت قائم کرنے کے لیے نہیں لڑ رہا......اس کا قتال واقعتاً شریعت کے غلبے کے لیے ہے اور اللہ کے دین کے غلبے کے لیے ہے۔ تو میں اور آپ اپنی اپنی زندگیوں میں جھانک کر دیکھیں کہ جتنا مقدس جھنڈا ہم نے اٹھایا ہے، جتنا بڑا دعویٰ ہم نے کیا ہے، اس کی مناسبت سے کیا ہماری زندگیوں میں بھی شریعت کی اتباع اور اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت موجود ہے؟ تو قرآن نے انبیا علیہم السلام کا اسوہ یہی بتایا ہے کہ وہ جس چیز کی طرف دعوت دیتے تھے سب سے پہلے اس کے رنگ میں رنگے جاتے تھے۔ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ تو جیسے حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ ”میں نہیں چاہتا کہ جس چیز کی طرف تمہیں حکم دوں اس کی خود مخالفت کروں“، تو اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اس سرزمین کے اوپر شریعت نافذ ہو، پاکستان میں شریعت نافذ ہو، پورے برصغیر میں، پورے اسلامی ہند میں شریعت نافذ ہو، اسلام کا غلبہ ہو، پھر آگے بڑھتے بڑھتے پورے عالم میں خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہو، تو سب سے پہلے پھر جس دین کے غلبے کی ہم بات کر رہے ہیں وہ مجاہدین کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بھی وہ دین نظر آنا چاہیے اور اسی طرح اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ ذکر کیا وہاں بھی آپ نے، جب آپ نے دوسروں کو توحید کی دعوت دی تو ساتھ ہی کہا وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ، سب سے پہلے اسلام لانے والا میں خود ہوں، سب سے پہلے میں پہل کرتا ہوں، اپنے آپ کو اس کا پابند بناتا ہوں۔ تو یہ ہم سے بھی مطلوب ہے کہ جو دعویٰ ہم کر رہے ہیں اس میں اپنے آپ کو سچا، اللہ کے سامنے، سب سے پہلے ثابت کریں اور پھر وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، اللہ اور اہلِ ایمان سب ہی دیکھ رہے ہیں ہماری بات کو، ہمارے عمل کو کہ آپس میں کتنا مطابقت رکھتے ہیں۔

## داعی کی اپنی زندگی شریعت کی اطاعت کا مظہر ہونی چاہیے

جب ہم شریعت کی اتباع کی بات کرتے ہیں تو شریعت کے احکامات دو بڑے اجزاء میں تقسیم ہوتے ہیں۔ عبادات میں اور معاملات میں۔ تو عبادات میں بھی ہماری زندگیاں شریعت کی پابند ہونی چاہییں۔ وہ نماز روزہ ہو، قرآن کی تلاوت واذکار کا اہتمام ہو، نوافل اور سنتوں کا اہتمام ہو، تو ان سب امور میں، زکوٰۃ کی ادائیگی میں، جو استطاعت رکھتا ہو اس کے لیے تو ان سب امور کے اندر، ہمیں عبادات کے اندر اپنے آپ کو شریعت کا پابند بنانا ہے۔ جو اللہ سبحانہ تعالیٰ کے حقوق ہیں ہمارے اوپر ان کو ادا کرنا ہے۔ اسی طرح معاملات کا معاملہ ہے اور معاملات میں، یعنی دوسرے انسانوں سے جو اس کا تعامل ہے بالعموم انسان اس میں کوتاہی زیادہ کرتا ہے،

وہ تجارت میں کسی کے ساتھ مشترکہ طور پہ اترتا ہے یا خود بھی ایک تجارت شروع کرتا ہے تو وہاں انسانوں سے روز مرہ کا اس کا معاملہ ہے، وہ نام جہاد کا لے اور شریعت کا لے لیکن خود اپنی روز مرہ دکانداری کے اندر وہ ڈنڈی مارتا ہو، وہ دعوت دیتا ہو جہاد کی یا وہ بالفعل قتال کر رہا ہو، یا وہ شریعت کی دعوت دیتا ہو یا بالفعل اس کے نفاذ کے لیے وہ اسلحہ بھی اٹھائے کھڑا ہو، اس کو سوچنا چاہیے کہ جس بات کا وہ دعویٰ کر رہا ہے پھر اس کے کاروبار میں بھی نظر آنا چاہیے وہی دعویٰ، اسی طرح جو گھروں کے اندر وراثت کی تقسیم کے مسائل آتے ہیں، تو مجاہدین کے گھروں کے اندر باقیوں سے بڑھ کے اس کا اہتمام ہونا چاہیے کہ ہمارے ہاں جو مکروہ طریقہ ہے خواتین کو حصہ نہ دینے کا، ہماری زندگیوں، ہمارے گھروں میں کم از کم وہ چیز نہ موجود ہو۔ پردہ ہے...... وہ شریعت کے مطابق گھروں کے اندر نافذ ہو اور گھروں کے اندر پردے کے احکامات کی مخالفت نہ کی جاتی ہو۔ منکرات ہیں...... ٹی وی گھر کے اندر چل رہا ہے، فلمیں گھر میں چل رہی ہیں، گانوں کی آوازیں گونج رہی ہیں اگر دین کا اور جہاد کا نام لینے والوں کے گھر ایسے ہوں گے تو کیسے وہ اپنے دعوے کے اندر سچے ہو سکیں گے؟ اللہ کے ہاں بھی وہ کیسے سچے ہو سکیں گے اور اہل ایمان کے ہاں بھی!

تو اپنی زندگیوں سے ان منکرات کو بھی نکالا جائے۔ اسی طرح شادی بیاہ کے موقع پر جو فضول خرچیاں اور جو ہندوانہ رسومات ہمارے معاشروں میں رائج ہیں، ہماری زندگیاں ان سے بھی پاک ہوں اور اس سے لے کر آخر تک، روز مرہ کے تعامل میں، صلہ رحمی کرنے میں، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے میں، والدین کے حقوق ادا کرنے میں، اپنے پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے میں...... واجبات کی اور فرائض کی ایک طویل فہرست ہے جو ہمارے ذمہ بنتی ہے، تو وہ ہم سے معاف نہیں ہوئے، وہ سارے کے سارے ہم نے بقدر استطاعت پورے کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ تو عبادات اور معاملات دونوں میں اپنی اپنی زندگیوں کو ہم شریعت کے مطابق ڈھالیں۔ ایک شریعت کی بات کرنے والے کی بات کا سارا وزن گر کے زمین پہ آجاتا ہے اور وہ اللہ کے ہاں مؤاخذہ کا باعث بھی بن سکتا ہے کہ جب اس کے اپنے گھر کے اندر اس کا اپنے چچا سے، اپنے کزنز سے، اپنے رشتہ داروں سے، اپنے بڑوں سے، بزرگوں سے، اس کا رویہ اچھا نہ ہوتا ہو، ان سے بدتمیزی سے پیش آتا ہو، ان کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہو۔ تو جہاد یقیناً فرض عین اور اہم ترین فرض عین ہے اور اسی کو ترجیح اوّل رکھا جائے گا موجودہ حالات میں لیکن اس کے ساتھ اگر کوئی چیز کسی درجے میں نبھائی جا سکتی ہے، بالخصوص ان ساتھیوں کے لیے جن کے کام کی نوعیت ایسی ہے کہ ان کے لیے زیادہ آسانی ہے، مثلاً کوئی پاکستان کے اندر کسی دعوتی کام میں مصروف ہے، وہاں کسی جہادی کام کے اندر لگا ہوا ہے اور گھر والوں سے اس کا تعامل بھی ہو رہا ہے تو وہاں اس کے لیے ممکن بھی ہے کہ وہ محاذ پہ بیٹھے ساتھی کی نسبت زیادہ بہتر طور پہ حقوق ادا کرے۔ اس کے لیے کیسے گنجائش ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اندر شریعت کے ان احکام کو پامال کرتا ہو۔

## اصلاح اعمال کے ساتھ اصلاح عقائد کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے

تو پیارے بھائیو!

یہ ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کہ اپنی پوری زندگی کو، خواہ اللہ کے حقوق ہوں یا بندوں کے، ان اعمال کو شریعت کے مطابق ڈھالا جائے۔ اسی طرح سے عقائد سے متعلق چیزیں ہیں۔ مجاہدین کو اس کا بھی اہتمام کرنا چاہیے کہ ان کے عقائد کے اندر کسی قسم کی ملاوٹ، کسی قسم کی بدعت، کسی قسم کی شرکیات کی بو تک جو ہے برداشت نہ کی جاتی ہو اور اس مسئلے کے اندر بالکل صاف شفاف عقائد کے اوپر کھڑے ہوئے ہوں، نا صرف یہ کہ اپنی زندگی کے اندر بلکہ اپنے ارد گرد اپنے رشتہ داروں، اپنے گھر والوں، اپنے محلوں کے اندر بھی عقائد کو شریعت کی روشنی میں درست کروانے کا اہتمام کریں۔ ہمارے ہاں تو یہ وبائیں پھیلی ہوئی ہیں معاشرے کے اندر، عام ہے یہ چیز کہ لوگ قبروں پر جاتے ہیں، وہاں نذرانے چڑھاتے ہیں، وہاں سجدے کرتے ہیں، دعائیں مانگتے ہیں...... تو جن کے گھروں اور خاندانوں میں یہ امراض پھیلے ہوئے ہیں، وہ وہاں پہ حکمت کے ساتھ، سلیقے کے ساتھ، اس کو روکنے کی کوشش کرنے والے ہوں۔ تو شریعت کی ایک چلتی پھرتی دعوت ہماری زندگیوں میں نظر آنی چاہیے، ان کی زندگیوں میں بھی کہ جنہوں نے شریعت کا نام لیا اور یہی ایک عام مسلمان سے بھی مطلوب ہے کہ اپنی زندگی میں سے خلاف شرع چیزوں کو دور کرے۔

## فکری انتشار کی اصلاح

یہاں میرے پیارے بھائیو! اس چیز کی طرف بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم جس دور میں رہ رہے ہیں اس میں بہت بڑی تعداد ہماری، بالخصوص نوجوان نسل کی وہ ہے کہ جس نے اپنے علم فہم اور اپنی ذہن سازی کے لیے میڈیا کے اوپر انحصار کیا ہے۔ جو کچھ میڈیا سے اس کے اندر پمپ کیا گیا ہے، اسی کو اپنے اندر اپنے دل و دماغ کے اندر جگہ دی ہے اور دوسری چیز ہمارا فاسد عصری نظام تعلیم ہے کہ اس نے جو بھی چیزیں اندر فیڈ کی ہیں وہ اس کے اندر اسٹور (محفوظ) ہو چکی ہیں۔ تو اس سب کے زیر اثر جو مفاسد نکلے ان میں سے ایک مفسدہ یہ بھی ہے کہ اطاعت کرنے کو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کو، شریعت کی پابندی کرنے کو، دل پر ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے اور جب اس کا کوئی ذکر کرے تو اس طرح کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے کہ چہرے کے اوپر ایک تنگی نظر آنے لگتی ہے، محسوس ہوتا ہے جیسے گراں گزر رہی ہے یہ بات۔ دین کو وہ جکڑ بندی سمجھتا ہے۔ دین کو قید سمجھتا ہے۔ تو اللہ کے اس دین کو کہ جس سے زیادہ سہل، جس سے زیادہ قریب از فطرت دین نہ ہے نہ ہو سکتا ہے اور جس کے اندر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اتنے خوبصورت احکامات کا مجموعہ ہمارے لیے اتارا، جو چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی تروتازہ ہیں اور جنہوں نے تاقیامت رہنا ہے۔ یہ نبوت ہے قیامت تک کے لیے تو اس نے ہر بدلتے حالات، ٹیکنالوجی کے اعتبار سے انسانی معاشرے کتنا ہی آگے کیوں نہ

نکل جائیں، یہ شریعت اللہ کا علم ہر چیز پہ محیط تھا تبھی اللہ نے سارے آنے والے امور کے مطابق یہ احکامات اتارے جنہوں نے سب ادوار میں، سب بدلتے ہوئے حالات میں رہنمائی فراہم کرنی ہے۔ تو یہ دین سہل دین ہے۔ یہ دین ایسا ہے کہ کوئی اس کو واقعتاً قریب سے دیکھے، کھلی آنکھوں سے اس پہ غور کرے تو اس کی محبت میں مبتلا ہو جائے اور جن چیزوں کو وہ جکڑ بندیاں سمجھ رہا ہے اس کو لپک کر وہ اختیار کرنے والا بن جائے۔ لیکن جس طرح میں نے کہا کہ جو تصویر پیش کر دی گئی وہ یہ کہ مولویوں نے لوگوں کو جکڑ دیا چیزوں کے اندر اور پابندیاں لگاتے ہیں سارا وقت، منع کرتے رہتے ہیں چیزوں سے، یہ نہ کرو، یہ نہ کرو...... تو انسان تھوڑی دیر بیٹھ کے تو دیکھے کہ مطلقاً آزاد کوئی بھی نہیں ہوتا۔ دنیا میں کوئی بھی ایسا انسان نہیں ہے جو کہے میں مطلقاً آزاد ہوں، میرے اوپر کوئی قید و بند نہیں ہے۔ وہ جس ملک میں رہتا ہے اس کو اس ملک کے قانون کو فالو کرنا ہوتا ہے۔ وہ جتنا بڑا بھی freedom اور human rights کا دعوی دار ہو، وہ اپنے ملک کے قانون کی خلاف ورزی کرے تو اس کو مار پڑے گی اس پہ۔ وہ خود بھی نہیں کہے گا کہ اس خلاف ورزی پہ مجھے سزا نہیں ملنی چاہیے۔ اسی طرح وہ اگر کسی معاشرے کے اندر رہتا ہے، اس معاشرے کے اپنے بھی کچھ پریشر ہوتے ہیں۔ اس کے گھر والوں کے، اس کے علاقے کے رسم و رواج ہوتے ہیں جن کا اس کو خیال رکھنا پڑتا ہے۔ پہلی بات تو یہ واضح ہونی چاہیے کہ مطلق آزادی کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ خیالی بات کتابوں میں انگریزوں نے لکھ دی ہے کہ آزادی ہونی چاہیے، آزادی ہونی چاہیے...، ایسی مطلق آزادی کوئی نہیں ہے۔ کسی نہ کسی چیز کا آپ نے پابند ہونا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ کس چیز کا پابند ہونا ہے؟ کارل مارکس کے بنائے ہوئے فلسفوں کا پابند ہونا ہے؟ جون سٹیورٹ مل کی خرافات کا پابند ہونا ہے؟ آپ نے فرائیڈ کی باتوں کا پابند ہونا ہے؟ آپ نے امریکہ کے احکامات کا پابند ہونا ہے؟...... کس کے احکامات کا پابند ہونا چاہتے ہیں؟ تو پابندی تو ہر ایک نے اختیار کرنی ہے۔ ایسا آزاد کوئی بھی پیدا نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کہ جو کسی بھی چیز کا پابند نہ ہو۔ وہ تو پھر پاگل ہوتا ہے کہ جو کسی بھی قانون کو خاطر میں نہیں لاتا یا وہ جانور ہوتا ہے...، ویسے ان کی بھی کچھ حدود ہوتی ہیں...... لیکن چلیں جانوروں کے اندر یہ چیز پائی جاتی ہے کہ وہ کسی کے بھی کھیت میں گھس کے چر لیتے ہیں بغیر سوال کیے ہوئے کہ یہ کس کا کھیت ہے، لیکن انسان ہو، عقل و شعور رکھتا ہو، اور وہ کہے کہ میں مطلقاً آزادی چاہتا ہوں اور نعوذ باللہ دین اس آزادی میں رکاوٹ ہے اس کے خیال میں، تو اس کو سوچنا چاہیے اپنے ساتھ بیٹھ کے، یعنی شیطان کی باتوں میں نہ آئے، اپنے رب کو ناراض نہ کرے اس طرح کی باتوں کے ذریعے، تھوڑی دیر بیٹھ کے سوچے تو سہی۔ تو مطلق آزادی تو ہے ہی نہیں۔ اب بنیادی بات یہ ہے کہ پابندی کس چیز کی اختیار کروں؟

## دین بے جا پابندیوں سے آزاد کرتا ہے

تو پیارے بھائیو!

یہ دین پابندیوں، جکڑ بندیوں کا دین نہیں ہے، جیسے لوگ اسے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ نبی بھیجا اللہ تعالیٰ نے، النبی الامی بھیجا، الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ جس کا ذکر یہ تورات و انجیل میں اپنے ہاں لکھا ہوا پاتے ہیں اور صفت کیا بتائی اس نبی کی؟ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ جو بوجھ ان کے اوپر تھے اور جو قیدیں، جو زنجیریں جن میں یہ جکڑے ہوئے تھے ان کو ہٹانے کے لیے آیا۔ اس نے دور کر دیں وہ قیدیں اور جکڑ بندیاں جو انسانوں نے خود اپنے اوپر طاری کر لی تھیں۔ ٹھیک ہے یہود نے اپنے اوپر بہت سی چیزیں خود طاری کی تھیں، اللہ نے ان پر نہیں لازم کی تھیں۔ نصاریٰ نے اپنے اوپر وہ کچھ لازم کیا جو اللہ نے ان پر لازم نہیں کیا تھا۔ مشرکینِ مکہ نے اپنے اوپر لازم کیا جو اللہ نے لازم نہیں کیا۔ ان کو کس نے کہا تھا کہ وہ برہنہ ہو کے اللہ کے گھر کا طواف کریں؟ ان کو کس نے کہا تھا کہ وہ ۳۶۵ بت اللہ کے گھر میں سجائیں اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہوں اور ان سب کے اوپر چڑھاوے چڑھاتے ہوں؟ کس نے ان کو کہا تھا؟ کس نے ان کے اوپر یہ مصیبت ڈالی تھی؟ انہوں نے خود اپنے اوپر ڈالی تھی۔ اللہ کا دین آیا اور اس نے ان کو ان قیود سے، ان بتوں کی قید سے نکالا۔ نصاریٰ نے اپنے اوپر رہبانیت طاری کی تھی۔ اللہ کا دین آیا اس نے اس رہبانیت سے ان کو نکالا اور جس نے بھی ہدایت قبول کر لی وہ اس گندگی سے نکل آیا۔ جو پھنسا ہے وہ آج تک پھنسا ہوا ہے ان میں سے کہ شادی نہیں کرنی انہوں نے! کس نے ان کے اوپر لازم کیا؟ کس نے کہا ہے کہ یہ نیکی کا کام ہے شادی نہ کرو؟ کس نے یہ پابندی لگائی؟ اسلام دین فطرت ہے۔ ہم نے کہا وہ ان ناجائز پابندیوں کو جو خود انسانوں کی یا شیاطین کی امپورٹ کردہ تھیں ان کو دور کرتا ہے وہ یہ دین۔ تو نصاریٰ نے اپنے اوپر یہ پابندی لگائی، اللہ کا دین آیا اس نے اس پابندی کو ہٹایا اور وہ پابندی جس کا ذکر قرآن کہتا ہے وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا وہ رہبانیت جو انہوں نے خود جس کو ایجاد کیا اللہ نے نہیں مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ اللہ نے نہیں ان پر واجب کی تھی۔ انہوں نے خود اپنے اوپر لازم کی فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا اس کے بعد اس کا حق بھی نہیں ادا کیا۔ پورا کرنے کا۔

تو پیارے بھائیو!

یہ دین ان پابندیوں کو ہٹانے آیا تھا۔ یہ دین اس لیے آیا ہے۔ آج بھی، ہم صرف ماضی کی بات نہیں کرتے، یہ دین اس لیے آیا ہے۔ آج بھی انسانیت غلام بنی ہوئی ہے۔ ہم اگر واقعتاً تھوڑی دیر کے لئے رک کے سوچیں تو اسلام پر جو کما حقہ عمل کر رہا ہے، بالخصوص وہ جو اس وقت جہاد پہ چل رہا ہے، جتنا وہ آزاد ہے، دنیا میں اتنا کوئی آزاد نہیں ہو سکتا۔ جتنی راحت میں وہ ہے، جتنی قیود سے آزاد وہ ہے، اتنا کوئی اور آزاد نہیں ہو سکتا۔ ایک عام بندہ ہے بے چارہ، اپنی معاش کے اندر اس کو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک نے ایسی غلامی میں پھنسایا ہے کہ وہ قرضوں کے چکر میں

پھنسا ہے وہ مختلف لوگوں کا غلام ہے، وہ بینکوں کا غلام ہے، بینک والے آتے ہیں بدمعاشوں کے ذریعے سے اس کی پوری جائیداد ضبط کرلیتے ہیں، اس کو گھر سے کھڑے پیر نکال دیتے ہیں کہ قرضہ ان کو واپس نہیں کیا۔ تو معاشی طور پہ ان کو جکڑا ہوا ہے۔ ان کو بینکوں کا اور آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کا غلام بنایا ہوا ہے۔ ان کو مختلف معاشرتی جاہلی رسومات کا، جن کا دین سے کوئی واسطہ نہیں ہے، ان کا غلام بنایا ہوا ہے۔ کس نے کہا ہے کہ شادیاں لاکھوں کروڑوں خرچ کرکے ہی ہوتی ہیں؟ دین نے تو بہت سہل رکھا شادی کو۔ لوگوں نے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اپنے اوپر رسومات نافذ کیں اور اس کی خاطر دن رات ایک کرکے کماتے اس لیے ہیں کہ بچی کا جہیز پورا کرنا ہے۔ کماتے اس لیے ہیں کہ لڑکے کی جب شادی ہوگی تو مہر بڑا دینا ہے۔ کس نے آپ کے اوپر لازم کیا؟ دین نے اس کو سہل رکھا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا، راستے میں ہی، خیبر کے دوران حضرت صفیہؓ سے نکاح ہوجاتا ہے۔ دسترخوان بچھایا جاتا ہے، جس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ لے آتا ہے، کوئی ستو لاتا ہے، کوئی کھجوریں اور مل بیٹھ کر کھا کر نکاح کی جو رسم ہے وہ پوری کردی جاتی ہے۔ تو دین نے سہل رکھا، انسانوں نے اس قید کو اپنے اوپر لازم کیا، اپنے اوپر مشکل بنایا۔

اسی طرح آپ دیکھتے ہیں کہنے کو بڑے بڑے نام نظر آتے ہیں، کہنے کو بڑی بڑی شخصیات نظر آتی ہیں، لیکن ایک امریکی عہدہ دار آجائے، ایک گورا آجائے، تو اس کے سامنے محض ان کے کھڑے ہونے کا انداز دیکھیں کہ وہ غلامی ان کے انگ انگ سے ٹپک رہی ہوتی ہے۔ وہ ہیلری کلنٹن سے ہاتھ ملا کے جتنا خوش ہوتے ہیں، اس سے پتا چلتا ہے کہ اس کا ذہن، اس کا قلب، اس کے جسم کا رواں رواں غلام ہے انگریز کا۔ تو اس غلامی سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی ہے، اگر انسان دین کو سمجھ جائے۔ ملک کے ملک ہیں، چھ لاکھ فوج ہے ہماری پاکستان کی۔ ہماری نہیں کہنا چاہیے۔ پاکستان کی فوج جو اس وقت پاکستان کی نہیں امریکہ کی فوج ہے وہ چھ لاکھ ہے۔ ایٹم بم اس کے پاس موجود ہے۔ لیکن وہ ایک ٹیلی فون کال پہ ہتھیار ڈالنے والی فوج ہے...... ایسا کیوں ہے؟ دین کی وجہ سے نہیں ہے نعوذ باللہ، اس کا دین سے کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ یہ دین سے باغی ہونے کا نتیجہ ہے۔ دین پہ عمل کرنے والے ہوتے، تو ملا عمر کی طرح ہوتے۔ آج بھی آزاد ہوتے۔ ریاست دینا قبول تھا، سلطنت دینا قبول تھا، لیکن امریکہ کی غلامی نہیں قبول تھی۔

تو پیارے بھائیو!

تھوڑی دیر سوچنے کی بات ہے۔ اسی طرح یعنی مختلف قسم کے کافروں کے فلسفی گزرے۔ جن کی ذاتی زندگیوں میں جھانک کر دیکھیں، تو اتنی غلیظ زندگیاں کہ سچی سی بات ہے زبان پہ انسان تذکرہ نہیں لاسکتا ان کے ذاتی کردار کے بارے میں، تو وہ ایک ایک بندہ جس کے فلسفوں کے پیچھے پورے روس نے اپنا، کارل مارکس اور لینن کی خرافات کے اوپر ایک نظام کھڑا کیا، ہزاروں لوگوں کو، ہزاروں کیا کروڑوں کو اس نظام کا غلام بنایا اور اس خاص رخ کے اندر دھکیلا، لوگوں کی زندگیاں اس میں لگیں، لوگوں نے جنگیں کیں...... کمیونزم کو پھیلائیں گے، اس کی خاطر روس کے فوجی آآ کے مرتے رہے افغانستان میں اور صرف ایک محاذ پہ نہیں دنیا میں اس وقت روس کا ہی، کمیونزم کا ہی بول بولا تھا، ایک جاہلی فلسفے کی خاطر لوگوں نے جانیں بھی دیں، اپنا سب کچھ کھپایا اور ایک غلامی قبول کی۔ بالآخر پتا چلا، پاگل آدمی کی خرافات تھیں۔ دیوانے کی بڑ تھی اور کچھ بھی نہیں تھا۔ چند دہائیوں کے اندر اندر وہ گر کے تمام ہوگیا۔ اب وہ گیا تو کیپٹل ازم آگیا۔ ڈیموکریسی آگئی۔ ان چیزوں کے پیچھے لوگ پاگلوں کی طرح بھاگنا شروع ہوگئے۔ کیا ہے یہ؟ پیچھے لوٹ کر دیکھیں، چند سر پھرے، بدکردار کافر، اللہ کے منکر، ملحد فلسفیوں کے افکار ہیں جو ان کی کتابوں میں لکھے ہیں، جو ہمارے اندر درآمد کیے گئے جو ہمیں صبح شام پمپ کرکے ہمارے ذہنوں میں ٹھونسے گئے کہ گویا جمہوریت کے بغیر دنیا چل نہیں سکتی، گویا کیپٹل ازم کے بغیر دنیا چل نہیں سکتی۔ تو یہ اس طرح راسخ کردیا کہ اہل علم گھبرانے لگے اس کے خلاف بات کرتے ہوئے، اہل دین گھبرانے لگے اس کے خلاف بات کرتے ہوئے۔ کرتے کرتے غلام بن گئے کہ نہیں بن گئے؟ بن گئے ان کے افکار کے غلام۔ کسی کافر کی کتاب میں، شیطان نے جو وحی کی تھی، اس کے غلام بن گئے۔ چلتے رہے چلتے رہے۔ ابھی امریکہ کیا کہتا ہے؟ عراق پر کیوں حملہ ہے؟ جمہوریت کا تحفہ دینا ہے۔ جمہوریت نافذ کرنی ہے۔ بھئی تم سے کس نے مانگی ہے جمہوریت؟ افغانستان پر کیوں حملہ کیا ہے؟ جمہوریت نافذ کرنی ہے۔ طالبان نے ان کو جمہوریت سے محروم کررکھا ہے۔ تو یہ خرافات ہیں جن کی غلامی میں شیطان ہمیں مبتلا کرنا چاہتا ہے اور شیطان کے چیلے ہمیں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ واللہ اللہ کا دین ان سب خرافات سے آزاد کرتا ہے اور وہ ایک شعر

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے<br>
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

تو یہ مسئلہ ہے، سجدہ تو کرنا ہے، کسی نہ کسی کو تو سجدہ کرنا ہوگا۔ فرق اتنا ہے کہ ایک خدا کو کرنا چاہتے ہو یا ہزاروں خدا بنانا چاہتے ہو۔ پہلے ۳۶۵ بت ہوتے تھے۔ آج بتوں کی شکل بدل گئی ہے۔ اب ملٹی نیشنل کمپنی کے غلام ہیں لوگ۔ وہ ادھر اشتہار دیتا ہے، اشتہار دے کہ آپ کے بچے کو ابھارتا ہے کہ والد صاحب جب گھر واپس پہنچیں آفس سے تو ان کے ساتھ لٹک جائے، چپک جائے، اور ان سے کہے کہ نکالیں پیسے میں نے فلاں برانڈ کے جوتے خریدنے ہیں۔ تو وہ جاتے ہیں ابا جی، وہاں جاکے چڑھاوا چڑھاتے ہیں ملٹی نیشنل کمپنی کے قدموں میں۔ جو پسند ایک اشتہار کے ذریعے زبردستی ابھار کے سینے میں ڈالی گئی ہے جاکے اسے پورا کرکے دیتے ہیں۔ ایک پورا سسٹم ہے۔ آپ کو پہلے ابھارتا ہے، آپ کی خواہشات کو اور آپ کو ضروریات سے آگے بڑھ کر تحسینیات اور luxuries کے اندر آپ کو مبتلا کرتا ہے، اس کے پیچھے آپ دوڑتے ہیں اور اپنی دولت آپ بینکوں سے لیتے ہیں اور ان کے قدموں میں لے جاکر ڈالتے

ہیں۔ یعنی آپ اس کے اندر tools ہیں۔ غلام سے بھی کچھ نیچے کی چیز ہیں۔ یہ کیا نظام ہے جو ہمارے اوپر اتنے عرصے سے مسلط ہے؟ اگر دین ہوتا تو حسنی مبارک ۴۰ سال یہ کر سکتا؟ ۳۰ سال مسلط رہتا؟ اگر دین ہوتا معاشرے کے اندر اور زندہ اسلامی معاشرہ ہوتا تو قذافی جیسے سر پھرے آدمی، جس کو کوئی اپنا چپڑاسی بھی رکھنا قبول نہ کرے، اس کو ملک کا حاکم قبول کیا جاتا؟

تو پیارے بھائیو!

یہ دین سے دوری کے نتائج ہیں۔ یہ ہمیں غلام رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ جو میڈیا صبح وشام، یہ جو نظام تعلیم لارڈ میکالے کا، ہمارے ذہنوں میں، ہمارے کانوں میں خرافات ڈالتا ہے یہ چاہتے ہیں ہم غلام رہیں اور اسلام آیا اس لیے ہے اور جہاد بالخصوص اس لیے آیا ہے کہ جو حضرت ربعی بن عامرؓ نے فرمایا رستم کے دربار میں جا کے کہ ہم کیوں آئے ہیں؟ اس نے پوچھا کیا چیز ہے جو تمہیں لے کے آئی ہے؟ کیوں آ گئے ہو میدان میں لڑنے کے لیے؟ آپؓ نے فرمایا کہ اللہ ابتعاثنا اللہ نے ہمیں نکالا ہے واللہ جاء بنا اور اللہ ہی ہمیں لے کے آیا ہے تاکہ ہم لوگوں کو، انسانیت کو، انسانوں کی غلامی سے نکال کے ایک اللہ کی غلامی میں یا بندوں کے رب کی غلامی میں داخل کریں۔ تو یہ وہ ہے اور اس لیے آئے ہیں ہم تاکہ اللہ ہمارے ذریعے سے انسانیت کو دنیا کی تنگیوں سے نکالیں اور دنیا اور آخرت کی وسعتوں میں داخل کریں۔ تو یہ سوچنے کی بات ہے۔ ہم تنگی میں نہیں رہتے الحمدللہ۔ جو دین کو سمجھ لیتا ہے اس کی نظر تو اتنی وسیع ہو جاتی ہے ،اس کا دل اتنا وسیع ہو جاتا ہے، کافر اس کا تصور نہیں کر سکتا ہے۔ وہ جو روپے روپے کی خاطر ایک دوسرے کی جانیں لیتے ہیں اور وہ جو بھوکے کتوں کی طرح یورپ کے ملک صدیوں تک ایک دوسرے سے لڑتے رہے ہیں، ایک دوسرے کی اینٹ سے اینٹ بجاتے رہے ہیں، وہ ہمیں آکر سکھائیں گے کہ دنیا کی وسعت کیا ہوتی ہے! وہ ہمیں بتائیں گے کہ ہم تنگ نظر ہیں!

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سراپا رحمت ہے

تو پیارے بھائیو!

یہ سمجھنے کی بات ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت رحمت ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نعمت ہے اس کے لیے جس کا سینہ اللہ تعالیٰ کھول دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں۔ اللہ تمہارے اوپر تنگی نہیں چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں دینا چاہیں گے، مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کریں گے اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لانے والے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیں عذاب دینا نہیں چاہتے۔ اللہ کی رحمت موقع ڈھونڈتی ہے ہمیں بخشنے کے لیے، ہم پر کرم کرنے کے لیے۔ جو احکامات اترے، ہر حکم میں انسان کی مصلحت ہے۔ اللہ غنی ہے ہم سے۔ اللہ فرماتے ہیں وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اللہ غنی ہے تم فقیر ہو۔ اسی طرح اللہ فرماتے ہیں مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ مجھے کھلائیں پلائیں۔ اس دین کو اتارنے میں یا احکامات بھیجنے میں، اللہ کا کوئی ادنیٰ، ادنیٰ، ادنیٰ مفاد بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک اور منزہ اور بری ہیں۔ تو جو کچھ بھی ہے وہ ہماری ضرورت ہے۔ وہ ہماری مصلحت ہے۔ وہ ہم پہ رحمت ہے۔ وہ ہمیں ہماری بہتری کا راستہ دکھانا ہے جس پہ چل کے دنیا میں بھی ایک راحت کی، اطمینان کی اور سکینت کی زندگی، پاکیزہ زندگی، گزار سکتے ہیں، فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً اللہ کا وعدہ ہے کہ جو اللہ کے راستے پہ چلے گا اللہ اس کو پاک زندگی گزروائیں گے۔ اور آخرت کے اندر بھی اللہ ان کو بہترین اجر اور بہترین ثواب عطا کریں گے۔

تو پیارے بھائیو!

اللہ کو ہم سے کوئی غرض نہیں۔ کوئی بھی حکم اٹھا کے دیکھیں۔ حتیٰ کہ وہ احکامات جو رحمت پہ مبنی ہیں، وہ تو اتنے سارے ہیں، اتنے سارے ہیں،......پانی ہے تو وضو کرو......وضو کرنے میں اللہ کا کوئی بھلا کرتے ہیں ہم؟ اپنے آپ کو ہی پاک صاف کرتے ہیں نا۔ ہفتے میں ایک دفعہ نہانے کا اگر کہا تو کس کا بھلا کرتے ہیں اس کے ذریعے؟ پانی نہیں ہے تو مٹی ہے تیمم کر لو۔ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے، بیٹھ کے پڑھ لو۔ بیٹھ کے نہیں پڑھ سکتے لیٹ کے پڑھ لو، اشاروں سے پڑھ لو، ہر ہر حکم میں آپ کے ساتھ تخفیف، پھر تخفیف، پھر تخفیف......اتنا آسان کیا ہے، اتنا سہل کیا ہے۔ پچاس نمازیں تھیں۔ پانچ پہ آ گئیں۔ پچاس نمازیں ہوتیں تو ہم کیا کرتے؟ ہم جیسے جن سے پانچ پوری نہیں ہوتیں، ان کا نہیں حق ادا ہوتا۔ ہر چیز میں دیکھیں...... روزہ ہے، تو اتنی محدود اور آسان مدت کا رکھا، سال کے بارہ مہینے بھی حکم ہو سکتا تھا، چھ مہینے بھی حکم ہو سکتا تھا، ایک مہینے کے لیے حکم ہوا، وہ بھی پورے مہینے یعنی دن رات کا نہیں حکم ہوا۔ سحری کو سنت قرار دیا۔ افطاری کو سنت قرار دیا تاکہ کھا کے رکھو کھا کے اس کو کھولو۔ مشکل نہیں بنایا اس کو۔ ہر چیز کو سہل بنایا ہے۔ تو صرف سمجھنے کی بات ہے کہ اللہ کے احکامات جتنے بھی ہیں ان سب میں انسان کی مصلحت پوشیدہ ہے۔

اسی طرح ان احکامات میں کہ جن میں بظاہر سختی بھی نظر آتی ہے ایک سرسری نگاہ میں، یا کم از کم جن کو کافروں نے یوں پیش کیا ہے ہمارے سامنے کہ ہماری نسلِ نو ان چیزوں کے نام سے بھی گھبراتی ہے، تو حدود کو دیکھ لیں، جو سزائیں اللہ تعالیٰ نے نافذ کی ہیں یا جو اتاری ہیں ان کو دیکھ لیں۔ وہ ساری سزائیں بھی اسی طرح کی ہیں۔ اس میں ہماری مصلحت پوشیدہ ہے۔ چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے، کوڑے لگانے کا حکم ہے تو یہ سب کس لیے؟ چور کا ہاتھ کٹتا ہے تو کس کی خاطر کٹتا ہے؟ اس میں کس کی مصلحت ہے؟ اسی معاشرے کی مصلحت ہے کہ اس سے انسانوں کے اموال محفوظ ہوں اور وہ بھی ایک دم سے کاٹنے کا نہیں حکم آ گیا کہ کسی نے ایک سیب اٹھایا تو اس کا ہاتھ کاٹ دو، نہیں! اس کا بھی ایک نصاب ہے کہ جب اتنے مقدار کی چوری ہو گی تو پھر

ہاتھ کٹے گا۔ تو یہ چیز بھی دیکھنے کی ضرورت ہے، اسی طرح شراب پینے کے اوپر کوڑے مارنے کا حکم ہے تو اس حکم کے اندر کس کی مصلحت ہے؟ اسی معاشرے کی مصلحت ہے۔ انسانوں کی مصلحت ہے۔ ورنہ شراب ام الخبائث ہے۔ بیماریوں کی، تمام گندگیوں کی، جرائم کی جڑ ہے...... جو پیتا ہے وہ پھر پی کے قتل بھی کر دیتا ہے، بدکاریاں بھی کرتا ہے، وہ اپنے ہوش کھو بیٹھتا ہے، انسانوں کے حق بھی مارتا ہے۔ قصاص کا حکم دیا وہ بھی انسان کی مصلحت ہے اس کے اندر۔ گنتی کی چند قصاص کی سزائیں نافذ ہوئی ہیں پورے افغانستان میں، پورے پانچ سال کے دور (اول) میں جو انگلیوں پہ گنی جاسکتی ہیں اور اس کے نتیجے میں اللہ نے پورے افغانستان میں ایسا امن وسکون دیا کہ پورے اس دور میں، ساتھی کہتے ہیں کہ افغانستان کے ریگستانوں میں تنہا، اپنے گھر والوں کو گاڑی پہ لے کے نکلتے تھے اور گھنٹوں چلتے چلے جائیں مگر کوئی نہیں ہوتا تھا جس کا خوف ہو، ورنہ افغانستان جیسے مسلح معاشرے میں، جہاں قدم قدم پہ کسی وقت ڈاکوؤں کا راج ہوا کرتا تھا، تو وہاں چند قصاص کی سزاؤں کے نفاذ کی برکت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امن میسر کیا۔ یہ بہتر ہے یا امریکہ کہ جہاں خود ان کے اپنے بقول، جیل ان کے لیے مصیبت بن چکے ہیں۔ اس لیے کہ قتل کی سزا وہ دیتے نہیں اور دھڑا دھڑ جیل بھرے جاتے ہیں اور وہ اتنی بڑی تعداد بن گئی ہے مجرموں کی جو لاکھوں میں چلی گئی ہے اور جن کو سنبھالنا، پالنا، خود ایک پورا کام ہے۔ تو انسان جب خود اپنی عقل پہ انحصار کرے گا اللہ کے احکامات کو چھوڑ کے، پھر آخر میں ایسے ہی crisis میں جا کر پھنسے گا جہاں dead end ہوگا اور جہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ موجود نہیں ہوگا۔

تو پیارے بھائیو!

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں میری اور آپ ہی کی مصلحت ہے۔ انسان جتنا زیادہ دین کو پڑھتا ہے جتنا زیادہ اس پہ غور کرتا ہے، اللہ کے سامنے سر شرم سے بھی اور شکر سے بھی جھکتا چلا جاتا ہے کہ اللہ نے کتنا لطف کتنا کرم اور کتنی عنایت ہم لوگوں کے اوپر فرمائی اور کتنی آسانی در آسانی اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس کے اندر رکھی۔ تو یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ اللہ چاہتے ہیں کہ تمہارے اوپر تخفیف کریں، تمہارے لیے معاملے آسان کریں وَیُرِیْدُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّھَوٰتِ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا لیکن جو شہوتوں کے پیروکار ہیں وہ چاہتے ہیں تم ہٹ کر کہیں دور جا پڑو۔ وہ شہوتوں کے پیروکار ہیں جو ہمیں راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں اور ہمیں اس دین سے متنفر کرنا چاہتے ہیں اور دلوں اور ذہنوں میں شکوک ڈالنا چاہتے ہیں۔ پوری نسلیں جس طرح میں نے کہا کہ آپ چلے جائیں ابھی کسی بھی یونیورسٹی کے اندر، ہر یونیورسٹی کے اندر آپ کو ایسے لڑکوں کا تھوک کے حساب سے ایک انبار ملے گا کہ جو طرح طرح کے شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں۔ عقیدے کو ان کے اس طرح کاٹ دیا گیا ہے، نیچے سے کھوکھلا کر دیا ہے شہوات اور شبہات نے، اس طرح دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے کہ انسان کو رونا آتا ہے ان کی باتیں سن کر کہ یہ مسلمان ہیں! دنیا کے معاملات پہ اس طرح بات کرتے ہیں جیسے ان کے پاس کوئی ہدایت ہی نہیں آئی ہے، کوئی وحی نہیں آئی، کوئی اس کے پاس رہنمائی نہیں ہے۔ تو بالکل سطحی، بے وزن اور بودی باتیں ان کی ہوتی ہیں، سنی سنائی باتوں کا چربہ ونقالی کرتے جاتے ہیں۔ جو میڈیا میں سنا اسی کو نقل کرتے جاتے ہیں۔ جو ٹاک شوز میں سنتے ہیں وہی منہ سے نکالتے ہیں۔ اوباما کے بارے میں رائے دے رہے ہیں...... اللہ کے بندو! تم مسلمان ہو، تمہیں اللہ نے قرآن میں ایک واضح ہدایت نامہ دیا ہے، اوباما کافر ہے، اور وہ بھی کافروں کا سردار ہے، اس وقت دنیا کے کتنے خطوں میں مسلمانوں کا خون بہا رہا ہے مگر اس کے بارے میں جب ٹی وی کے ایک پروگرام میں سڑکوں پہ لوگوں سے رائے لی جارہی تھی تو آپ رائے سنیں ان کی کہ، اوباما ماشاء اللہ بہت اچھا ہے اور چونکہ اس کا اصلی رنگ کالا ہے اور اس کا علاقہ بھی فلاں ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اگلی دفعہ بھی وہی جیتے۔ دوسرا ہے وہ اپنی عقل سے، تیسرا ہے وہ اپنی عقل سے، چوتھا ہے وہ بھی اپنی عقل سے...... گویا اس کے پاس کوئی ہدایت نہیں ہے، کوئی رہنمائی نہیں ہے، خالی ڈبوں والی باتیں کیے جارہے ہیں۔ تو یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے، دکھ ہوتا ہے۔ اس فہم کو انسان جتنا پھیلا سکے، یعنی مجاہدین کے چیلنجز میں سے ایک چیلنج یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو اور شریعت کی پابندی کو ایک محبوب چیز، ایک دل پسند چیز، ایک رحمت کے طور پہ پیش کریں اور خود اپنی زندگیوں میں اس شریعت کو لے کے آئیں اور خود اسی کی دعوت بھی اسی انداز میں پیش کریں کہ نعوذ باللہ، یہ کوئی وبال نہیں ہے، کوئی بوجھ نہیں ہے، بلکہ جس طرح ہم نے پہلے کہا کہ نبی تو آئے ہی اس لیے ہیں وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْہِمْ بوجھوں کو اور قید وبند کو ہٹانے کے لیے آئے۔

تو اللہ فرماتے ہیں:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾

”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی، اس کے رسول ﷺ کی اور نہ منہ پھیرو اس کے بعد کہ تم سن رہے ہو“۔

یعنی احکامات تم تک پہنچ چکے ہیں۔ تم تو ایمان لا چکے ہو۔ دعوٰی کرتے ہو مومن ہونے کا، پھر تو منہ نہ پھیرو، پھر تو ان احکامات پہ عمل کرنے والے بنو۔

﴿وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ﴾

”اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا: ہم نے سنا اور پھر انہوں نے (حقیقت میں) نہیں سنا، (سنی ان سنی کر دی)“۔

(بقیہ صفحہ نمبر 22 پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القاعدہ برّصغیر

جماعت قاعدة الجهاد برّ صغير

بیان: 00_121_AQS

تاریخ: 13 ذوالقعدۃ الحرام 1445ھ بمطابق 21 مئی 2024ء

# اسلام آباد دھرنے میں ’صہیونی‘ فورسز کی جارحیت کی بابت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

ہمیں نہایت دکھ کے ساتھ یہ اطلاع ملی ہے کہ اسلام آباد کے ڈی چوک میں اہلِ غزہ کی حمایت میں جاری دھرنے میں دو جوان شہید اور متعدد دیگر شرکاء (ابتدائی معلومات کے مطابق پاکستان فوج کے ایک کارندے کے اہلِ دھرنا پر گاڑی چڑھانے کے سبب) زخمی ہوگئے ہیں۔ اللہ پاک شہداء کی مغفرت فرمائیں، ان پر رحم کریں، جنت الفردوس کو ان کا مسکن بنائیں، پسماندگان کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائیں اور زخمیوں کو جلد صحت یاب فرمائیں، آمین!

اسلام آباد دھرنے کی نسبت سے ہم چند امور امتِ مسلمہ کے سامنے پیش کرنا چاہیں گے:

- اولاً، اسلام آباد میں جاری دھرنے پر پاکستان فوج کے ایک کارندے کا، پولیس و انتظامیہ کے سامنے، گاڑی چڑھا کر دو جوانوں کو شہید اور چار دیگر کو زخمی کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ پاکستان کی فوج اور حکومت، مسلمانوں اور اسلام کی محافظ نہیں بلکہ فکراً و عملاً صہیونی اور صہیونی امریکہ کی غلام ہیں۔ شرکائے دھرنا تو پر امن تھے اور احتجاج بھی اسرائیل کی غزہ پر جارحیت کے خلاف کر رہے تھے، اس کے باوجود فورسز کا مظاہرین پر یہ جارحیت کرنا ان فورسز کے صہیونی و امریکہ غلام ہونے کے سوا اور کس بات پر دلالت کرتا ہے؟
- دراصل پاکستانی جرنیل غلام ہیں اور صہیونی امریکہ ان کا آقا ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے یہاں اقتدار عوامی نمائندوں کا نہیں بلکہ کبھی سامنے اور کبھی پس منظر میں رہتے ہوئے یہاں اصلی حکومت ان جرنیلوں ہی کی رہی ہے۔ پچھلے پچیس سال سے عالمی ’وار آن ٹیرر‘ میں امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی ہونے کا ’تمغہ‘ بھی اس فوج کے سینے پر سجا ہے۔ یوں ایسی فوج و حکومت سے اہلِ غزہ کی نصرت کا مطالبہ کرنا دانشمندی نہیں۔
- بے شک اسلام و مسلمانوں کے دفاع کا شرعی و عقلی طریقہ جہاد فی سبیل اللہ ہے، خاص کر مقدسات، اسلامی سرزمینوں کا دفاع، اہلِ اسلام و مظلومین کی نصرت اور اس سب میں سرِ فہرست قبلۂ اول مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کا حقیقی راستہ جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے، اور یہ جہاد آج امتِ مسلمہ کے ہر ہر فرد پر فرضِ عین ہے، جو اس جہاد بمعنیٰ قتال فی سبیل اللہ میں عملی شرکت کی راہ و استطاعت نہ پاتا ہو تو جہاد و مجاہدین کی اپنے اموال سے نصرت، دعوت و بیان، قلم و تحریر، کفار خاص کر صہیونیوں کا معاشی بائیکاٹ اور اگر اس سب کی استطاعت بھی نہ ہو تو مظاہرے اور دھرنے، الغرض ہر ایسا قدم جو میدان میں ڈٹے دفاعِ اسلام و اہلِ اسلام کی جنگ لڑتے مجاہدین فی سبیل اللہ کو قوت پہنچانے کا سبب ہو...... یہ امور امت کے ہر ہر فرد پر بقدرِ استطاعت لازمی ہیں۔
- مظاہروں اور دھرنوں کا اصل مقام دنیا بھر میں امریکی سفارت خانے اور قونصل خانے ہیں۔ مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کا راستہ تل ابیب نہیں واشنگٹن سے ہو کر گزرتا ہے۔ یوں دنیا بھر میں اسلامی تحریکات کے قائدین سے ہماری گزارش ہے کہ
  - وہ اپنے کارکنان میں یہ شعور عام کریں کہ بازیابیٔ قدس کا اصلی طریقہ عالمی طاغوتی نظام کے سرغنہ یعنی امریکہ کو گرانا ہے۔
  - اپنی ایک عالمی کونسل تشکیل دیں اور پھر اپنے کارکنان کو عالمی سطح پر منظم و فعال کریں اور ایک ہی نعرے، ایک ہی شعار، ایک ہی انداز اور دنیا بھر میں ایک ہی مقام (انقرہ تا جکارتہ، ڈھاکہ تا اسلام آباد، قاہرہ تا خرطوم، لندن تا پیرس) یعنی ’امریکی سفارت خانوں اور قونصل خانوں‘ کا گھیراؤ کریں اور وہاں دھرنا دیں جس کے نتیجے میں امتِ مسلمہ کے

اندر وہ بیداری پیدا ہو سکے جو صہیونی امریکہ اور اس کے نیو ورلڈ آرڈر کے خلاف دشمنی اور جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ وشعور اجاگر کرنے میں مدد ومعاون ہو، اس لیے کہ فراعنۂ وقت حقیقت میں ظلم وعدوان سے تبھی باز آتے ہیں جب ان کی گردنوں کے سریے کو لوہے کی تلواروں سے توڑا جائے اور ان کو سمندر برد کر دیا جائے۔

اللہ پاک ہم تمام اہلِ اسلام کو ایک کلمے کی دعوت کے گرد جمع فرمائیں، اہلِ اسلام کی قیادت کو حالات اور دین کے تقاضوں کا بہترین شعور عطا فرمائیں، انہیں بہترین حکمتِ عملی الہام فرمائیں اور ان کو صحیح فیصلوں کی توفیق دیں، یہاں تک کہ القدس سمیت اہلِ اسلام کی ساری سرزمینیں بازیاب ہو سکیں اور اللہ وحدہٗ لاشریک کا کلمہ بلند ہو جائے، آمین!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على نبينا الأمين!

---

ادارہ السحاب، برصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلقاعِدہ برِّ صغیر

جماعة قاعدة الجهاد برّ صغیر

بیان: 00_122_AQS

تاریخ: 23 ذوالقعدۃ الحرام 1445ھ بمطابق 31 مئی 2024ء

# جہادِ کشمیر کے متعلق القاعدہ برِّ صغیر کا پالیسی موقف

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

ہر وہ تحریک و جماعت جو دشمنانِ دین کے خلاف بر سرِ پیکار ہو، دشمن کے انٹیلی جنس و استخباراتی ادارے اُس کے جہاد کو نقصان پہنچانے کے لیے اُسی کے نام کو استعمال کرتے ہیں۔ کبھی غیر شرعی کام اس کے سر تھوپ کر اس کے جہاد کو بدنام کرتے ہیں، تو کبھی جماعت سے محبت کرنے والوں کے سامنے اپنا آپ اس جماعت ہی کے مجاہدین ظاہر کر کے انہیں پکڑنے یا شہید کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے معاملات پاکستان میں بھی پیش آئے، ہندوستان میں بھی اور کشمیر میں بھی، اور ایسا ہر اُس ملک میں جاری ہے جہاں مجاہدین، دشمنانِ دین کے خلاف بر سرِ پیکار ہیں۔ ایسے میں مجاہدین کو اپنا برحق جہاد جاری رکھنے کے لیے دشمن کے ان ہتھکنڈوں کا بہر حال سامنا کرنا ہی پڑتا ہے اور ایسا ہونا ان کے ہاں کوئی انہونی بات نہیں ہے، بلکہ یہ حق و باطل کے بیچ جنگ کا ہی ایک حصہ ہے۔

دشمن کی ایسی سازشوں کا توڑ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ:

- جہادی جماعت کی دعوت اپنے مقاصد و ذرائع میں واضح ہو تاکہ دشمن غیر شرعی اعمال کو جہادی تحریک کے ساتھ منسوب نہ کر پائے۔
- جماعت کے قائدین اور رسمی ادارے جن کے ذریعہ اس کے اصل موقف کی شناخت ہو سکتی ہو، مشہور و معروف ہوں۔
- عملی جہادی امور کے لیے جماعت کے حقیقی نمائندوں کے ساتھ رابطہ کرنے اور ان کی ہدایات حاصل کرنے کا ایک باوثوق ذریعہ موجود ہو۔

القاعدہ برِّ صغیر نے ان تینوں سطحوں پر حسبِ استطاعت انتظام کر رکھا ہے:

۱. غیر شرعی اعمال اور جہاد کو نقصان پہنچانے والی حرکات کے بارے میں جماعت اپنے مواقف کا اظہار کرتی رہی ہے، اگر دشمن تحریکِ جہاد کو بدنام کرنے کے لیے کوئی ایسی حرکت کرتا ہے، تو جماعت اس فعل سے برأت اپنی شرعی و جہادی ذمہ داری سمجھتی ہے اور اس موقع پر اپنا شرعی و پالیسی کے مطابق موقف پیش کر کے دشمن کی استخبارات کے آگے بند باندھتی ہے۔

۲. جماعت کے رسمی دعوتی و اعلامی (میڈیا) ادارے معلوم و معروف ہیں اور جماعت واضح کر چکی ہے کہ ان اعلان کردہ اداروں کے علاوہ جماعت کا چونکہ کوئی رسمی ادارہ نہیں، اس لیے جماعت کے موقف و عمل کے معاملے میں صرف ان مخصوص و مذکور اداروں ہی کا اعتبار کیا جائے۔ اس کے بعد اگر کوئی اور ادارہ جماعت کے رسمی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس پر اعتبار نہ کیا جائے۔[1]

۳. جماعت کے ساتھ نئے افراد کو جوڑنے، یا جماعت کی طرف سے اپنے محبین و مجاہدین کو برادر جہادی جماعتوں کے ساتھ شریکِ عمل کرنے کے لیے جماعت کا اپنا ایک نظم موجود ہے۔ اس نظم میں جہاں زمین پر موجود جماعت کے نمائندوں کا کردار ہے تو وہاں ساتھ ہی جماعت کے رسمی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اعلان کردہ ایسے رابطہ ایڈریسز بھی موجود ہیں جن پر رابطہ کرنے سے جماعت کے موقف و پالیسی کا علم ہو جاتا ہے۔

مذکورہ اصول اور طریق کار جہادی حلقوں میں پہلے سے معروف ہیں، مگر **جہادِ کشمیر میں دشمن کی ممکنہ سازشوں کے پیشِ نظر** ایک دفعہ پھر ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ ساتھی جو القاعدہ کے متعلقین و محبین ہیں اور کشمیر میں القاعدہ ہی کی صف یا اس سے منسوب مجاہدین کے ساتھ جہاد کرنا چاہتے ہیں، **انہیں خود سے کسی ایسے فرد یا گروہ پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے جو اپنے آپ کو القاعدہ سے منسوب یا منسلک ظاہر کرے**، بلکہ ان کے لیے لازم ہے کہ جماعت کے رسمی ذرائع و نمائندگان سے ایسے افراد یا گروہ کے متعلق معلومات حاصل کریں اور پھر میدانِ عمل میں جماعت کی پالیسی و ہدایات کے مطابق عمل کریں۔

ہم یہاں جہادِ کشمیر کے متعلق ضمناً چند اہم باتوں کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں:

---

[1] ملاحظہ ہو القاعدہ برِّ صغیر کی جانب سے جاری کردہ پریس ریلیز 'القاعدہ برِّ صغیر سے وابستہ رسمی اعلامی ادارے' (PR_112_AQS)، منشورہ: 21 جمادی الاولیٰ 1444ھ بمطابق 15 دسمبر 2022ء)۔

- القاعدہ برِّصغیر مقبوضہ کشمیر میں **شرعی مقاصد کی حامل** ایسی جہادی تحریک کی داعی ہے، جو دنیا کے کسی طاغوت کی ماتحتی قبول نہ کرتی ہو، بلکہ منزل وسفر دونوں میں صرف شریعتِ محمدی ﷺ کی حاکمیت اور خود اپنی داخلی صفوف میں اس کی پیروی اپنا نصب العین رکھتی ہو۔
- القاعدہ برِّصغیر تمام مجاہدین میں تائید وتعاون پر زور دیتی رہی ہے اور اس نے آج تک کبھی کسی ایک گروہ کو خاص اپنا کہہ کر کشمیر میں موجود کسی دوسرے جہادی گروہ یا تنظیم کی نفی نہیں کی ہے ۔ہماری نفرت اور عداوت کسی جہادی تنظیم کے ساتھ نہیں بلکہ اُن طاغوتی ایجنسیوں کے ساتھ ہے جنہوں نے جہادِ کشمیر کے ہمدرد بن کر ان تنظیموں کا استحصال کیا، کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی قربانیوں پر تجارت کی اوران قابل رحم مگر غیور اہل ایمان کے لیے امت کی طرف سے جانے والی امداد روک کر انہیں ظالم مشرکین کے رحم وکرم پر چھوڑا، جس کے نتیجے میں بزدل مشرکین اس قدر شیر ہو گئے ہیں کہ کشمیر ہی نہیں، ہندوستان میں بھی کسی ایک مسلمان کی جان وآبرو بھی محفوظ نہیں۔
- ہم نے ہمیشہ واضح کیا ہے کہ جہادِ کشمیر کا ہدف مسلمانانِ کشمیر کے دین وعزت اور جان ومال کا دفاع اور مشرک ہندوؤں سے آزادی ہے اور اس مقصد کے لیے لازم ہے کہ کشمیر میں موجود سب مجاہدین ایک صف بن کر غاصب ہندوؤں پر ضربیں لگائیں، قافلۂ جہاد کو رہزنوں کی سازشوں سے محفوظ رکھیں اوراپنی اس تحریکِ جہاد کی منزل کسی دوسرے طاغوت کی حکمرانی نہیں، بلکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی شریعت کی حاکمیت سمجھیں۔

روز اول سے ہم نے اسی طرز عمل کی دعوت دی، اس پر خود عمل کی کوشش کی اور اس محور پر ہر قسم کی جماعتی تفریق وتعصب کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ہم نے 'شریعت یا شہادت' کا نعرہ لگانے والے مجاہدین پر بھی ہمیشہ زور دیا ہے کہ وہ کشمیر میں موجود دیگر سب مجاہدین اور عوام کو اپنا بھائی سمجھیں، جہادِ کشمیر کو ان شرعی مقاصد پر استوار کرنے کے لیے ان میں عزم، وحدت اور تحریک پیدا کریں اور أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ (کافروں پر سخت) اور رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (آپس میں نرم) بن کر دشمنانِ دین کی ہر قسم کی سازشوں کو ناکام بنائیں۔[۲]

ہم آخر میں کشمیر کے سب اہل ایمان کی خدمت میں یہ یاددہانی کرانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ شرک وظلم کا یہ تسلط آپ کی دنیا اور آخرت دونوں کو برباد کرنے کے درپے ہے اور آپ کے دلوں سے ایمان جبکہ زندگی سے اسلام چھیننا ہی اس کا اولین ہدف ہے۔ ایسے میں اپنے ایمان واسلام کا دفاع صرف اس ایک صورت میں ہی ممکن ہے کہ کہ ایمان وجہاد کی یہ محبت نسل در نسل آپ منتقل کریں اور دنیا کی کوئی قوت مدد کرے یا نہ کرے، آپ اس اسلامی اور جہادی تحریک کو کبھی ٹھنڈا نہ پڑنے دیں اور اس قافلے کو بہر صورت اپنی منزل کی طرف رواں رکھیں، یہاں تک کہ اللہ رب العزت کشمیر و برِّصغیر سمیت پوری دنیا کے مسلمانوں کو آزادی اور اسلام کے غلبے والی وہ صبح پر نور دکھائے جس کے آنے میں کسی اہل ایمان کو شک نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ایمان وجہاد کی محبت ہمارے دلوں میں انڈیل دے، ایمان وجہاد کے راستے پر سفر ہمارے لیے آسان بنادے اور اپنی نصرت وتائید کے دروازے ہمارے اوپر کھول دے، آمین یارب العالمین!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على نبينا الأمين!

---

ادارہ السحاب، برِّصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)

[۲] ملاحظہ ہو '(کشمیر میں) کون سی تنظیم حق پر ہے'، مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند'، اکتوبر نومبر ۲۰۲۲ء (جلد نمبر: ۱۵، شمارہ نمبر: ٦)

سانحۂ لال مسجد...... تفریقِ حق و باطل کا نشان!

# وانا آپریشن کے بارے میں پاکستان کے علماء کا متفقہ فتویٰ

یہ وہ تاریخی فتویٰ ہے جو کئی فوجیوں کو ایمان کی طرف لانے کا باعث بنا اور یہ فتویٰ آج بھی پاکستان فوج، خفیہ اداروں اور پولیس و دیگر سکیورٹی اداروں سے وابستہ اہلکاروں کے لیے 'ہدایت' اور 'ایمان' کا سامان رکھتا ہے۔ یہ فتویٰ راہِ فکر و عمل ہے ان کلمہ گو سکیورٹی اہلکاروں کے لیے جو دل سے اپنی زندگی کا مقصد 'ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ' کو سمجھتے ہیں۔ خصوصاً آج جب ایک بار پھر پاکستان فوج کے جرنیلوں نے اسلام اور مسلمانوں کا سودا کرتے ہوئے عالمی طاغوتی نظام کے خلاف برسرِپیکار اور نفاذِ شریعت کی محنت کرنے والے داعیانِ دین اور مجاہدینِ اسلام کے خلاف 'آپریشن عزمِ استحکام' کا اعلان کیا ہے تو اس فتوے کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، بلکہ افواجِ پاکستان کے اس آپریشن کا شرعی حکم بھی اسی فتوے کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے۔

یہ فتویٰ پاکستان فوج، فضائیہ، بحریہ، انٹیلی جنس و پولیس و دیگر سکیورٹی اداروں کے 'مسلمان' فوجیوں کے لیے 'اللہ' یا 'شیطان' کی بندگی اور 'جنت' یا 'جہنم' کا راستہ واضح کر رہا۔ ایک 'لا الٰہ الا اللہ' پڑھنے والے اور 'محمد رسول اللہ' کے عشق کا دم بھرنے والے سپاہی کے لیے پہلا آرڈر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آرڈر ہے اور پہلا حلف نامہ 'شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم' کا اقرار ہے۔ پس خوش نصیب ہیں وہ سکیورٹی اہلکار، اور دنیا و آخرت کی کامیابیاں ہیں ان افسروں اور جوانوں کے لیے جنھوں نے وطن کی حفاظت کی تو ایمان و اسلام کے لیے اور جنھوں نے سرحدوں پر پہرے دے کر اپنے آپ کو تھکایا تو ایمان و اسلام کے لیے! (ادارہ)

## سوال

"کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ کے شدید دباؤ کی وجہ سے پاکستان کے فوجی وانا میں مجاہدین اور دیگر عوام کے خلاف دہشت گردی ختم کرنے کے نام پر آپریشن کر رہے ہیں اور مزاحمت کرنے والے معصوم مسلمانوں کو گرفتار اور قتل کر رہے ہیں۔ دریں حالات علمائے کرام درج ذیل سوالات کے جوابات قرآن و سنت کی روشنی میں عنایت فرمائیں:

سوال نمبر ۱: یہ کہ پاکستانی افواج کا اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف کارروائی کر کے ان کو گرفتار کرنا یا ان کو قتل کرنا یا کرانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۲: کیا حاکمِ وقت اگر کسی بے گناہ کے قتل یا گرفتار کرنے کا حکم اپنی رعایا یا اپنی فوج کو دے تو کیا اس حکم کی تعمیل ضروری ہے یا نہیں؟ کیا ایسی صورت میں پاکستانی فوج کے لیے اس قسم کی کارروائیوں میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۳: مذکورہ صورت میں جو فوجی آپریشن میں شریک ہیں تو ان کی موت کیسی موت ہے؟ آیا شہید ہیں یا حرام موت مارے جائیں گے؟ ایسی موت کی صورت میں ان کی نمازِ جنازہ پڑھانا یا اس میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۴: ان مجاہدین اور دیگر معصوم مسلمانوں، جن پر جنگ زبردستی مسلط کی گئی ہے ان کے مارے جانے کا کیا حکم ہے؟"

کرنل (ریٹائرڈ) محمود الحسن

## جواب

جواب نمبر ۱:

موجودہ حالات میں پاکستانی فوج کا وانا (وزیرستان) میں مجاہدین اور ان کے حامی مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی ختم کرنے کے نام پر کارروائی کر کے ان کو گرفتار کرنا یا ان کو قتل کرنا، کرانا قرآن و سنت کی صریح نصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام اور سخت گناہ ہے، خواہ یہ کارروائی امریکہ کے شدید دباؤ کی وجہ سے ہو یا بغیر دباؤ کے ہو، دونوں صورتوں میں کافروں کو خوش کرنے کے لیے مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی، خواہ وہ ان کو شہید کرنے کی صورت میں ہو یا ان کو گرفتار کر کے کسی کافر کے حوالے کرنے کی صورت میں، متعدد آیات و احادیثِ مبارکہ اور عباراتِ فقہا کی روشنی میں ناجائز اور حرام ہے۔ ان صریح آیات کی پیشِ نظر شریعت نے کسی مسلمان کے لیے کسی دوسرے مسلمان کے خلاف کارروائی کو ناجائز قرار دیا ہے۔ نیز اگر مسلمانوں کو یہ اندیشہ بھی ہو کہ اگر ہم نے غیر مسلموں کا یہ مطالبہ نہیں مانا تو غیر مسلم خود ہمیں قتل کر ڈالیں گے یا کسی شدید نقصان میں مبتلا کر دیں گے تب بھی ان کا یہ مطالبہ ماننا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

جواب نمبر ۲:

حاکمِ وقت کے کسی ایسے حکم کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا جو شریعت کے خلاف ہو، ہرگز جائز نہیں، حرام ہے۔ لہٰذا حاکمِ وقت اگر کسی بے گناہ کے قتل یا گرفتار کرنے کا اپنی رعایا یا اپنی فوج کو حکم دے تو اس حکم کی تعمیل ہرگز جائز نہیں۔ وانا میں مسلمانوں کے خلاف حکومتی کارروائی چونکہ شریعت کے خلاف ہے اس لیے فوج کے لیے اس کارروائی میں شریک ہونا جائز نہیں۔ لہٰذا مسلمان فوجیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف اس قسم کی کسی بھی

کارروائی میں شریک ہونے سے انکار کردیں ورنہ وہ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔

جواب نمبر ۳:

مذکورہ صورت میں حاکمِ وقت یا کمانڈر کے خلافِ شرع حکم پر عمل کرتے ہوئے جو فوجی اس کارروائی میں شریک ہوگا تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا اور اگر اس کی موت واقع ہوجائے تو وہ ہرگز شہید نہیں کہلائے گا۔ جہاں تک ایسے لوگوں کی موت واقع ہونے کی صورت میں نمازِ جنازہ پڑھانے اور اس میں لوگوں کے شریک ہونے کا تعلق ہے تو ایک مسلمان کی غیرت، حمیت اور دینی جذبے کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ میں بھی کوئی شریک نہ ہو اور نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کوئی آگے ہو۔

جواب نمبر ۴:

ایسے تمام افراد جو ان ظالمانہ فوجی کارروائیوں میں مارے جائیں چونکہ شرعاً وہ معصوم اور بے گناہ ہیں لہٰذا شرعاً وہ شہید ہوں گے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

أ. وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ (سورۃ النساء:۹۳)

”رہا وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔“

ب. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (سورۃ الممتحنۃ:۱)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں۔“

ج. بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝ (سورۃ النساء:۱۳۹،۱۳۸)

”اور جو منافق اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں انہیں یہ مژدہ سنا دو کہ ان کے لیے دردناک سزا تیار ہے۔ کیا یہ لوگ عزت کی طلب میں ان کے پاس جاتے ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔“

د. وفی الحدیث عن البراءؓ بن عازب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لزوال الدنیا وما فیها اهون عند الله تعالیٰ من قتل مؤمن ولو ان اهل السمٰوٰت واهل الارض اشترکوا فی دم مؤمن لادخلهم الله تعالیٰ النار (روح المعانی، جلد:۳، ص:۱۱۶)

”حدیث میں حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دنیا و مافیہا کا تباہ ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کے قتل کیے جانے سے زیادہ ہلکی بات ہے۔ اگر آسمانوں اور زمین والے ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں پھینک دے گا۔“

ہ. عن ابن عمرؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه (الى عدوه)...... (متفق عليه، رياض الصالحين:۱۰۸)

”حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ وہ اسے اس کے دشمن کے حوالے کرتا ہے...... الخ“

و. وفي احكام القرآن للجصاص(۴۰۶/۲) وهذا يدل على انه غير جائز للمومنين الاستنصار بالكفار على غيرهم من الكفار اذ كانوا متى غلبوا كان حكم الكفر هو الغالب

”احکام القرآن للجصاص میں درج ہے کہ: یہ بات دلالت کرتی ہے کہ مومنوں کے لیے کافر دشمنوں کے مقابلے میں دیگر کافروں کی مدد طلب کرنا ایسی حالت میں جائز نہیں جب (یہ معلوم ہو کہ) فتح یاب ہونے کی صورت میں کافروں کی حکومت غالب آجائے گی۔“

ز. عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره حق مالم يؤمر بمعصية فان امر بمعصية فلا سمع و لا طاعة (بخاری، جلد:ا ص:۴۱۵)

”حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے لیے امیر کی بات سننا اور ماننا ضروری ہے خواہ اس کی بات اسے پسند ہو یا ناپسند ہو، بشرطیکہ وہ کسی نافرمانی کا حکم نہ دے۔ پس اگر وہ معصیت کا حکم دے تو نہ بات سنی جائے، نہ مانی جائے۔“

ح. وفی شرح السیر جلد:۳، ص:۲۴۲: وان قالوا لهم قاتلوا معنا المسلمين والا قتلناكم لم يسعهم القتال مع المسلمين لان ذلك حرام لعينه فلا يجوز الاقدام عليه بسبب تحديد بالقتل كما لو قال له اقتل هذا المسلم والاقتلتك۔

”شرح السیر میں عبارت اس طرح ہے: جب کفار کہیں کہ ’ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑو ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے‘ تو مسلمانوں کے لیے جائز نہیں

کہ کفار سے مل کر مسلمانوں کو قتل کریں اس لیے کہ یہ حرام لعینہٖ (بالذات حرام) ہے، چنانچہ قتل کی دھمکی کے باوجود اس قسم کا اقدام حرام ہے...... بالکل اسی طرح جیسے یہ جائز نہیں کہ اگر کسی مسلمان فرد کو دھمکی دی جائے کہ 'فلاں مسلمان کو قتل کرو ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا' اور وہ عملاً ایسا کر گزرے۔"

ط. وکذٰلک من ...عدا علی قوم ظلما فقتلوه لا یکون شهیدا لانه ظلم نفسه۔(بدائع، جلد:۲ ص:۶۶)

"اسی طرح......وہ شخص جس نے کسی گروہ کے خلاف ظالمانہ طور پر چڑھائی کی اور ان لوگوں نے اس (حملہ آور) شخص کو قتل کر ڈالا تو وہ (مقتول) شہید نہیں کہلائے گا کیونکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے مرا۔"

ي. ومن قتل مدافعا عن نفسه او ماله او عن المسلمين او اهل الذمة بایّ آلة قتل، بحدید او حجر او خشب فهو شهید، کذا فی محیط السرخسی (ہندیہ، جلد:۱، ص: ۱۶۸)

"جو شخص اپنی جان، مال، مسلمانوں یا اہلِ ذمہ کا دفاع کرتے ہوئے قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے، خواہ وہ کسی بھی آلہ قتل......لوہے پتھر، لکڑی وغیرہ...سے قتل ہوا ہو۔"

واللہ اعلم با لصواب

عبد الدیان عفا اللہ عنہ

دارالافتاء، مرکزی جامع لال مسجد (اسلام آباد)

اس فتوے پر پاکستان بھر کے مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے ۵۰۰ سے زائد مفتیانِ عظّام، علمائے کرام اور شیوخ الحدیث کے دستخط ثبت ہیں۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے صرف چند علماء کے نام و دستخط ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں:

(۱) مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، شیخ الحدیث جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۲) مولانا ظہور الحق صاحب، مدیر دارالعلوم معارف القرآن، مدنی مسجد، حسن ابدال۔

(۳) مولانا عبد السلام صاحب، شیخ الحدیث اشاعت القرآن، حضرو، اٹک۔

(۴) قاری چن محمد، مدرس اشاعت القرآن، حضرو۔

(۵) مفتی سیف اللہ حقانی صاحب، رئیس دارالافتاء، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ۔

(۶) مولانا عبد الرحیم صاحب، خطیب جامع مسجد ۳۳، جنوبی سرگودھا۔

(۷) فتح محمد صاحب، مدیر جامعہ صدیقیہ، واہ کینٹ۔

(۸) مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحبؒ، مہتمم جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۹) مفتی حمید اللہ جانؒ صاحب، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

(۱۰) مفتی شیر محمد صاحب۔

(۱۱) مفتی زکریا صاحب، دارالافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

(۱۲) مولانا محمد اسحاق صاحب، مہتمم مدرسہ تدریس القرآن و خطیب مرکزی جامع لالہ رخ، واہ کینٹ۔

(۱۳) مولانا عبد القیوم حقانی صاحب، مہتمم جامعہ ابو ہریرہؓ زڑہ میانہ، نوشہرہ۔

(۱۴) مفتی حبیب اللہ صاحب۔ دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی۔

(۱۵) مولانا محمد صدیق صاحب، مہتمم جامعہ تعلیم القرآن مدنی مسجد، لائق علی چوک، واہ کینٹ

(۱۶) مولانا عبد المعبود صاحب، جامع مسجد پھولوں والی، رحمن پورہ، راولپنڈی۔

(۱۷) قاری سعید الرحمٰن صاحب، مدیر جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی۔

(۱۸) قاضی عبد الرشید صاحب، مہتمم دارالعلوم جامعہ فاروقیہ، دھمیال کیمپ، راولپنڈی۔

(۱۹) مولانا محمد صدیق اخونزادہ صاحب۔

(۲۰) مفتی ریاض احمد صاحب، دارالافتاء دار العلوم تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی

(۲۱) مولانا محمد عبد الکریم صاحب، مدیر جامعہ قاسمیہ، ایف سیون فور، اسلام آباد۔

(۲۲) مفتی محمد اسماعیل طورو صاحب، دارالافتاء جامعہ اسلامیہ، صدر، راولپنڈی۔

(۲۳) مولانا محمد شریف ہزاروی صاحب، خطیب جامع مسجد دارالاسلام، جی سکس ٹو، اسلام آباد

(۲۴) مولانا فیض الرحمٰن عثمانی صاحب، رئیس ادارۂ علوم اسلامیہ، سترہ میل، بہارہ کہو، اسلام آباد

(۲۵) مولانا عبد اللہ حقانی صاحب، شیخ الحدیث مدرسہ و جامعہ خدیجۃ الکبریٰؓ، اسلام آباد۔

(۲۶) مولانا محمود الحسن طیب صاحب، مفتی مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

(۲۷) مولانا محمد بشیر سیالکوٹیؒ صاحب، مدیر معهد اللغة العربية و مدیر بیت العلم، اسلام آباد

(۲۸) مولانا وحید قاسمی صاحب، جنرل سیکرٹری عالمی مجلس ختم نبوت و مدیر مدرسہ فاروقیہ، اسلام آباد

(۲۹) مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ، شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ۔

(۳۰) مولانا مفتی پیر سیّد مختار الدین شاہ صاحب، کربوغہ شریف، خلیفۂ مجاز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ۔

(۳۱) مولانا فضل محمد صاحب، استاذ الحدیث جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۳۲) مولانا سعید اللہ شاہ صاحب۔ استاد الحدیث۔

(۳۳) مولانا سبحان اللہ صاحب، مفتی جامعہ امداد العلوم، صدر، پشاور۔

(۳۴) مولانا محمد قاسم ابن مولانا محمد امیر بجلی گھر، پشاور۔

(۳۵) مفتی غلام الرحمٰن صاحب، رئیس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ، صدر، پشاور۔

(۳۶) مولانا مفتی سید قمر صاحب، دارالافتاء دارالعلوم سرحد، دارالعلوم آسیا گیٹ، پشاور۔

(۳۷) مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ، شاہو وام، ہنگو۔

(۳۸)مولانا شیخ الحدیث محمد عبد اللہ صاحب۔

(۳۹)مفتی دین اظہر صاحب۔

(۴۰)مولانا مفتی عبد الحمید دین پوری۔

(۴۱)مفتی ابو بکر سعید الرحمن صاحب۔

(۴۲)مفتی محمد شفیق عارف صاحب۔

(۴۳)مفتی انعام الحق صاحب۔

(۴۴)مفتی عبد القادر، جامعہ بنوریؒ ٹاؤن، کراچی۔

(۴۵)مولانا سید سلیمان بنوری صاحب، نائب مہتمم جامعہ بنوریؒ ٹاؤن، کراچی۔

(۴۶)مفتی جمال احمد صاحب، دار العلوم فیصل آباد۔

(۴۷)مولانا محمد زاہد صاحب، جامعہ امدادیہ، فیصل آباد۔

(۴۸)پیر سیف اللہ خالد صاحب، مدیر جامعہ المنظور الاسلامیہ، لاہور۔

(۴۹)مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، مفتی جامعہ المنظور الاسلامیہ، لاہور۔

(۵۰)مولانا احمد علی صاحب مدرسہ الحسنین، گرین ایریا، فیصل آباد۔

(۵۱)مفتی محمد عیسیٰ صاحب، دار العلوم اسلامیہ، کامران بلاک، لاہور۔

(۵۲)مولانا رشید احمد علوی صاحب، مدیر دار العلوم اسلامیہ۔

(۵۳)قاضی حمید اللہ صاحب، مرکزی جامع مسجد شیر اں والا باغ، گوجرانوالہ۔

(۵۴)مولانا فخر الدین صاحب، جامعہ اشرف العلوم، گوجرانوالہ۔

(۵۵)مفتی محمد فاروق صاحب، رئیس دار الافتاء جامعہ فریدیہ، اسلام آباد۔

(۵۶)مولانا محمد عبد العزیز صاحب، خطیب مرکزی جامع مسجد، اسلام آباد۔

(۵۷)مفتی سیف الدین صاحب، جامعہ محمدیہ، ایف سکس فور، اسلام آباد۔

## مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ کا فتویٰ:

اگر کسی فوجی کو ”ایک مسلمان کے قتل“ اور ”پھانسی یا کورٹ مارشل“ کے درمیان (کسی ایک چیز کے اختیار کرنے کا) فیصلہ کرنا پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ کے قانون میں اس کے لیے اخروی لحاظ سے آسان، سہولت دہ اور جائز یہی ہے کہ وہ اپنے لیے ”کورٹ مارشل“ اور ”تختۂ دار“ کا راستہ اختیار کرلے۔

## کوہاٹ کے مفتیان کا فتویٰ:

”شریعت کی رو سے مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے فوجی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی ہیں اور ان کا مرنا حرام موت ہے اور ان کا حکم ”قطّاع الطریق“ یعنی راہزن اور ڈاکو کا ہے۔ نمازِ جنازہ کے لیے جو حکم راہزن اور ڈاکو کا ہے وہی ان کا ہے۔“

## دار العلوم اکوڑہ خٹک کے مفتیانِ کرام کا فتویٰ:

”فقہ کی معتبر اور مشہور کتب در مختار و رد محتار میں ہے کہ عصبی (جو وطن یا قوم کی عصبیت میں لڑتا ہوا مارا جائے) پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی۔“

☆☆☆☆☆

## بقیہ: کیا مسجد اقصیٰ ہماری نہیں؟

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ مسجد اقصیٰ ایک بار پھر فتح ہو جائے گی، اور مسلمان اس میں دوبارہ نمازیں قائم کریں گے، اور اس کو آزاد کروانے کے لیے اس امت کے بیٹے اپنا خون پیش کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ بے شک کچھ عرصے کے لیے آزمائشیں آئیں گی، عزیمتوں کی داستانیں رقم ہوں گی، قربانیوں کی تاریخ لکھی جائے گی، مگر آخر کار فتح اللہ کے بندوں کو ہی ملے گی اور ایک دن ایسا آئے گا کہ ہر شجر اور پتھر بھی پکار پکار کر کہے گا کہ ’اے عبد اللہ! اس یہودی کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کر دو!‘

یہ معرکہ جتنا بھی طویل ہو جائے آخر جیت حق کی ہی ہو گی، اللہ کے دین کو ہماری حاجت نہیں ہے، اگر ہم نہ اٹھے تو ہماری جگہ اللہ دوسروں کو اٹھا دیں گے جن سے اللہ محبت رکھتا ہو گا اور جن کو اللہ یہ عظیم الشان شرف عطا کرنا چاہتا ہو گا۔ اس لیے ہمیں یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ ہمیں بھی اس قافلے میں اپنا نام لکھوانا ہے کہ نہیں!

طوفان الاقصیٰ کے بعد کفار کی جانب سے آنے والے بیانات، ان کا غصے سے بپھر جانا اور جنگی تیاریوں کے ساتھ متکبرانہ زعم کہ ’ہم جیتیں گے کیوں کہ ہم طاقتور ہیں‘ کو دیکھ کر بیس سال پہلے گیارہ ستمبر کے حملوں کے بعد امریکہ کا طرز عمل یاد آ گیا۔ امریکہ بھی اسی زعم میں مبتلا اللہ کے بندوں کو تباہ کرنے افغانستان میں داخل ہوا تھا۔ کہ وہ ایک ہفتے کے اندر اندر پورے افغانستان پر قابض ہو جائے گا۔ دنیا اس وقت بھی افغانستان کی مدد کرنے سے خوفزدہ تھی۔ امریکہ سے ٹکر لینے سے گھبراتی تھی۔ چند سر پھروں کو، جو امریکہ کا مقابلہ کرنے نکلے تھے، بے وقوف اور خیالی دنیاؤں کا باسی سمجھتی تھی۔ مگر آج بیس سال گزر جانے کے بعد دنیا کے سامنے حالات ہیں۔ اور سب یہ جان گئے ہیں کہ:

اللہ کا وعدہ سچا تھا...... اور ہمیشہ سچا رہے گا!

☆☆☆☆☆

سانحۂ لال مسجد...... تفریقِ حق و باطل کا نشان!

# اسلام آباد کے دروازوں پر ”اسلام“ کی دستک

مولانا عبد الرشید غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ

شہید امام برحق مولانا عبد الرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ نظر تحریر بے نظیر بھٹو کے ایک کالم کے جواب میں لکھی تھی۔ لیکن اگر اس تحریر میں جہاں جہاں بے نظیر اور ایک جگہ الطاف حسین کا ذکر ہے وہاں زرداری، نواز شریف، شہباز شریف، عمران خان، کیانی، پاشا، اور عاصم منیر کا نام لکھ کر اسے پڑھا جائے تو بھی اس کا اثر برقرار بلکہ زیادہ بڑھ جائے گا۔ غازی صاحب نے اس تحریر میں ’سیاسی‘ انداز اپنایا ہے تاکہ ہر طبقہ (دین داروں سے لے کر لادین سیکولروں تک) نفاذِ اسلام کی اہمیت، ضرورت اور اس کی برکتوں کو آسانی سے سمجھ سکے اور اسلام اور انتہا پسندی، دہشت گردی، شدت پسندی وغیرہ میں تمیز کر سکے۔ (ادارہ)

مختلف اخبارات میں بے نظیر بھٹو کا ایک کالم بعنوان ”اسلام آباد کے دروازوں پر عسکریت پسندوں کی دستک“ شائع ہو رہا ہے، جس میں غالباً امریکی خوشنودی کے پیشِ نظر ”طالبانائزیشن“ اور ”انتہا پسندی“ کو ہوّا بنا کر پیش کیا گیا ہے اور یہ احساس دلایا گیا ہے کہ چونکہ محترمہ کو اپنے دورِ حکومت میں ”انتہا پسندی“ سے بارہا پالا پڑا ہے، لہٰذا فوجی قیادت کو کالے برقعوں کا یہ خالصتاً نسوانی معاملہ، بی بی کے ہاتھوں میں تھما کر واپس بیرکوں میں جا کر محض تماشہ دیکھنے پر اکتفا کرنا چاہیے۔

محترمہ نے جابجا اس بات کو باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں اسلام پسند عناصر ”انتہا پسندی“ کو فروغ دے رہے ہیں۔ ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہاں ”انتہا پسندی“ سے ان کی کیا مراد ہے؟ اگر انتہا پسندی سے محترمہ کی مراد معصوم عوام کو قتل کرانا یا لاپتہ کرانا یا سیاسی مقاصد کے لیے انہیں لوٹنا، سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا اور دیگر تخریبی سرگرمیاں ہیں تو دنیا کا کوئی قانون اور مذہب اس کی اجازت نہیں دے سکتا اور اگر اس سے مراد اس سسٹم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا ہے، جو متفق علیہ اقدارِ اسلامی مثلاً جہاد اور حجاب وغیرہ پر قدغن لگائے، جو ظلم کو تحفظ دے، شعائرِ اسلامی کا کھلم کھلا مذاق اڑائے اور جس میں عوام سسک سسک کر جینے پہ مجبور ہوں تو یہ ہرگز انتہا پسندی نہیں بلکہ اپنے جائز حقوق کا مطالبہ ہے۔

ایک مسلم معاشرے کا یہ جائز حق ہے کہ اس میں اوپر سے نیچے تک، ہر فرد میں حقیقی اسلام کی جھلک نظر آئے۔ اگر اسلامی معاشرے کا کوئی فرد، اپنی معاشرتی روایات سے غداری کرے تو وہ پورے معاشرے کا مجرم ہے، لہٰذا اسے قرار واقعی سزا ملنی چاہیے۔ آج جن اسلامی سزاؤں کو العیاذ باللہ وحشیانہ بتایا جاتا ہے اور جن کے نفاذ کی بات کرنے پر ہمیں انتہا پسند، دہشت گرد، قدامت پسند اور نجانے کن کن القابات سے نوازا جاتا ہے، درحقیقت یہی سزائیں ایک مثالی اسلامی معاشرے کی بنیاد ہیں۔ اسلام ایک دینِ فطرت ہے، انسانوں کے جذبات اور مزاج کے عین مطابق ہے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اسلام جہاں جرائم کی بیخ کنی کرتا ہے وہیں ان جرائم کے اسباب کا قلع قمع بھی کرتا ہے۔ پس دہشت گردی اور حقیقی اسلام میں وہی فرق ہے جو ایک قاتل کے خنجر اور جرّاح کے نشتر میں ہوتا ہے۔ غور کیجیے کہ ایک انسانیت کو موت ہے مگر دوسرا انسانیت کے لیے سراپا زندگی۔ کوئی جنونی کسی بے گناہ کو ظلماً قتل کر دے تو بلا شبہ وہ دہشت گرد ہے، لیکن معاشرے کے کسی ناسور کے لیے کوئی جج اگر پھانسی کا حکم دے تو یہ عین انصاف ہے۔ اسلام میں عدل و انصاف کے پیمانے بہت سادہ، واضح اور دو ٹوک ہیں اور ہونا بھی یہی چاہیے۔ بدعنوان، کرپٹ لٹیرے، عیّاش اور بدمعاش عناصر کے لیے اسلام میں کوئی رعایت نہیں۔ ”نفاذِ اسلام“ کا نعرہ سن کر اگر یہ عناصر چیخ و پکار شروع کر دیں تو یہ بالکل فطری سی بات ہے۔ قومی خزانے کو شیرِ مادر سمجھ کر گلچھرے اڑانے والوں کو ”نفاذِ شریعت“ سے بدکنا ہی چاہیے اور اس پر حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر اس ملک میں شرعی نظام قائم ہو گیا تو ان کے اللوں تللوں کی ایک ایک پائی کا حساب لیا جائے گا۔

اگر الطاف حسین اور بے نظیر بھٹو کا دامن صاف ہے، اگر ان کے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں ہے تو انہیں ”انتہا پسندوں“ سے ڈرنے یا گھبرانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ نظام بے گناہ اور مظلوم لوگوں کے لیے سراپا رحمت و مودّت ہے۔ محترمہ نے لکھا ہے کہ ”میں مسلمانوں کی اکثریت کی طرح اپنے مذہب پر فخر کرتی ہوں“، اگر محترمہ مسلمانوں کی اکثریت کی پیروی میں فخر کر سکتی ہیں تو اب انہیں اکثریت ہی کی تقلید کرتے ہوئے نفاذِ اسلام کی حمایت بھی کرنی چاہیے۔

موصوفہ نے ”طالبانائزیشن“ کے خلاف جن جملوں سے رائے عامّہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی ہے ان میں سے چند اس طرح ہیں۔ ”ڈنڈا بردار اہم عہدوں پر پہنچ جائیں گے، یہ عناصر از سرِ نو منظم ہو رہے ہیں، اسلحے سے لیس ہو چکے ہیں، خود کش حملوں کا استعمال کر رہے ہیں جس سے اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے، یہ انتہا پسند عالمی مالیاتی مارکیٹوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنا دیں گے“ وغیرہ وغیرہ۔ عالمی مالیاتی اداروں کے لیے خطرے کا الارم بجا کر محترمہ نے اس ظالم سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، جو چند افراد کے کندھوں پر سوار ہو کر دنیا کی اکثریت پر مشتمل غریب طبقے پر حکمرانی کر رہا ہے۔ خود کش حملوں کا تذکرہ کرتے ہوئے شاید محترمہ اس حقیقت کو فراموش کر بیٹھیں کہ خود کش حملہ، تفریحِ طبع یا دل پشوری کے لیے کوئی نہیں کرتا، بلکہ اس کے پیچھے محرومیوں اور مایوسیوں کے طویل سلسلے ہوتے ہیں، یہ ناتمام

آرزوئیں، ادھوری تمنائیں اور بے بسی کی انتہائیں ہاتھوں میں ڈنڈے بھی پکڑا سکتی ہیں اور سینے پر بم بھی سجا سکتی ہیں[1]۔ ہمارا مسلم معاشرہ، جو کبھی علم و فضل کی آماجگاہ اور فنون و ثقافت کی جولانگاہ تھا، حقیقی اسلامی نظام نہ ہونے کی وجہ سے بحیثیت مجموعی احساسِ کمتری، مظلومیت اور بے بسی کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے۔ اس کا اصل مسئلہ ”روشن خیالی“ ہے نہ لولی لنگڑی امپورٹڈ جمہوریت، بلکہ ہمیں دنیا کے دوسرے ممالک، ایران و اسرائیل کی طرح مذہب پر آئین کو مرتب کرنا چاہیے۔ ”اسلام“ جدید دور کے ہر چیلنج سے نمٹنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے عملی مظاہرے کے لیے کرۂ ارض پہ چھوٹا سا ٹکڑا تو ایسا ہونا چاہیے جہاں بادشاہ سے لے کر عام شہری تک، رسم و رواج سے لے کر نظامِ ریاست تک اور قانون سے لے کر سزا تک سب کچھ ہمارا اپنا ہو۔ اس میں کسی سے مانگی ہوئی بھیک شامل نہ ہو۔ اگر یہ مذہبی فریضہ جو تمام مساعی کا واحد حل ہے، امن و آشتی سے پورا ہو جائے تو یقین کریں ہمارے ہاتھوں میں ڈنڈے نہیں، آپ کے لیے پھولوں کے ہار ہوں گے وگرنہ ہمیں بھی ہر طریقے سے احتجاج کا حق حاصل ہو گا۔

موصوفہ نے اپنے کالم میں موقع بموقع جامعہ حفصہ کی طالبات کے خلاف حکومتی ایجنسیوں کے پھیلائے ہوئے پراپیگنڈے کی بعض جزئیات کو بھی بڑی شدّ و مدّ سے بیان کیا ہے۔ نیز سابقہ حکومتوں کے ہاتھوں پی پی کے کارکنوں پر تشدد پر بھی دکھ کا اظہار کیا ہے۔ طالبات سے متعلق ان کا کہنا ہے کہ طالبات نے ویڈیو سینٹرز بند کرا دیے ہیں اور دھمکیاں دی ہیں۔ اسلام آباد کے گرلز سکولوں میں تالے لگا دیے ہیں۔ حکومت نے اسلحے سے بھرا ہوا ایک ٹرک لال مسجد تک پہنچا دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان جھوٹے الزامات کا جواب، آپ بذاتِ خود اسلام آباد آکر بچشمِ خود دیکھ کر پا سکتی ہیں۔ یا پھر اسلام آباد کے رہائشی ہی آپ کو بتا کر ان الزامات کی قلعی کھول سکتے ہیں۔ لیکن جہاں تک آپ کے کارکنوں پر تشدد کی بات ہے۔ تو خاطر جمع رکھیے! آپ کی ”ہراساں توقعات“ کے عین مطابق، عنقریب پاکستان میں نفاذِ اسلام ہونے کو ہے، پھر کسی بدمعاش کو اتنی جرأت نہ ہو گی کہ وہ معصوم شہریوں بشمول پی پی کے کارکنوں کو خوف زدہ کرے یا ان پر ظلم کرے، کیونکہ اسلام ہر قسم کے ظلم کی جڑ پر وار کرتا ہے۔

محترمہ نے پرویز مشرف کی حکومت پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ وہ لال مسجد کی پشت پناہی کر رہی ہے اور ان کے خلاف کماحقہ کارروائی نہیں ہو رہی۔ یہ لکھتے ہوئے بے نظیر بھٹو شاید وہ وقت بھول گئی ہیں، جب ان کے زمانۂ اقتدار میں اسی لال مسجد کے مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ کو بزورِ طاقت ہٹانے کی بھرپور کوششیں کی گئیں، تاہم حکومت کی یہ کوششیں بری طرح ناکام ہوئیں اور بالآخر بے نظیر صاحبہ کو عملی طور پر اپنی شکست کا اعتراف کرنا پڑا۔ وہ انگشت بدنداں ہیں کہ جامعہ حفصہ میں فوجی افسران کی بیٹیاں بھی ڈنڈے اٹھائے کھڑی ہیں، ان کے والدین انہیں منع کیوں نہیں کرتے؟[2] دراصل یہ ذرا ٹیکنیکل قسم کی باتیں ہیں جو ”حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی“ سے تعلق رکھتی ہیں۔ شاید ان الفاظ کو سمجھنے کے لیے آپ کو اردو ڈکشنری کھولنے کی ضرورت پڑ جائے۔ لہٰذا ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اپنے نازک شاہی ذہن پر ان قدیم الفاظ کا بوجھ مت سوار کریں۔ نیز یہ امر قابلِ تعجب ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو ایک عرصے تک پاکستان کی واحد خاتون سربراہ رہ چکی ہیں، کیا وہ بھی یہ سمجھتی ہیں کہ مملکتِ خداداد کے شہری خصوصاً ایک خالصتاً نسوانی تعلیمی ادارے کی طالبات اگر حکومت سے کوئی جائز مطالبہ کریں تو اسے سختی سے کچل دینا چاہیے، کیا یہ رویہ ”تشدد پسندی“ نہیں ہے؟ اور کیا پی پی کی قیادت ایسے اقدامات کو جائز تصور کرتی ہے؟ البتہ جہاں تک ہم پر حکومت کی پشت پناہی کا الزام ہے، تو اے کاش ایسا ہوتا! اگر حکومت ہماری پشت پناہ بن کر نفاذِ اسلام کے لیے مخلص ہو جائے تو پھر ہمیں ڈنڈے اٹھانے کی کیا ضرورت ہے، یہی ہمارا اہم ترین مطالبہ ہے۔

محترمہ نے اس خدشے کا اظہار بھی کیا ہے کہ ”ہو سکتا ہے کہ وفاق اور پنجاب میں بھی نفاذِ اسلام کے حامی (ان کے الفاظ میں انتہا پسند) موجود ہوں“۔ جی ہاں، آپ کے اندازے سو فیصد درست ہیں، وفاق اور پنجاب ہی نہیں، الحمدللہ بلوچستان سرحد اور سندھ کی ہر گلی اور ہر گھر میں نفاذِ شریعت کے حامی موجود ہیں، غور کریں تو آج پاکستان کے ہر عالم دین، ہر دانش ور اور عوام کی زبان پر اس بے ہودہ اور فرسودہ نظام کی تبدیلی کی بات آچکی ہے اور عوام دلی طور پر ان کے ساتھ ہیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر 47 پر)

[1] مولانا عبدالرشید غازی شہید یہاں جب مایوسیوں کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے وردی و بے وردی حکمران طبقے سے مایوسی مراد ہے۔ وہ حکمران طبقہ جس نے نفاذِ نظامِ غیر اسلامی پر اصرار کیا۔ اگر اسلام قائم ہو اور شریعت کا عادلانہ قانون جاری ہو تو کہیں کوئی مایوسی اور محرومی نہیں بچے گی۔ 'ناتمام آرزوئیں' اور 'ادھوری تمنائیں'، لا الٰہ الا اللہ کے نام پر ملک حاصل کر کے وہاں انگریزی نظام نافذ کر دینے کے سبب ہیں۔ پھر جب ایک طرف نظامِ انگریزی نافذ ہو اور دوسری طرف اپنے اور پرائے سبھی اس پر 'کسی نہ کسی صورت' راضی نظر آتے ہوں تو بے بسی کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ پھر یہ سب جذبات شریعت کے 'نفاذِ شریعت' کے حکم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جذباتیت نہیں حقیقت پر مبنی اقدامات اٹھواتے ہیں، جن کا نام دعوت و جہاد ہے۔ پھر یہی دعوت و جہاد کہیں ”ہاتھوں میں ڈنڈے بھی پکڑا سکتے ہیں اور سینے پر بم بھی سجا سکتے ہیں“۔ پھر غازی صاحب کے دیگر اقوال اور ان عملی افعال خاص کر 'شہادت' اس بات کی سب سے بڑی مؤید ہے کہ غازی صاحب نے یہاں جو جملے تحریر کیے ہیں ان کا معنیٰ و مطلب اور تشریح و مفہوم کیا ہے۔ فدائی حملے (جنہیں عرف میں غلط طور پر خودکش کہا جاتا ہے) یعنی فی اللہ شہادت تو فی سبیل اللہ امید و رجا اور عزم و ہمت کی اعلیٰ صورت ہیں۔ (ادارہ)

[2] یہاں ان 'فوجی افسران' کا ذکر ہے جو واقعی 'ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ' کی خاطر فوج کا حصہ بنے۔ ایسے اللہ کے آرڈر کو ماننے والے فوجی لال مسجد آپریشن (جو پاکستان میں تفریقِ حق و باطل کا ایک واضح نشان بنا) کے بعد فوج میں بظاہر نہیں رہے۔ (ادارہ)

# اجنبی ___ کل اور آج

الشیخ المجاہد انجنیئر احسن عزیز شہید رحمہ اللہ

الشیخ المجاہد احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی آج سے بیس سال قبل تصنیف کردہ نابغہ تحریر ’اجنبی ___ کل اور آج‘، آنکھوں کو رلاتی، دلوں کو نرماتی، گرماتی، آسان و سہل انداز میں فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین سمجھانے کا ذریعہ ہے۔ جو فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین (گھر تا ایوانِ حکومت) کا منہج سمجھ جائیں تو یہ تحریر ان کو اس راہ میں جتے رہنے اور ڈٹے رہنے کا عزم عطا کرتی ہے، یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہادت ان کو اپنے آغوش میں لے لے (اللھم ارزقنا شھادۃ في سبیلك واجعل موتنا في بلد رسولك صلی اللہ علیه وسلم یا اللہ!)۔ ایمان کو جِلا بخشتی یہ تحریر مجلہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں قسط وار شائع کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

## یہی اہلِ محبت آج بھی درد آشنا ٹھہرے!

یہ طبقاتِ مجاہدین آج دنیا کے ہر خطے میں قریباً ایک سی کیفیت سے دوچار ہیں۔ ان کا تعلق خواہ کسی رنگ، نسل، زبان سے ہو یہ آج مقہور ہیں اور اسلام کے محافظ ہونے کی وجہ سے دنیائے کفر کا سب سے بڑا ہدف بھی یہی ہیں۔

یہ اس دور کے وہ اجنبی مسافر ہیں جنھوں نے عرب و عجم کی بستیوں سے کوچ کیا۔ صحراؤں، بیابانوں اور جنگلوں کو اپنا مسکن بنایا۔ جہاد کو کسی جغرافیائی ضرورت یا قومی مقصد کے بجائے ایک عبادت اور عقیدے کے طور پر پہچانا۔ اس کی فرضیت پر دل سے ایمان لائے اور اپنے عمل سے اس کی تصدیق کی۔ اسلاف کی طرح اسے اپنی زندگی کا طریق بنایا۔ مغرب کی کفری تہذیب کو، بغیر اس سے کوئی دلیل مانگے مسترد کیا اور اس کے سرنامے پر لکھے ہوئے تین حروف ”ک ف ر“ کو کافی دلیل جانا۔ کوہ ہندوکش کو سرخ ریچھ کے پنجوں سے نکالنے کے لیے اور اسلامی شریعت کو اس زمین پر نافذ کرنے کے لیے انھی سرفروشوں نے اپنا خون دیا۔ کوہ قاف کے شہزادے اسی قافلے کے ہم رکاب ہو کر ابدی جنتوں کے سفر پر روانہ ہوئے۔ کوہِ ہمالیہ کے پڑوسی اہلِ حمیت نے جہاد کے ان کرداروں سے درسِ شجاعت لیا۔ کوہِ احد کے پہلو میں سوئے ہوئے شہیدوں کے وارثوں نے: ”لَاُخْرِجَنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ حَتّٰی لَا اَدَعَ اِلَّا مُسْلِمًا“ (مسلم، کتاب الجہاد والسیر) ”میں ضرور بالضرور جزیرۂ عرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال کر دم لوں گا یہاں تک کہ مسلمانوں کے سوا یہاں کسی اور کو نہ چھوڑوں گا“ ___ کے فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی گردنیں پیش کر دیں۔ پھر اسی میدان کے شہسواروں نے مسجدِ اقصیٰ کے گرد سرد پڑی جہاد کی بھٹی کو اپنے لہو کے شعلوں سے گرم کیا۔ اور آج یہی غرباء اپنی عظمتِ رفتہ کی یادگار دارالخلافہ بغداد کے کارزار کو گرم رکھے ہوئے ہیں۔

یہ اس دور کے ” اَلنُّزَّاعُ مِنَ الْقَبَائِلِ“ ہیں، اس قافلہ ءِ بہار کے راہی ہیں جس میں مالک نے پوری امت کا عطر کشید کر جمع کر دیا ہے۔ اسلام کے ہر مورچے میں یہ ڈٹے ہوئے ہیں۔ ان کے لہو کی سرخیاں درمیان میں حائل نہ ہوتیں تو امن کی کتنی بستیوں تک فرعونیوں کے لشکر پہنچ چکے ہوتے۔ لیکن اس سب کے باوجود بھی یہ اپنوں میں غیر ہیں، انجان ہیں۔ کیا آرام کی نیند سونے والے جانتے نہیں کہ یہی ہیں جنھوں نے اعدائے ملت کو شرق و غرب کے محاذوں پر روکا ہوا ہے؟ ملت کے ہر خاص و عام کو یہ ماننا ہو گا کہ فلپائن سے فلسطین تک، شیشان سے کشمیر تک اور افغانستان سے عراق تک کے مورچوں میں بیٹھ کر دشمن کو پچھاڑنے والے یہ مجاہدین ان کے عظیم محسن ہیں۔

بے شک یہ کہنا غلو ہو گا کہ اسلام کے خدمت گزار صرف یہی ہیں ___ لیکن یہ بھی تو سچ ہے کہ اگر یہ نہ رہے تو اسلام کے بہت سے خدمت گزاروں تک کفار کے ہاتھ بآسانی پہنچ جائیں گے۔ یقیناً اسلام کی حفاظت کی جنگ آج علم و عمل کے بہت سے مورچوں میں لڑی جا رہی ہے ___ لیکن اس میں بھی تو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہ اگر یہ جانثار اپنے مورچوں سے ہٹ گئے تو باقی سارے مورچوں کا نقشہ بھی بدل جائے گا۔ ان میں سے کتنے وہ ہیں جنھوں نے اپنے جسموں کو ہواؤں میں تحلیل کر دیا اور سر کی آنکھوں سے اپنے عمل کے نتائج تک نہ دیکھ سکے، صرف اس لیے کہ دکھوں کی ماری امت کو ٹھنڈک بھری ایک شام میسّر آ سکے۔ کیا اُمتوں کی زندگی میں کبھی ایسا وقت نہیں آتا جب اپنی جان، مال، آبرو کا دفاع ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے؟ ان سرفروشوں نے اپنے عمل سے وقت کے اسی تقاضے پر لبیک کہا ہے، لہٰذا ہم پر یہ بھی فرض ہے کہ ہم اسلام کے غلبے اور دفاع کی خاطر اٹھنے والے ان غیر مانوس لوگوں کی مدد کریں۔ تاریخ کبھی مسلمانوں کو معاف نہیں کرے گی، اگر انہوں نے ان مجاہدین کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ ان کی مدد مستضعفین کی مدد ہے، دین و دنیا کو تہس نہس کر دینے والے دشمن (عدوّ الصائل) کے خلاف خود اپنا دفاع ہے اور اگر دفاع کی یہ ”دیوار“ مسلمانوں کے راستے سے ہٹ گئی اور ہم اس کے گرنے کا تماشہ دیکھتے رہے تو پھر ایک سیلاب ہو گا اور ہر ایک بلدِ اسلام اس کے سامنے تنکوں کی طرح بہہ جائے گا۔ شیش محلوں کے باسیوں، جاگیرداروں، کارخانہ داروں، تاجروں، بچوں، جوانوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں ___ کسی سے بھی وہ سیلاب دور نہیں رہے گا۔ تاریخ کا سبق یہی ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وعیدیں ایسی ہی ہیں:

”مَا مِن امْرِیٍٔ یَخْذُلُ امْرَئً ا مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ یُنْتَھَکُ فِیْهِ حُرْمَتُهٗ وَ یُنْتَقَصُ فِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ فِیْ مَوْطِنٍ یُحِبُّ فِیْهِ نُصْرَتَهٗ وَمَا مِن امْرِیٍٔ یَنْصُرُ مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ یُنْتَقَصُ فِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ وَ یُنْتَھَکُ فِیْهِ مِنْ حُرْمَتِهٖ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ فِیْ مَوْطِنٍ یُحِبُّ نُصْرَتَهٗ (ابو داود، کتاب الأدب)

”جو شخص بھی کسی مسلمان کو کسی ایسے موقع پر بے یار و مددگار چھوڑ دے جہاں اس کی حرمت پامال اور عزت مجروح کی جا رہی ہو تو اللہ بھی اس کو کسی ایسی ہی جگہ پر بے یار و مددگار چھوڑ دے گا جہاں یہ چاہے گا کہ اس کی مدد کی جائے، اور جو شخص بھی کسی مسلمان کی کسی ایسے موقع پر نصرت کرے گا جہاں اس کی عزت مجروح اور حرمت پامال کی جا رہی ہو، تو اللہ کسی ایسی ہی جگہ پر اس کی نصرت فرمائے گا جہاں یہ چاہے گا کہ اس کی مدد کی جائے۔“

اس دین نے غالب اور فتح یاب تو ہونا ہے، اور اس بارے میں قرآن و سنت میں ہم سے سچے وعدے کیے گئے ہیں۔ تاہم یہ بات کہ یہ فتح ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ پائیں گے یا نہیں تو یہ تو وہ چیز ہے جو اللہ عزوجل کی جانب سے، سیّدِ اولادِ آدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بار بار بتا دی گئی تھی کہ ضروری نہیں کہ وہ یقینی فتح اور غلبہ جس کا اللہ نے آپؐ سے وعدہ فرمایا، اسے آپؐ اپنی زندگی میں بھی دیکھ سکیں بلکہ یہ ہماری مرضی ہے کہ ہم یہ سچا وعدہ دکھانے سے پہلے آپؐ کو دنیا سے لے جائیں یا اس کے بعد:

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ○(سورۃ المؤمن:٧٧)

”پس آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اب خواہ جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں، اس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) آپ کو دکھلا دیں یا اس کے نزول سے پہلے ہی آپ کو وفات دے دیں، پلٹ کر آنا تو نہیں ہمارے ہی طرف ہے۔“

پس اصل فتح اللہ کے دین کی فتح ہے، جس کے وعدے اہلِ ایمان سے بہت واضح طور پر کیے گئے ہیں، تاہم فرد کے لیے دونوں صورتوں میں کامیابی ہے، فتح میں بھی اور شہادت میں بھی! یہی بات اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو سکھائی تھی:

قُلۡ هَلۡ تَرَبَّصُوۡنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡدَى الۡحُسۡنَيَيۡنِ(سورۃ التوبۃ:۵۲)

”ان سے کہو کہ تم ہمارے معاملے میں جس چیز کے منتظر ہو، وہ اس اور کیا ہے کہ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہے۔“

بظاہر شہادت دشمن سے جسمانی مغلوبیت اور ابتلاء کی ایک صورت ہے، لیکن مالک اس کو ”بھلائی“ قرار دے تو بندے کو کیوں یہ بھلائی پسند نہ ہو؟ اور اگر بندہ بھی وہ ہو جس کے پاس سب سے بڑھ کر خالق کی معرفت ہو، جو کل جہاں سے زیادہ دنیا کی حقیقت اور آخرت کے اجر سے واقف ہو، جس سے بڑھ کر جنت کا کوئی حریص زمین پر نہ گزرا ہو، پھر تو یہ اسی کے لائق ہے کہ وہ اپنے ربّ سے ایک نہیں بار بار کا کٹنا مانگے، بار بار کا اٹھنا مانگے:

”وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنِّىْ اُقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيَا ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْيَا ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْيَا ثُمَّ اُقْتَلُ“ (بخاري، كتاب الجهاد والسير)

”اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔“

پس معلوم ہوا کہ اصل کامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے اور اگر یہ کامیابی (جنت و مغفرت) مقصودِ اصلی نہ ہوتی تو دنیا کی کامیاب ترین ہستی کبھی اپنے لیے یہ تمنا نہ کرتی۔

لہٰذا شہادت کو چند دیوانوں کی جذباتی خواہش سمجھنے والوں کو بھی یہ جان لینا چاہیے کہ یہ ایک مطلوب چیز ہے، ایسی مصیبت نہیں جس کے ڈر سے عزیمت کے راستوں کو چھوڑ دیا جائے، اور دوسروں کو بھی بزدل بنا دیا جائے۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو آزمائش آج امت پر آن پڑی ہے اس سے کہیں زیادہ کٹھن دور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ پر بھی آ چکا ہے، اگر وہ سب برگزیدہ ہستیاں بھی نعوذ باللہ دشمن سے خوفزدہ ہو رہتیں، مقابلہ نہ کرتیں تو کیا آج ہم تک اسلام پہنچ پاتا؟

پس اللہ کی شکر گزاری کا طریقہ یہی ہے کہ ہم آج انؓ کی اس سنت کو تازہ کریں، ورنہ یہ نعمت چھن بھی سکتی ہے، ایسے ہی___ جیسے اندلس و ترکستان کے لاکھوں لوگوں کو جبراً عیسائی بنا دیا گیا۔

عافیت کدوں میں رہنے والوں کو جاننا ہو گا کہ امّتِ مسلمہ حالتِ جنگ میں ہے اور ہمارے پاس صبر، توکل، ذکرِ الٰہی، استقامت، اخوت اور یکسوئی کے ساتھ کفار کی اس یلغار کا مقابلہ کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ ورنہ دنیا و آخرت کے پے در پے عذابوں کا سامنا کرنے کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے:

اِلَّا تَنۡفِرُوۡا يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ وَّيَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ وَلَا تَضُرُّوۡهُ شَيۡـًٔـا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ○(سورۃ التوبۃ:۳۹)

”اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تم کو دردناک عذاب دے گا۔ اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کر دے گا اور تم اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَا تَرَکَ قَوْمٌ الْجِہَادَ اِلَّا عَمَّہُمُ اللّٰہُ بِالْعَذَابِ“ (رواه الطبراني باسناد حسن)

”کبھی کسی قوم نے جہاد نہیں چھوڑا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے (بطور سزا) اُن پر عام عذاب مسلّط کر دیا۔“

بے شک اللہ کے وعدے سچے ہیں۔ یہ دور صرف آزمائش کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت، خیر و شر کو پیدا ہی ابتلاء و آزمائش کے لیے کیا ہے۔ یہ وقت گزر تو جائے گا___ لیکن ہماری قسمتوں کا فیصلہ سنا جائے گا کہ ہم عذاب یا ثواب میں سے کس چیز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں؟:

وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ○ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ○ (سورۃ محمد: ۴۔۶)

”اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن (وہ چاہتا ہے کہ) تم میں سے ایک کا امتحان دوسرے کے ذریعے سے لے لے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا، انہیں راہ دکھائے گا، اور ان کی حالت درست کر دے گا۔ اور انہیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انہیں شناسا کر رکھا ہے۔“

موجودہ حالات میں ہم میں سے ہر کوئی اللہ سے نصرت کا طالب ہے لیکن اللہ کی نصرت کے حصول کی پہلی شرط یہی ہے کہ ہم اللہ کی نصرت کے لیے آگے بڑھیں، پہل کریں۔ تبھی اللہ کی مدد آئے گی، تبھی قدموں کو بھی ثبات ملے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ○ (سورۃ محمد: ۷)

”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔“

## قدموں کا ثبات___ جو دنیا اور آخرت میں فلاح کی ضمانت ہے!

امام مالکؒ نے بہت خوب فرمایا تھا کہ: ”لَا یَصْلُحُ اٰخِرُ ہٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا بِمَا صَلَحَ بِہٖ اَوَّلُھَا“ ”اس امت کا آخری حصہ بھی اسی چیز سے اصلاح پا سکتا ہے جس چیز سے اس کے اول حصے نے اصلاح پائی۔“

آج امت کے پاس اصلاح کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ طاغوت کے انکار اور توحید کے اقرار کے تقاضوں کو پورا کرے، فکر و عمل میں کفار کی مشابہت سے بچے اور وقت کی جاہلی تہذیب کی اقدار اور اس کے مظاہر سے اپنی جان چھڑائے، ظاہر و باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعتِ مطہرہ سے چمٹ جائے، دنیا کی امامت و سیادت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے منہج کو اپنا اسوہ بنائے، کامیابی اور فلاح کے دجّالی تصورات کو ردّ کرے اور جن و انس کو جس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، اسی کو اپنا مقصودِ زندگی بنائے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (سورۃ الذاریات: ۵۶) ”اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔“

جس اللہ نے شہادتین، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسی عظیم عبادات کو اپنے دین کی بنیادیں قرار دیا ہے، اسی ربّ نے دین کے غلبے اور حفاظت کے لیے جہاد بھی ہم پر فرض قرار دیا ہے۔

پس آج جس چیز پر سب سے بڑھ کر___ قلم والوں کو لکھنے کی، زبان دانوں کو بولنے کی، جان والوں کو کھپنے کی اور مال والوں کو خرچنے کی ضرورت ہے وہ وہی فریضہ ہے جس کو سب سے بڑھ کر بھلا دیا گیا ہے۔ یہ بھلایا گیا فریضہ، فریضۃ الغائبۃ جہاد ہے۔

جہاد میں ایمان ہے، زندگی ہے، نجات ہے۔ اس کے ترک میں نفاق ہے، موت ہے، عذاب ہے۔ چنانچہ اللہ کے راستے میں جان و مال خرچ کرنے کی ضرورت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک ہمیں ایمان مقصود ہے، زندگی درکار ہے اور نجات پیاری ہے۔ مطلوب شخصی و گروہی بالادستی نہیں بلکہ اللہ کے دین کی نصرت ہے۔

اسلام کے مورچوں میں بیٹھا ہوا ہر ایک مجاہد___ آج جنت کے ہر متلاشی، عالمِ اسلام کے ہر مرد، عورت، جوان، بزرگ، عالم، طالبِ علم، تاجر، صنعت کار، صحافی، استاد، ڈاکٹر اور انجینئر سے خاموشی کی زبان سے یہ سوال کر رہا ہے کہ ہمارے قدم تو اس راستے میں بحمد اللہ ثابت ہیں لیکن کیا ہوا اُس کا___ وہ جو ایمان کے ایک لازوال رشتے کی بنیاد پر___ ”تمہارا مجھ سے وعدہ تھا؟!“

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْاَلُکَ اِیْمَانًا لَا یَرْتَدُّ وَنَعِیْمًا لَا یَنْفَدُ وَمُرَافَقَۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی جَنَّۃِ الْخُلْدِ۔

☆☆☆☆☆

# گیارہ ستمبر کے حملے...... حقائق و واقعات

شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ (استفادہ: عارف ابوزید)

یہ تحریر شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "عمليات ١١ سبتمبر: بين الحقيقة والتشكيك" سے استفادہ ہے، جو ادارہ السحاب کی طرف سے شائع ہوئی۔ باتیں مصنفِ کتاب کی ہیں، زبان کاتبِ تحریر کی ہے۔ کتاب اس لحاظ سے اہمیت سے خالی نہیں کہ اس میں گیارہ ستمبر کے حملوں کے حوالے سے فرسٹ ہینڈ انفارمیشن ہے، کیونکہ اس کے مصنف خود ان واقعات کے منصوبہ سازوں میں سے ہیں۔ شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ رفقاء اور تنظیم القاعدہ کے مؤسسین میں سے ہیں اور بعداً تنظیم القاعدہ کے عمومی نائب امیر رہے یہاں تک کہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد نے آپ کو محرم ۱۴۴۲ھ میں نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ مجلّے میں کتاب کا انتہائی اختصار سے خلاصہ نقل کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

## عملی منصوبہ

اس پر اتفاق ہوا تھا کہ استطاعت کی کمی کی وجہ سے بڑے حملوں کو مؤخر کیا جائے، لیکن حملوں کے بارے میں سوچ و بچار نہیں رکی تھی، یہاں تک کہ فضا میں دشمن کے خلاف جنگ کا آئیڈیا سامنے آ گیا۔ ایک ایسا آئیڈیا جو دشمن کے خواب و خیال میں نہیں آ سکتا تھا، کہ کس طرح عام مسافر بردار جہاز بڑے عسکری حملے میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ذہن میں آتی تھی کہ جہاز ہائی جیک کر لیے جائیں یا فضا میں اڑا دیے جائیں، لیکن انھیں عسکری ہتھیار بنا کر ان کے ذریعے دشمن پر حملہ کیا جائے، یہ ان کے کسی سیاستدان یا منصوبہ سازوں کے ذہن میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ لیکن یہ سوچ مجاہدین کے ذہنوں سے دور نہ تھی جو ہر دم اس فکر میں ہوتے ہیں کہ کس کس طریقے سے دشمن کے خلاف کام کیا جائے۔

مشاورتی مجالس چلتی رہیں اور آہستہ آہستہ یہ آئیڈیا اکثر لوگوں کے یہاں مقبول ہو گیا۔ اس کی قبولیت کے ساتھ ہی اس کی عملی منصوبہ بندی کا آغاز کر دیا گیا جبکہ عملاً اس کی پہلی اینٹ رکھنے میں کئی ماہ لگ گئے۔

### ہوابازی سیکھنے کے لیے اہل افراد کا انتخاب

منصوبے کو عملی کرنے کے لیے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت تھی کہ بعض افراد کا انتخاب کر کے انہیں ہوابازی کی تعلیم کے لیے یورپ، ایشیا اور افریقہ کے ان ممالک میں بھیجا جائے جہاں ہوابازی سکھانے والے ادارے موجود ہوں۔ لیکن پہلے مرحلے میں اس کام میں کئی مشکلات سامنے آئیں:

۱. تنظیم یا ان کے معاونین میں ایسے چند اہل افراد موجود تھے، مگر ان میں استشہادی حملے کی رغبت نہ تھی۔

۲. بعض بھائی سیکورٹی وجوہات کی بنا پر دیگر ممالک کا سفر کرنے سے قاصر تھے۔

۳. ضرورت تھی کہ ایک بڑی تعداد کو تیار کیا جائے، تاکہ اگر بعض لوگ ناکام ہوں تو دوسرے ضرورت پوری کرنے کو موجود ہوں۔ اور اس وقت اتنی تعداد نہ تھی۔

۴. اس تعلیم اور اس کے لیے وہاں قیام کے لیے بڑی رقم درکار تھی۔

۵. اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں راز نکل نہ جائے کہ تنظیم کسی حملے کے لیے لوگوں کو تیار کر رہی ہے۔

ان تمام مشکلات کے باوجود تنظیم کی قیادت نے اہل افراد کا انتخاب شروع کر دیا جو ان کے سامنے تھے۔

### یورپی شہریت کے حامل افراد کی تلاش جن کے لیے امریکی ویزا آسان ہو

امریکہ کا ویزا لینا مشکل کام ہے، اور بعض خلیجی ممالک کے علاوہ دیگر مسلم ممالک کی شہریت کے حامل لوگوں کو کافی تفتیش کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ یورپی شہریت کے حامل لوگوں کو آسانی سے مل جاتا ہے۔ اسی غرض سے ہم نے سب سے پہلے یہ طے کیا کہ یورپی شہریت کے حامل مجاہدین تلاش کیے جائیں۔ اس سے ہمارا کام بہت حد تک مختصر ہونے کا امکان تھا۔ کیونکہ اکثر یورپی شہریت رکھنے والے کم از کم ان ملکوں کی زبان جانتے ہیں اور ان میں سے بہت سے انگریزی زبان بھی جانتے ہیں۔ لہٰذا معسکر کے ایک مسؤول کی ذمہ داری عائد کی گئی کہ وہ ایسے افراد تلاش کرے اور بہانے بہانے سے ان سے پوچھے کہ ان میں سے استشہادی حملے کے لیے کتنے افراد تیار ہیں۔ معسکرات میں آنے والے افراد کو ایک فارم دیا جاتا تھا جس میں ان کا نام، شہریت، صلاحیت اور ارادے کا پوچھا جاتا تھا۔ ہر شخص آزاد ہوتا تھا کہ اپنے بارے میں جو مناسب سمجھے، معلومات لکھ دے۔ آخر اس مسؤول بھائی نے یورپی شہریت کے حامل بھائیوں کے ساتھ مجالس شروع کیں، انھیں جاننے کے لیے اور ان کا ارادہ جاننے کے لیے، بغیر یہ ظاہر کیے کہ ہمارا مقصد کیا ہے۔ یوں اگرچہ ایک تعداد دستیاب ہو گئی، مگر ان میں سے خال خال ایسے تھے جو استشہادی حملے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

قیادت نے یہ بھی سوچا کہ ہمارے پاس چند ایسے افراد بھی ہونے چاہییں جو امریکی شہریت کے حامل ہوں یا خود امریکی ہوں۔ لیکن یہ امید بر نہ آئی، سوائے ایک بھائی کے۔ افراد کی تلاش پر مامور بھائی کی ایک بھائی سے ملاقات ہوئی جن کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تھا، جو بعد میں امریکہ کو انتہائی مطلوب افراد میں شامل ہوئے، اور تنظیم میں قیادت کے کئی مناصب پر

فائز رہے۔ وہ بھائی تھے 'عزام امریکی'، جو اس وقت ابو صہیب امریکی کے نام سے معروف تھے۔

**تنبیہ: شہروں میں خصوصی حملوں کے لیے اہم ہے کہ آپ کے پاس تیاری اور تنفیذ کے لیے اسی ملک کے باشندے ہوں۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اسی ملک کے ایک دو افراد کا ہونا انتہائی ضروری ہے، کیونکہ دوسرے ملک کے افراد کو بہت سی احتیاطی تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہیں۔**

مثلاً نیروبی و دار السلام میں امریکی سفارتخانوں پر حملے میں اکثر وہی افراد شامل تھے جو ان ملکوں کے باشندے تھے۔ چند ایک باہر کے تھے، مگر وہ بھی وہی تھے جن کا وہاں رہائش پذیر ہونا کوئی انہونی بات نہ تھی۔ اسی طرح امریکی بیڑے یو ایس ایس کول پر حملے میں بھی اکثر یمنی بھائی شریک تھے، چند ایک سعودی بھائی بھی تھے مگر وہ بھی وہ تھے جو خاندانی اعتبار سے یمنی تھے۔

تیونس کے شہر جربہ میں یہودی عبادت خانے پر حملے میں بنیادی کردار تیونسی بھائی 'سیف تونسی' کا تھا۔ عسکری ترصد، تیاری اور تنفیذ سارے کام اس نے خود کیے۔

## امریکی و یورپی شہریت کے حامل بھائیوں کی دستیابی سے مایوسی کے بعد قیادت کی توجہ جزیرۂ عرب اور خلیج کے نوجوانوں کی طرف

نیروبی و دار السلام کے حملوں اور یو ایس ایس کول پر حملے کے بعد بڑی تعداد میں نوجوانوں نے تنظیم کے معسکرات کی طرف رخ کیا۔ یہ نوجوان سبھی ممالک سے آ رہے تھے، مگر ان میں بھی سب سے زیادہ تعداد یمن، جزیرۂ عرب اور خلیجی ممالک کے نوجوانوں کی تھی۔ ان میں سے بہت سے نوجوان قیادت کے سامنے خود کو غیر مشروط[1] استشہادی حملے کے لیے پیش کرتے تھے، اور بار بار اپنی درخواست بھیجتے تھے کہ انھیں استشہادی مجاہدین کی فہرست میں سب سے اوپر جگہ دی جائے۔ اس پر قیادت انھیں خیر کی امید دلاتی اور صبر کی تلقین کرتی تھی۔

## [استشہادی حملوں کی بابت تنظیم کا موقف][2]

استشہادی حملوں کے حوالے سے تنظیم کی اپنی رائے تھی۔ جب سے شہروں میں حملوں کا آغاز ہوا اور علمائے کرام کی جانب سے استشہادی حملوں کے جواز کا فتوی سامنے آیا، تو تنظیم نے اس معاملے کا دائرہ تنگ رکھنے کا فیصلہ کیا۔ قیادت صرف اسی وقت کسی مجاہد کو استشہادی حملے کی ذمہ داری دیتی تھی جب اس کے گمان میں اس سے دشمن کو بڑا نقصان پہنچانے کا امکان ہوتا تھا۔ تنظیم کے نزدیک بنیادی قاعدہ یہی تھا کہ **"کسی بھی مجاہد سے استشہادی حملہ کروانا جائز نہیں جب وہ ہدف کسی دوسرے طریقے سے حاصل کرنا ممکن ہو جہاں مجاہد کی جان بچ سکے"**۔ تنظیم کی قیادت اور خود میری رائے یہی ہے کہ استشہادی حملوں کے دائرے میں وسعت نہیں لانی چاہیے، جیسا کہ آج ہم بعض جہادی محاذوں پر دیکھ رہے ہیں، جہاں چھوٹے سے ٹیکٹیکل حملے میں بھی استشہادی مجاہد سے کام لیا جاتا ہے، حالانکہ وہ ہدف کسی دوسرے طریقے سے بھی حاصل کرنا ممکن ہوتا ہے۔

اور میں تمام محاذوں پر موجود مجاہد قیادتوں سے گزارش کرتا ہوں کہ استشہادی مجاہد کو کام میں لانے میں افراط سے بچیں، اور صرف اسی حالت میں استشہادی حملے کا انتخاب کریں جب وہ ہدف کسی بھی دوسرے طریقے سے حاصل کرنا ممکن نہ ہو، اور حملہ بھی ایسا ہو کہ جس میں دشمن کو بہت بڑے نقصان کے پہنچائے جانے کا گمان غالب ہو۔[3]

## گیارہ ستمبر کے حملوں کی ابتدائی تیاریاں

### تنگ جگہوں پر قتال کی مہارت حاصل کرنے کا خصوصی دورہ

دسمبر ۱۹۹۸ء میں منزل کی طرف بڑھنے کے لیے نکتۂ آغاز کے طور پر خصوصی تربیت کا دورہ منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اس میں بعض استشہادی بھائیوں کو شامل کرنے کا فیصلہ ہوا تاکہ انھیں تنگ جگہوں پر آسانی سے جنگ کرنے کی تربیت دی جا سکے، نیز پستول اور وہ سفید ہتھیار (White weapon)[4] یعنی چھری چاقو وغیرہ...... کے استعمال کی تربیت دی جا سکے جنھیں نظروں میں آئے بغیر بآسانی اپنے بیگ میں ڈال کر جہاز پر چڑھنے کی اجازت ہوتی ہے۔

اس دورے کا انعقاد اس طرح کیا گیا تھا کہ اس میں شریک افراد کو اصل ہدف معلوم نہ تھا، بلکہ انھیں صرف اسی قدر معلوم تھا کہ وہ قریب سے جنگ کرنے کی مہارت حاصل کر رہے ہیں۔ دورے کے لیے بیس شرکاء کا انتخاب کیا گیا، اور شریک لوگوں میں عزام امریکی بھائی بھی تھے۔

اس دورے کے لیے دو اساتذہ کا انتخاب کیا گیا۔ ایک ایشیا سے تعلق رکھنے والے تھے جو کراٹے میں بلیک بیلٹ تھے اور ماہر استاد تھے اور کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ دوسرے استاد کا تعلق مشرقی افریقہ سے تھا، وہ بھی بلیک بیلٹ ہونے کے ساتھ ساتھ عربی، سواحلی، انگریزی کے

---

[1] غیر مشروط اس اعتبار سے لکھا ہے کہ بعض بھائی استشہادی حملوں کے لیے خود کو پیش کرتے ہیں، مگر کہتے ہیں کہ ہم ایسے حملے کے لیے تیار ہیں جس میں دشمن کو بڑا نقصان پہنچانے کا امکان ہو۔

[2] یہ عنوان کاتب نے داخل کیا ہے۔

[3] اس کے بعد شیخ ابو محمد رحمہ اللہ نے استشہادی حملوں کے شرعی دلائل پر بحث کی ہے جو چار پانچ صفحات پر مشتمل ہے، کاتب اپنے اختیار کردہ اصول کے تحت اس میں سے کچھ ذکر نہیں کر رہا۔ جو دیکھنا چاہے، اصل کتاب کی طرف مراجعت کر لے۔ (کاتب)

[4] White weapon کی اصطلاح مغربی عرف میں ایسے آلاتِ قتل کے لیے استعمال کی جاتی ہے جس میں گن فائر کا استعمال نہ ہو، جیسا کہ چھری چاقو وغیرہ۔ اس کے لیے عربی میں السلاح الأبیض کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ اردو میں شاید اس کے لیے کوئی اصطلاح وضع کی گئی ہو، مگر اپنی لاعلمی کے سبب ہم نے لفظی ترجمہ لکھ دیا ہے۔ (کاتب)

ساتھ دیگر کئی زبانوں پر بھی عبور رکھتے تھے، اور پستول چلانے اور سفید ہتھیاروں کے استعمال میں بے حد مہارت رکھتے تھے۔

جو معلومات اساتذہ اور شرکائے دورہ کو بتائی گئی تھیں، وہ یہ تھیں کہ ہمیں ایسے افراد کی ضرورت ہے جو تنگ اور چھوٹی جگھوں پر جنگ کر سکیں، جیسا کہ الیکٹرک لفٹ۔ اور معلوم بات ہے کہ جہاز کا کاک پِٹ (جہاز رانوں کا کمرہ) الیکٹرک لفٹ سے زیادہ مختلف نہیں ہوتا۔

دسمبر ۱۹۹۸ء میں گیارہ ستمبر کے حملوں کے لیے درکار خصوصی مہارتوں کے حصول کا پہلا فیز شروع ہوا، جب صوبہ لوگر میں 'معدن مس عینک'[5] کے معسکر میں موجود تمام امکانیات سے استفادہ کیا گیا۔ معسکر کیا تھا، تانبے کی سابقہ کان تھی جو ایک بڑے سے علاقے پر محیط تھی اور ہر طرف سے پہاڑوں سے گھری ہوئی تھی۔ یہاں کان کنوں کے تعمیر کردہ کمرے و حجرے بھی موجود تھے، اور اس کے پڑوس میں باداموں کا ایک چھوٹا سا باغ تھا جو قریب دو سو درختوں پر مشتمل تھا۔

معسکر میں ابتدائی تربیت بھی شامل تھی جو دو ماہ پر مشتمل تھی، اور اس کے بعد خصوصی تربیت تھی جس میں پستول، بارود، شہری جنگ سب کی مہارت شامل تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تربیت میں سختی آتی گئی جس کے سبب بعض بھائیوں نے معذرت کرلی۔ تاہم اللہ کا فضل تھا کہ سبھی استشہادی بھائی آخر تک شریک تھے اور یہ اپنی حد میں ایک کامیابی تھی۔

## حملے کی تنفیذ کے لیے افراد کا انتخاب

قیادت نے اب نوجوانوں کا انتخاب شروع کر دیا، یہ بتائے بغیر کہ ان سے کیا مطلوب ہے۔ ان میں سے اکثریت جزیرۂ عرب اور یمن سے تعلق رکھتی تھی، کہ ان کے لیے اپنے ملکوں کی طرف واپس جانا اور واپس جا کر اپنے پاسپورٹ وغیرہ تبدیل کرنا آسان تھا۔ چونکہ ان کے پاسپورٹ پر پاکستان کا ویزا لگا ہوا تھا، اس لیے ضروری تھا کہ وہ نئے پاسپورٹ لے کر ان پر امریکہ کا ویزا لگوائیں۔ تاہم ابھی تک بڑی مشکل باقی تھی، اور وہ یہ تھی کہ ان افراد میں سے ابھی تک ایسا فرد نہیں تھا جس میں ہوابازی سیکھنے کی اچھی اہلیت ہو۔ صرف ایک فرد ایسا میسر آیا کہ جو انگریزی زبان پر عبور رکھتا تھا، جبکہ باقی افراد جن کا انتخاب کیا گیا، انھیں پہلے انگریزی زبان سکھانے کے دورات کی ضرورت تھی، اس کے بعد وہ کسی بھی ہوابازی سکھانے کے ادارے میں جاسکتے تھے۔

سب سے پہلے چار افراد کا انتخاب کیا گیا؛ خالد المحضار، نواف الحازمی، خلاد بن عتش اور ابو البراء یمنی۔ خلاد اور ابو البراء کا نواف اور محضار سے ہٹ کر الگ کام تھا۔

اب ان افراد کو خالد شیخ محمد کے حوالے کیا گیا کہ وہ انھیں مزید ٹریننگ بھی کرائیں اور ان کے کاموں کو منظم کریں۔ جب خلاد، ابو البراء اور نواف کو کوالا لمپور کا سفر کرنے کے لیے کراچی بھیجا گیا تو وہاں خالد شیخ نے ہی ان کا استقبال کیا، ان کے لیے جگہ مہیا کی، اور انگریزی کے بعض الفاظ سکھائے جن کی مسافر کو ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح کال سینٹرز، انٹرنیٹ کے استعمال اور جہازوں کی مختلف کمپنیوں کے شیڈول سے متعارف کروایا۔ نیز رابطے میں کوڈ ورڈز کا استعمال سکھایا، جہازوں کے کاک پٹ میں داخل ہونے کے مناسب اوقات بتائے[6] اور جہاز ہائی جیک کرنے کی بعض ویڈیوز بھی دکھائیں۔ وہاں ان بھائیوں کا خالد شیخ کے ساتھ ایسا مضبوط تعلق بن گیا کہ اب وہ ان کے لیے بڑے بھائی اور استاد کے مقام پر تھے جن سے وہ اپنے تمام معاملات میں رجوع کرتے تھے۔

خلاد اور ابو البراء نے اپنے اسفار کے دوران ہوائی اڈوں کی سکیورٹی کا بہت دقیق جائزہ لیا، کیونکہ ان کے ذمہ تھا کہ وہ ایشیا کے ہوائی اڈوں سے امریکی جہاز ہائی جیک کریں گے، گیارہ ستمبر کے حملوں کے ساتھ ساتھ۔ لیکن ان کے اس سارے عمل کے دوران قیادت پر واضح ہوا کہ یہ دونوں بھائی مطلوب حملے کی استطاعت نہیں رکھتے، لہٰذا یہ منصوبہ ختم کر دیا گیا۔ چنانچہ خلاد کو واپس یمن بھیج دیا گیا تاکہ وہاں وہ ابو بلال الناشری کی مدد کرے۔ ساتھ ہی اس بات کی کوشش کرے کہ نئے نام سے پاسپورٹ حاصل کر کے امریکی ویزا لگوائے۔ لیکن وہ اس کام میں کامیاب نہ ہو سکا اور یمن میں مختصر وقت گرفتار رہنے کے بعد رہا ہو کر دوبارہ افغانستان آ گیا۔

البتہ نواف الحازمی اور خالد المحضار کوالا لمپور گئے اور وہاں سے امریکہ کے لیے روانہ ہو گئے جہاں انھوں نے انگریزی زبان سیکھنی تھی اور پھر ہوابازی کے تربیتی مرکز میں داخلہ لینا تھا۔ یہ جنوری ۲۰۰۰ء کا واقعہ ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

[5] کابل سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغا کے ایک علاقے 'عینک' میں تانبے کی کان

[6] جہاز کے کاک پٹ کے متعلق معلومات اور ہوابازوں کی ہائی جیک کی صورت میں دفاع کرنے کی تیاری اور کاک پٹ میں موجود ہتھیاروں سے متعلق تمام معلومات ایک افغان ہوا باز سے ملیں جو پہلے جنگی جہاز اڑاتے تھے اور بعد میں تجارتی جہازوں سے وابستہ ہوگئے۔

# کیا مغربی فکر و اداروں کی اسلامائزیشن ممکن ہے؟

ڈاکٹر حافظ عثمان احمد

اہلِ اسلامائزیشن کی ایک دلیل یہ ہے کہ دین کو عصری سماج اور معاصر ذہن کے لیے قابل قبول بنانے کے لیے مغربی اصطلاحات اور ان کے دیے گئے "نظامِ اسماء" کو قبول کرنا ضروری ہے۔حالانکہ قرآن نے اہلِ کفر کے بارے میں واضح بتلایا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ (سورۃ البقرۃ:۲۰۵)

"لوگوں میں سے ایسا ہے جس کی بات دنیوی زندگی کے اعتبار آپ کو بہت متاثر کن لگتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بنا بھی بناتا ہے ۔ حالانکہ وہ مخالفت میں نہایت شدید ہے۔اور یہ جب وہاں سے ہٹتا ہے تو اس کی سعی زمین فساد برپا کرنے اور کھیتیاں اور نسلیں اجاڑنے کی ہوتی ہے۔"

قرآن کی روشنی میں مغربی اصطلاحات يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا کے سوا کچھ نہیں۔

مغربی اصطلاحات قرآن کے مطابق ایک "نظامِ اسماء" ہے جو خواہشوں اور گمانوں کی گرم بازاری ہے۔قرآن نے اہلِ کفر کے باطل ناموں کے بارے میں فرمایا:

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ (سورۃ النجم:۲۳)

"یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے بڑوں نے رکھ لیے ہیں۔اللہ نے ان کے حق میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔یہ گمانات اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔"

اسی طرح اہلِ کفر کے اصطلاحی اقوال کے ظاہر و اندرون کے بارے میں فرمایا:

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ (سورۃ آلِ عمران:۱۶۷)

"وہ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتا۔اللہ اس کو بہترین جانتا ہے جو وہ (اپنے ان خو بصورت اقوال کے پیچھے) چھپاتے ہیں۔"

قرآن نے کفار کی اصطلاحات کو "اسلامی تناظر" میں بیان کرنے سے اس درجہ احتیاط کا حکم دیا کہ قرآن نے صحابہ کو کہا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (سورۃ البقرۃ:۱۰۴)

"اے ایمان والو 'راعنا' نہ کہو اور 'انظرنا' کہو۔اس حکم کو غور سے سن لو۔کافروں کے لیے تو الم ناک عذاب ہے۔"

۱. یہود کی اصطلاح "راعنا" کو اختیار کرنے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روک دیا گیا حالانکہ ان سے کسی غلط مفہوم لینے کا کوئی امکان نہ تھا۔
۲. عربی زبان میں "راعنا" لفظ میں غلط معنیٰ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود یہود کے غلط مفہوم کے پیش نظر اس درست لفظ کو استعمال سے روک دیا گیا۔
۳. یہود کی اصطلاح سے ہٹ کر بالکل مختلف لفظ استعمال کرنے کا حکم دیا گیا۔

"مغربی یا عصری ذہن کے لیے دین کو قابل قبول بنانے کے لیے انہی کی زبان کو استعمال کرنا ضروری ہے" کے دعویٰ کی معقولیت جاننے کے لیے درج ذیل سوالوں کا جواب تلاشنا ضروری ہے۔

**۱) کیا حق اور دین کے ابلاغ و افہام کے لیے اہلِ باطل کو یہ باور کرانا ضروری ہے کہ تمہارے اور ہمارے درمیان کوئی دوری اور بڑا فرق نہیں؟**

جدید مذہبی طبقے کا شعوری یا لاشعوری اصولِ دعوت یہ ہے کہ اہلِ کفر کو یقین دلایا جائے کہ ہمارے تمہارے درمیان کوئی ایسا جوہری فرق نہیں کہ ہم تم، ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں۔حالانکہ اگر معمولی فرق ہوتا تو دعوت دینے کی کیا ضرورت تھی؟ عقیدۂ توحید کا جوہری فرق ہے تو قرآن نے نصاریٰ کے ثالث ثلاثہ اور یہود کے عزیر ابن اللہ کے عقیدوں کو شرک کہا۔اب بھلا ان تینوں مذاہب میں توحید کیسے مشترک ہو گئی؟ قرآن نے کہا تمہارا دعویٰ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو اپنے دعوے پر عمل کرو اور آؤ ہم سب ایک اللہ کی عبادت کرتے اور ہم شرک نہیں کرتے، اس میں یہود و نصاریٰ سے توحید میں اشتراک کیسے ثابت ہوا؟ جب ان کے پاس توحید موجود ہے تو قرآن نے دعوتِ توحید و ترکِ شرک کیوں دی؟

کفر و اسلام اور حق و باطل میں "مشترکات" نہیں ہوتے کہ ثابت کیا جائے کہ کفر و اسلام میں جوہری فرق نہیں۔

**۲) مغربی یا معاصر جدید ذہن کی زبان میں بات کرنے کا مطلب دین کی تعبیر و تشکیلِ نو ہے یا دین کو پیش کرنے کا اسلوبِ نو؟**

اگر جدید مغربی ذہن کے لیے دین کو قابلِ قبول بنانے کے لیے دین کی تعبیر و تشکیلِ نو ضروری ہے تو اس کا معیار کیا ہوگا؟ یہی کہ مغربی ذہن کے مطابق دین کی ایسی تعبیر و تشکیل کی جائے جو جدید ذہن فوراً مان لے؟ گویا کوئی آئیڈیل یا اعتقاد اپنی ذات میں حق یا درست نہیں بلکہ دوسرے کے مان لینے سے اس کی حقانیت ثابت ہوگی؟ سر سید احمد خان کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے تعبیر و تشکیل نو کی؟ کیا ان کی اس کوشش سے ان کے علی گڑھ کالج میں موجود نصرانی اساتذہ یا اس وقت کے انگریز صاحبانِ اقتدار نے اسلام کو دینِ حق مان لیا؟ کتنے لوگ ان کی اس تعبیرِ نو سے آغوشِ اسلام میں داخل ہوگئے؟ ہم تو روایتی دینی تعبیر کے مطابق مسلمان ہونے والے ہزاروں کی تعداد میں دکھا سکتے ہیں!

مثلاً معجزات کی تعبیرِ نو سر سید کی یہ ہے کہ معجزات کو عمومی واقعات کی طرح ثابت کیا جائے۔ لہٰذا مسیحؑ کی پیدائش بغیر والد کے نہیں۔ مسیحؑ کا بچپن میں کلام کرنا اس عمر میں تھا جس میں بچے بول سکتے وغیرہ۔ اگر اس کا نام تعبیرِ نو ہے تو انکار یا تحریف کسے کہتے ہیں؟ معجزات کی تعبیر نو کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ معجزات اصل میں اسباب کے تحت ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ بس معجزات کے پیچھے جو اسبابِ طبعی ہوتے ہیں وہ پوشیدہ ہوتے ہیں۔ آگ نے ابراہیمؑ کو نہیں جلایا تو دراصل ابراہیمؑ کو آگ سے بچانے کے خفیہ اسباب کیے گئے گو بہ ظاہر سب کو یہ لگا کہ آپ کو آگ نے نہیں جلایا۔

اس تعبیر سے معجزے کی حقیقت کیا ہوئی؟ یہی کہ کوئی مادی و طبعی سبب سے کام ہوا بس پیغمبر نے پوشیدہ رکھا۔ اور اس کو اللہ سے منسوب کر دیا۔

اسلوبِ نو کا مطلب جدید ذہن کے لیے قابلِ فہم اندازِ بیان اور طرزِ استدلال ہے۔ جیسے شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں شرعی احکام کی عقلی مصلحتیں بیان کرتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی تصانیف میں حقائق شرعیہ کی توضیح میں حسی تمثیلات بیان کرتے ہیں۔

**۳) ماضی میں اس وقت کے "عقلی ذہن" کے مطابق دین کو پیش کرنے کی کوششوں میں سے الکندی، فارابی، ابن سینا کی مساعی کے نتیجے میں جو کچھ پیش کیا گیا، کیا وہ "دین" ہی تھا؟**

آج مغربی غلبہ ہے تو مغربی علمیات کے مطابق اسلام کو پیش کرنا، دین کی خدمت اور دین کی حقیقی تصویر پیش کرنا ہے۔ کل "یونانی عقلیات" کا غلبہ تھا تو دینی عقائد و اعمال کو یونانی عقلیات سے ہم آہنگ کرنا، دین کی صحیح تصویر پیش کرنا تھا۔ سوال یہ ہے کندی، فارابی و ابن سینا نے وحی کی جو تعبیر "عقل فعال" سے کی تو کیا اس سے وحی ثابت ہوگئی؟ جو انہوں نے دینِ اسلام پیش کیا، اسے واقعی دین کہا بھی جا سکتا ہے؟

**۴) کیا "اسلامی اجتماعیت" اور "جدید مغربی ادارتی اور نظامی اجتماعیت" (Institutionalization & Systemization) اپنے اصول و اساس میں ایک ہیں؟ کیوں کہ اہلِ اسلامائزیشن مغربی طرز کی ادارتی اور نظامی اجتماعیت کو اسلام کی اعتقادی وحدت اور عبادات کی فطری اجتماعیت کے متوازی قرار دے کر مغرب کی جدید اجتماعیتوں کو دینی اعتبار سے قابلِ قبول سمجھتے ہیں۔**

اسلام فطری معاشروں کا قائل ہے۔ فطری معاشروں میں قائم ہونے والا نظمِ زندگی ہر فرد کو اس کی صلاحیت کے مطابق آنے کا موقع دیتا ہے۔

دین، کوئی ادارہ نہیں اور نہ جدید طرز کی bureaucratic اور hierarchical تنظیم سازی کرتا ہے۔ جدید طرز کی ادارتی صف بندی بالکل خالص مغربی علمی اساسیات پر قائم ہے، اس کو مسجد میں نماز و اذان اور باجماعت نماز کی "اجتماعیت" کے متوازی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس لیے سیاسی ادارے ریاست، ایوان بالا، ایوان زیریں ہوں یا بینک، فنانشل ادارے وغیرہ، کی اسلامائزیشن تو بعد کا معاملہ ہے، پہلے تو اسلامی علمیات کی روشنی میں اس جدید طرزِ اجتماعیت کا جواز ثابت کرنا ضروری ہے۔ یہ بہت طویل علمی بحث ہے یہاں سارے دلائل ممکن نہیں۔ مغرب نے یہ سب بگڑی ہوئی عیسائیت سے ہی ادھار لیا ہے۔ عیسائیت میں clergy ایک بیوروکریسی طرز کی تنظیم ہے۔ ڈیکن، پریسٹ، بشپ، آرک بشپ، کارڈینل، پوپ کی مذہبی رینکنگ سے جدید مغرب نے Institutionalization سیکھی۔ دینِ اسلام "فرد" کی ذمہ داری کے اصول پر کھڑا ہے۔ جب کہ جدید مغرب "ادارے" کی اساس پر کھڑا ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

[محترم ڈاکٹر صاحب کی یہ تحریر انٹرنیٹ پر ایک صفحے سے مستعار لی گئی ہے۔ مستعار مضامین کو مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیا جاتا ہے (ادارہ)]

## بقیہ: اسلام آباد کے دروازوں پر "اسلام" کی دستک

بہت جلد آپ وہ منظر دیکھیں گی کہ اسلام آباد کے دروازوں پر، اس آمرانہ اور ظالمانہ نظام کے ڈسے ہوئے مسلمان کھڑے ہو کر "انقلابِ اسلامی" کی روح پرور اذانیں بلند کر رہے ہوں گے۔ اور ہاں، آخری بات! محترمہ اگر غور سے کان لگائیں تو اسلام آباد کے دروازوں پر "عسکریت پسندی" نہیں بلکہ "اسلام" کی دستک انہیں واضح طور پر سنائی دے گی۔

[غازی صاحب شہید کا یہ مضمون 'اشراف بن کشمیر' کے مرتب کردہ کتابچے 'غازی کے قلم سے' سے لیا گیا ہے۔ (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

# کفار کا معاشی بائیکاٹ

## اسلامی بائیکاٹ جدید جنگ کے تناظر میں

اسلام کے خلاف جاری عالمی صہیونی جنگ کے تناظر میں اسلامی مقاطعہ کو سمجھنا، نافذ کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا

محمد ابراہیم لَڈوِک

محمد ابراہیم لَڈوِک (زید مجدہ) ایک نو مسلم عالمِ دین ہیں جنھوں نے عالَمِ عرب کی کئی جامعات میں علمِ دین حاصل کیا۔ موصوف نے کفر کے نظام اور اس کی چالوں کو خود اسی کفری معاشرے اور نظام میں رہتے ہوئے دیکھا اور اسے باطل جانا، ثم ایمان سے مشرف ہوئے اور علمِ دین حاصل کیا اور حق کو علی وجہ البصیرۃ جانا، سمجھا اور قبول کیا، پھر اسی حق کے داعی بن گئے اور عالَمِ کفر سے نبرد آزما مجاہدین کے حامی اور بھرپور دفاع کرنے والے بھی بن گئے (نحسبه كذلك والله حسيبه ولا نزكي على الله أحدا)۔ انھی کے الفاظ میں: 'میرا نام محمد ابراہیم لَڈوِک ہے (پیدائشی طور پر الیگزانڈر نیکولئی لڈوک)۔ میں امریکہ میں پیدا ہوا اور میں نے علومِ تاریخ، تنقیدی ادب، علمِ تہذیب، تقابلِ ادیان، فلسفۂ سیاست، فلسفۂ بعد از نو آبادیاتی نظام، اقتصادیات، اور سیاسی اقتصادیات امریکہ اور جرمنی میں پڑھے۔ یہ علوم پڑھنے کے دوران میں نے ان اقتصادی اور معاشرتی مسائل پر تحقیق کی جو دنیا کو متاثر کیے ہوئے ہیں اور اسی دوران اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام ایک سیاسی اور اقتصادی نظام ہے جو حقیقتاً اور بہترین انداز سے ان مسائل کا حل لیے ہوئے ہے اور یوں میں رمضان ۱۴۳۳ھ میں مسلمان ہو گیا'، اللہ پاک ہمیں اور ہمارے بھائی محمد ابراہیم لڈوک کو استقامت علی الحق عطا فرمائے، آمین۔ جدید سرمایہ دارانہ نظام، سیکولرازم، جمہوریت، اقامتِ دین و خلافت کی اہمیت و فرضیت اور دیگر موضوعات پر آپ کی تحریرات لائقِ استفادہ ہیں۔ مجلہ 'نوائے غزوۂ ہند' شیخ محمد ابراہیم لَڈوِک (حفظہ اللہ) کی انگریزی تالیف 'Islamic Boycotts in the Context of Modern War' کا اردو ترجمہ پیش کر رہا ہے۔ (ادارہ)

### سیاسی اور اخلاقی بالادستی

مسیحیت میں حکومت کے اختیار و اقتدار کو جواز دینے والا بنیادی تصور یہ تھا کہ یہی خدا کی منشاء ہے۔ لوگوں میں ایسا کوئی نظریہ نہیں پایا جاتا تھا کہ انہیں کسی بھی وقت یا موقع پر اپنے حاکم کو ہٹانے کا بھی اختیار حاصل ہے، مثلاً اگر انہیں اپنے حالاتِ زندگی یا معیارِ زندگی پسند نہ ہو یا حاکم کے فیصلوں سے متفق نہ ہوں تو اسے ہٹا کر کسی دوسرے کو اس کی جگہ تعینات کر دیں۔ عوام تنگی و فراخی ہر دو قسم کے حالات میں حاکم کی اطاعت کو خدا کی منشاء و مرضی سمجھا کرتے تھے۔

اس تصور کو سیکولرازم اور جدید نظریۂ جمہوریت نے تبدیل کیا۔ جدید عالمی نظریے کے مطابق، حاکم کے بر سرِ اقتدار رہنے کا جواز ہی اس کی اس صلاحیت پر منحصر ہے کہ وہ عوامی بہبود، روزگار کے مواقع اور معاشی بڑھوتری میں کتنا اضافہ کر سکتا ہے۔ اگر وہ خاطر خواہ معاشی ترقی بہم نہیں کر پاتا، تو عوام اسے ہٹا دیتے ہیں۔

اس کی وجہ محض یہ نہیں کہ لوگ اللہ عزّ و جل کے بجائے اپنی خواہشات کی پرستش کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے معاشروں کو صہیونی اشرافیہ اور ان کے غلاموں اور حلیفوں نے سود و ربا کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے، جس کے سبب ہمیں اپنی پیداوار یا محصول کو مسلسل بڑھانے کی ضرورت رہتی ہے تاکہ ہمہ وقت بڑھتے ہوئے سود کی رقم ادا کی جا سکے۔ دینِ مسیحیت میں آج کی جدید لبرل حکومت لگ بھگ اسی دور میں نمودار ہوئی کہ جب سود کو قانونی جواز دیا گیا۔ چنانچہ سیاسی و معاشی، دونوں انواع کے استحکام کا انحصار مستقل بڑھتی ہوئی معاشی پیداوار پر ہے۔ چونکہ ہمارے اقتصاد کی بنیاد ہی سود پر کھڑی ہے، تو اقتصادی بڑھوتری روکنے یا کم کرنے کا نتیجہ سودی قرضوں میں اضافوں کی صورت میں نکلتا ہے۔

جدید لبرل سیکولرازم میں (حاکم کے اقتدار کا) اخلاقی جواز بھی معیشت کی ترقی سے منسلک ہے۔

لبرل ازم کے داعیوں کا اپنے نظریے اور موقف کے درست ہونے کے لیے استدلال یہ ہے ان نظریات و عقائد پر کھڑے بہت سے قانونی اور سیاسی نظام بہت سے لوگوں کے لیے زندگی کو مادّی اعتبار سے بہتر بنانے میں کامیاب رہے ہیں۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ ان نظاموں کے کھڑے کرنے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور انسانیت کے خلاف بہت سے جرائم بھی شامل ہیں، نہ ہی اس سے کہ ان نظاموں کو برقرار رکھنا ممکن نہیں، اور یہ بہت سے ماحولیاتی، نفسیاتی اور معاشرتی مسائل کی جڑ اور سبب ہیں۔ انہیں کوئی پروا نہیں کہ ان نظاموں کے تحت زندگی گزارنے والے اپنے اصل مقصدِ زندگی سے دور سے دور تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے تعلیمی نظاموں نے انہیں کامیابی کو بنیادی طور پر معیشت کی ترقی اور مادّی عیش و آرام میں اضافے سے ہی ماپنا سکھایا ہے۔

اپنی پوری تاریخ میں لبرلزم کا دارومدار ایک ایسی عالمی منڈی کی بڑھوتری پر ہی رہا ہے جس پر یہود و نصاریٰ غالب تھے۔ اس کا دارومدار مقامی طور پر لوگوں کی کفایت کی صلاحیت ختم کر کے، اس کی جگہ ایسی اشیاء کی خصوصی پیداوار بڑھانے پر رہا ہے جن کی طلب عالمی منڈی کو تھی۔ یہ عالمی منڈی وہ منڈی ہے جو کہ لبرل اداروں کے زیرِ قبضہ و انتظام ہے، اور یہ لبرل ادارے یہود و نصاریٰ کے قبضہ و انتظام میں ہیں۔ مغرب کی جانب سے صادر ہونے والے ہر عسکری اقدام کی شکل، نوعیت اور شدت کا فیصلہ، مزید اقتصادی بڑھوتری کے حصول کی خاطر لبرل عالمی منڈی کے اثر و نفوذ کو بڑھانے اور وسعت دینے کے ایک نہایت جانچے پرکھے ہوئے اندازے کے مطابق کیا جاتا ہے۔

عالمی منڈی کی ان زنجیروں کو توڑنے کا مطلب مغربی ریاستوں کو براہِ راست ان کی سیاسی و اقتصادی اور اخلاقی قوّت و اختیار کے خاتمے کے خطرے سے دوچار کرنا ہے۔

## جدید طریقِ جنگ اور غیر متوازن جنگ

کوئی بھی بڑی طاقت اقتصادی جنگ کے میدان میں اترے اور اس میں ماہرانہ حکمت عملی اپنائے بغیر تادیر قوّت و طاقت کی حامل نہیں رہ سکتی۔ دوسری جنگِ عظیم پر نظر ڈالیں تو ہمیں اس امر کے کافی وشافی ثبوت ملتے ہیں۔

دوسری جنگِ عظیم میں ہمیں جنگ کے اقتصادی پہلو کا بڑا نمایاں کردار نظر آتا ہے۔ جب جنگ میں شامل مختلف فریقوں نے اپنی اپنی ریاستوں کے شہریوں کو دشمن ریاستوں کے ساتھ تعامل سے باز رکھا۔ اس جنگ میں شامل گروہوں نے اپنے دشمنوں کے لیے عسکری صنعتوں کو درکار ضروری مواد تک رسائی کو بھی مشکل بنانے کی کوشش کی، محض اپنے باشندوں کو یہ سامان دشمن کے ہاتھ فروخت کرنے سے نہیں روکا، بلکہ ان غیر جانبدار ملکوں سے ضروری مواد کے ذخائر خریدنے کی بھی کوششیں کی گئیں، جو اس جنگ میں شامل ہی نہ تھے۔ اس سے مقصود یہی تھا کہ یہ مواد دشمن کے ہاتھوں میں نہ پہنچے۔

اگر اس کے بعد آپ کو اقتصادی جنگ کی اہمیت واضح کرنے کے لیے مزید ثبوت کی ضرورت محسوس ہو، تو کفار کی ان کوششوں پر ذرا غور کیجیے اور دیکھیے کہ وہ عسکری اعتبار سے فعال اسلامی گروہوں اور ان کے کارکنوں کو عالمی اقتصادی و مالی نظام میں شرکت سے روکنے کے لیے کس حد تک جاتے ہیں۔ اس موضوع پر مزید تفصیل آگے آئے گی۔

آج مسلمانوں اور کفار کے مابین جنگ کی نوعیت بنیادی طور پر سیاسی اور اقتصادی ہے، نہ کہ عسکری۔ یہ ایک غیر متوازن جنگ ہے (جسے گوریلا جنگ بھی کہا جاتا ہے) جس میں چھوٹا اور کمزور فریق ایک لمبی مدت پر محیط جنگ لڑ کر اپنے بڑے دشمن کی جنگی صلاحیت کو کم یا ختم کر دیتا ہے۔ اس قسم کی جنگیں فیصلہ کن ضربیں لگا کر نہیں جیتی جاتیں، بلکہ ان میں جیت کا انحصار مستقل لڑتے رہنے اور دشمن کے گرنے کے بعد بھی کھڑا رہنے یعنی دشمن کو تھکا کر ہرانے پر ہوتا ہے۔ غیر متناسب جنگوں کے حوالے سے سی آئی اے کے ایک مینوئل میں درج ہے کہ:

> ”گوریلا طرزِ جنگ اساسی طور پر ایک سیاسی جنگ ہے...... عملاً، ایک سیاسی جنگ میں لازم ہے کہ انسان کو ترجیحی ہدف سمجھا جائے۔“

مادی اعتبار سے، اس جنگ میں فتح کے دو بڑے فیصلہ کن اسباب ہیں۔ جنگ لڑنے کا سیاسی عزم، اور لڑنے کے لیے معاشی وسائل۔ دشمن کا اقتصاد کمزور کرنے سے دشمن حکومت پر سیاسی پریشر پڑتا ہے، جس سے ایک ایسی حکومت کے اقتدار میں آنے کے امکانات بڑھتے ہیں جس میں مسلمانوں کے خلاف جنگیں لڑنے کی آمادگی اور جذبہ کم ہو۔ امریکہ کے محنت کش طبقے (نچلے مزدور طبقے) کی جانب سے ڈانلڈ ٹرمپ کے بطور صدر چناؤ کے پیچھے یہی معاملہ کار فرما تھا، جس کی بنیاد ٹرمپ کا یہ وعدہ تھا کہ وہ ’دائمی جنگیں‘ ختم کرے گا۔

معاشی طور پر ہدف یہ ہوتا ہے کہ دشمن کو انتہائی حد تک تھکا دیا جائے۔ چونکہ بڑی قوّت کو اپنی افواج کو میدان میں رکھنے کے لیے قیمت بھی بڑی ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس قسم کی جنگ میں سب سے اہم چیز جس کا حساب رکھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی عمل کی ہمیں کیا قیمت ادا کرنی پڑے گی بنسبت اس کے کہ دشمن کو اس کا تدارک کرتے ہوئے کیا قیمت چکانی پڑے گی۔ دشمن کو ہمارے کسی بھی عمل کی جس قدر زیادہ قیمت چکانی پڑے، بمقابلہ اس عمل کو کرنے کے لیے کیے گئے ہمارے خرچے اور نقصان کے، اسی قدر مفید اس عمل کو گردانا جائے گا۔ لوگوں کی نظر میں ناپسندیدہ اور مشہور و معروف جنگوں کے ساتھ بہت سے معاشی نقصانات نتھی ہوتے ہیں، جس کی نمایاں مثال حالیہ قابض صہیونیوں اور مسلمانانِ فلسطین کے مابین جاری جنگ ہے، ان نقصانات میں بائیکاٹ، یا لوگوں کی جانب سے اقتصادی مقاطعہ بھی شامل ہے۔

اگرچہ صہیونیوں سے مغلوب عالمی اقتصادی آرڈر بہت طاقتور معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ بے حد سینٹرلائزڈ (ایک مرکز کے گرد جمع یا مرکوز) بھی ہے۔ ایسے متمرکز نظاموں کو غیر متمرکز نظاموں کی نسبت، زوال و انہدام کا خطرہ بھی زیادہ شدت سے لاحق ہوتا ہے۔ یہی حقیقت درجِ ذیل حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی بیان کی گئی ہے:

> ”مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ خَامَةِ الزَّرْعِ يَفِيءُ وَرَقُهُ مِنْ حَيْثُ أَتَتْهَا الرِّيحُ تُكَفِّئُهَا فَإِذَا سَكَنَتْ اعْتَدَلَتْ وَكَذَلِكَ الْمُؤْمِنُ يُكَفَّأُ بِالْبَلَاءِ وَمَثَلُ الْكَافِرِ كَمَثَلِ الْأَرْزَةِ صَمَّاءَ مُعْتَدِلَةً حَتَّى يَقْصِمَهَا اللَّهُ إِذَا شَاءَ.“
> (صحيح البخاري ٧٤٦٦)
>
> ”مومن کی مثال کھیت کے نرم پودے کی سی ہے جدھر کو ہوا چلتی ہے اس کے پتے ادھر ہی جھک جاتے ہیں۔ جب ہوا رک جاتی ہے تو وہ سیدھا ہو جاتا ہے، یعنی ہوائیں اسے ادھر ادھر جھکاتی رہتی ہیں۔ اسی طرح مومن بلاؤں اور مصیبتوں کی وجہ سے ادھر اُدھر جھکتا رہتا ہے۔ اور کافر کی مثال صنوبر کے درخت جیسی ہے جو ایک حالت پر کھڑا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اللہ چاہتا ہے اسے ایک بار ہی اکھاڑ پھینکتا ہے۔“

اگرچہ امام بخاریؒ اس حدیث کی بنیادی طور پر ایک مومن کی تقدیر کے سامنے تسلیم و رضا کے مفہوم میں تشریح کرتے ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی گئی یہ مثال ہمیں سختی اور اکڑ کے بالمقابل نرمی اور لچک کی اہمیت بھی سمجھاتی ہے۔ درخت ایک چھوٹے اور نازک سے پودے کی نسبت بہت بڑا ہے اور کئی گنا مضبوط بھی نظر آتا ہے، مگر اس کے اندر

سخت موسم کے تھپیڑے برداشت کرنے کی لچک موجود نہیں۔ لچک کا یہ فقدان ایک مخصوص طرز کی اشیاء کی پیداوار (سپیشلائزڈ پروڈکشن) کے رجحان میں بھی نظر آتا ہے، جو کہ جدید اقتصادی نظام کے لیے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک ہی قسم کی اشیاء کی پیداوار پر مکمل توجہ مرکوز رکھنے سے پیداوار میں بلا شبہ اضافہ ہوتا ہے، لیکن کسی بھی قسم کی افتاد سے نبٹنے کی صلاحیت بھی کم ہو جاتی ہے۔

اس کی بے شمار مثالوں میں سے صرف ایک مثال ہی لے لیتے ہیں، جدید زراعت کا روایتی طرزِ زراعت سے موازنہ کیجیے۔ جدید زراعت بہترین اور زیادہ پیداوار کے لیے جینیاتی تبدیلیاں، حشرات کش ادویہ، جڑی بوٹیوں اور کھمبیوں وغیرہ سے چھٹکارا دلانے والی ادویہ اور مصنوعی کھاد کا سہارا لیتی ہے، لیکن محض ایک ہی فصل پر کیا گیا انحصار اس فصل کا کسی بھی قسم کی وبا کا شکار ہو کر تباہ ہونے کا خدشہ بڑھا دیتا ہے۔ جبکہ روایتی زراعت کا انحصار کئی مختلف قسم کی فصلوں کی کاشت پر تھا، جس کے نتیجے میں پیداوار تو کم تھی لیکن یہی امر فصلوں کی مکمل اور تباہ کن ناکامی سے محفوظ رکھتا تھا، کیونکہ اس بات کا امکان بے حد کم ہے کہ بہت سی مختلف النوع فصلیں سب کی سب بیک وقت وباؤں سے متاثر ہو جائیں۔

یہی امر ہمیں 'کنٹیجین افیکٹ' (contagion effect) میں بھی نظر آتا ہے، جو ۱۹۹۷ء میں ایشیائی مالیاتی بحران میں پے در پے اور ایک دوسرے سے متصل زنجیری ردعمل (chain reaction) کا سبب بنا۔ اور یہی کانٹیجین افیکٹ ۲۰۰۸ء میں امریکی سب پرائم مارگیج بحران میں پیش آنے والے واقعات کا محرک تھا۔ عالمی مالیاتی نظام میں موجود اعلیٰ درجے کا ربط وضبط سرمایہ کی منتقلی اور اس میں تصرف میں تو بے حد مفید و موثر ہے، لیکن یہ اس پورے نظام کو بہت سے خطرات سے بھی دوچار کر دیتا ہے۔ کیونکہ قرض کی نادہندگی بہت سے دیگر قرضوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہی معاملہ پیداوار کا ہے۔ خام مال کی قلّت اس مواد سے بننے والے سامان کے پروڈیوسروں (مصنوعات سازوں) کو کاروبار بند کرنے پر مجبور کر سکتی ہے، جس سے دیگر پروڈیوسر (جو ان مصنوعات کے ذریعے دیگر اشیاء تیار کرتے تھے) کے لیے اپنے سامانِ فروخت کی تیاری کا خرچہ بڑھ جاتا ہے، اور نتیجتاً وہ بھی کاروبار بند کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہی معاملہ روزگار اور صارفین کا بھی ہے۔ عام بے روزگاری کا نتیجہ صارفین کی طرف سے اشیائے ضروریہ کے مصرف میں کمی کی صورت میں نکلتا ہے، جس کے نتیجے میں بے روزگاری مزید بڑھ جاتی ہے۔

طاقت و قوت کے موجودہ عدم توازن پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ ہمارے دشمن کی کوئی بھی ایسی حقیقی عسکری کمزوری نہیں، کہ جہاں مسلمان ظالموں کے خلاف کوئی فیصلہ کن ضرب لگانے کی امید کر سکتے ہوں۔ البتہ اقتصادی جہت دشمن کا ایک کمزور پہلو ضرور ہے۔ اس حیثیت سے یہ جہت خالصتاً عسکری جنگی اہداف جتنی، یا اس سے بھی زیادہ اہمیت و توجہ کی مستحق ہے۔

یہ کہہ دینے کے باوجود یہ امر یاد رہنا چاہیے کہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں درخت کو اکھاڑ پھینکنے والی قوّت ہوا کی تھی۔ اسی طرح، ظالم کفار کا زوال بھی اللہ عزوجل کی طاقت و قوت سے آئے گا، نہ کہ ہماری طاقت سے۔ بہر کیف، اللہ نے ہمیں خود اپنے ہی نفوس کی خاطر اپنے جان و مال سے جدوجہد کا حکم دیا ہے۔ ہماری ان کوششوں کے نتیجے میں ممکن ہے کہ فتح ہمارا مقدر بنے، باذن اللہ، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمۡ تَقۡتُلُوۡهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمۡ ۖ وَمَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبۡلِىَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡهُ بَلَاۤءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ○ (سورۃ الانفال: ۱۷)

”چنانچہ (مسلمانو! حقیقت میں) تم نے ان (کافروں کو) قتل نہیں کیا تھا، بلکہ انہیں اللہ نے قتل کیا تھا، اور (اے پیغمبر) جب تم نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں، بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور (تمہارے ہاتھوں یہ کام اس لیے کرایا تھا) تاکہ اس کے ذریعے اللہ مومنوں کو بہترین اجر عطا کرے۔ بیشک اللہ ہر بات کو سننے والا، ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

فتح براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی آ سکتی ہے جو غالب اور حکمت والا ہے۔ دونوں صورتوں میں، ہم پر لازم ہے اور بلاشبہ ہمارے اپنے نفوس کے بھلے ہی کے لیے ہے کہ ہم اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ کھپائیں۔ اس میں ایسی حکمت عملیاں اختیار کرنا بھی شامل ہے جو دشمن کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتی ہوں، جو کہ محبوب خدا ﷺ کی سنت سے بھی ثابت ہے۔ اس بات کا امکان کہ معاشی حکمت عملیاں عسکری حکمت عملیوں کی نسبت محارب دشمن سے انتقام لینے کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہیں، اس امر کا مزید ثبوت ہے کہ ایسی حکمت عملیوں کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کا لازمی جزو ہے۔

## وحدت اور ادلے کے بدلے کا اصول (القاعدة مقابلة بالمثل)

آج امریکہ جس سیاسی حربے کا کثرت سے اپنے مخالفین کے خلاف استعمال کرتا ہے وہ بین الاقوامی اقتصادی پابندیاں ہیں۔ اگر کوئی ملک اس کی مخالفت کرتا ہے، تو امریکہ اس ملک کی سب کمپنیوں پر بین الاقوامی سطح پر اپنی مصنوعات کی فروخت پر پابندی لگا دیتا ہے۔ اگر اس پابندی کے باوجود وہ کسی کو ان کمپنیوں سے کچھ خریدتے ہوئے پائے تو اسے جرمانوں اور قید و بند کے ذریعے سزا دیتا ہے۔ اسی طرح وہ امریکی کمپنیوں پر اس ملک میں کوئی بھی شئے بیچنے کی پابندی عائد کرتا ہے۔ وہ مخالف ملک پر اس طرح اپنا پریشر قائم رکھتا ہے تاکہ مخالف ملک امریکہ اور اس کے صہیونی آقاؤں کی مرضی و منشاء کے سامنے سرینڈر نہ ہو جائے۔

بعض اقتصادی پابندیوں کا ہدف مخصوص تنظیمیں یا ان سے منسلک افراد ہوتے ہیں۔ کسی بھی فرد پر پابندی عائد ہونے کا مطلب ہے کہ وہ امریکی کمپنیوں سے بیع و فروخت نہیں کر سکتا، اور

بین الاقوامی مالیاتی نظام میں رہتے ہوئے کسی قسم کی تجارت نہیں کر سکتا۔ ان پابندیوں کے نفاذ کے لیے مغرب اکثر ایسے لوگوں کو سزا دیتا ہے جو پابندی زدہ افراد اور تنظیموں سے بیع و فروخت کرتے ہیں۔ مغرب کی جانب سے کسی نہ کسی قسم کی پابندی کا ہدف بننے والے مسلمان ممالک میں فلسطین، شام، یمن، صومالیہ، سوڈان، مالی، لیبیا، لبنان، عراق اور افغانستان شامل ہیں۔ پابندیوں کا ہدف بننے والی تنظیموں اور افراد میں تمام ایسے افراد شامل ہیں جو مغربی استعمار کے خلاف کسی قسم کی عسکری مقاومت میں مشغول ہوں یا اسلامی حکومت کے قیام کے لیے کوشاں ہو۔

جیسے ہی کفار کسی فرد، تنظیم یا حکومت پر پابندیاں عائد کرتے ہیں، امریکہ فی الفور صہیونی تسلط زدہ اس مالیاتی نظام میں موجود ان کے تمام بینک اکاؤنٹ منجمد کر دیتا ہے۔ کئی دفعہ ان اکاؤنٹس میں موجود رقم بھی ضبط کر لی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ پابندی زدہ افراد کے دیگر اثاثے، جیسے غیر منقولہ جائیداد (رئیل اسٹیٹ) اور سواریاں بھی ضبط کر سکتا ہے۔ اکثر اوقات ان اثاثوں کو نیلام کر دیا جاتا ہے اور حاصل ہونے والی رقم امریکی خزانے میں داخل کر دی جاتی ہے۔

عام مسلمان جو مغربی اور صہیونی تسلط کے خلاف کسی بھی قسم کی فعالیت میں مصروف نہیں ہوتے، انہیں بھی غیر منصفانہ تجارتی قوانین یا طور طریقوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو ان کی خرید و فروخت کو محدود کر دیتے ہیں۔ صہیونیوں کی پشت پناہی میں مغربی بین الاقوامی ادارے مسلمان ممالک کو مشروط قرضوں اور انفراسٹرکچر کی تعمیر میں 'امداد' کی پیشکش کرتے ہیں، یہ امداد اکثر کسی نہ کسی قرضے کے ساتھ نتھی ہوتی ہے۔ پھر اس قرضے کو مسلمان ممالک کو مغربی مصنوعات کی درآمد کے لیے آمادہ کرنے پر مجبور کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن مسلم ملکوں کی جانب سے مغربی مصنوعات کے داخلے کے راستے کھلنے کے باوجود مغربی ممالک کا ردعمل یکساں نہیں ہوتا۔ وہ عموماً درآمدات پر عائد ٹیرف (ٹیکس) برقرار رکھتے ہیں جس سے ان کی اپنی زمینوں میں موجود کاروبار اور صنعتیں محفوظ رہتی ہیں۔ اس سے مسلم ممالک میں مسلمانوں کے کاروبار اور تجارت کی آزادی تو محدود ہوتی ہے، جبکہ کفار کو پہلے سے بڑھ کر آسانی، سہولت اور آزادی میسر آتی ہے۔ اس سے کفار کو ایک غیر عادلانہ فضیلت اور مسلمانوں کی نسبت ایک برتر و غالب حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح مغربی ممالک اپنی مقامی صنعتوں کو ترقی و فروغ دیتے ہیں جبکہ مسلم ممالک کے بازاروں میں مغربی ساختہ سستی مصنوعات کا سیلاب موجزن رہتا ہے جن کے نتیجے میں مقامی صنعتیں متاثر ہوتی ہیں۔

یہ صورتحال معاملات میں برابری یا ادلے کے بدلے کے اصول کی سراسر ضد ہے۔ فقہِ اسلامی میں، اس اصول (القاعدة مقابلة بالمثل) کے بین الاقوامی تجارت پر اطلاق کی اوّلین مثال جو نقل کی جاتی ہے وہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کی ہے۔

> ابو مجلز لاحق بن حمید روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے سوال کیا گیا کہ ہم اہل حرب (یعنی وہ کفار جو جزیہ نہ دیتے ہوں یا جو دارالاسلام میں نہ رہتے ہوں) سے، جب وہ ہمارے علاقوں میں داخل ہوں، تو کتنا پیسہ وصول کریں؟۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا: ''جب تم ان کے علاقوں میں جاتے ہو تو وہ تم سے کتنا وصول کرتے ہیں؟''۔ جواب دیا: ''دس فیصد''۔ فرمایا: ''پھر تم بھی ان سے اتنا ہی وصول کرو جتنا وہ تم سے کرتے ہیں''۔

بہت سے علماء نے تجارت اور جنگ دونوں حالات میں اس اصول کا اعادہ کیا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

> ''اگر کوئی ظالم مشرک ہم پر حملہ آور ہو، تو ہمارے اوپر یہ لازم ہے کہ ہم بھی اس پر اسی طرح حملہ کریں جیسے اس نے ہم پر کیا۔''

امام شیبانیؒ فرماتے ہیں:

> '' اگر وہ ہمارے تاجروں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے تو ہم بھی ان کے تاجروں سے کچھ وصول نہ کریں گے، کیونکہ یہ وصولی تاوان کے طور پر ہے...... لہٰذا اگر وہ اس شرط پر ہمارے مندوبین کو تحفظ فراہم کرتے ہیں کہ مسلمان ان سے خراج وصول نہیں کریں گے، اور پھر وہ ہمارے لوگوں کے ساتھ اپنے وعدے کے مطابق تعامل بھی کریں، تو صحیح یہی ہے کہ مسلمان بھی ان پر یہی شرط عائد کریں اور اسے پورا کریں، کیونکہ یہ شریعت کے حکم کے مطابق ہے جس کا پورا ہونا ضروری ہے۔''

السرخسیؒ فرماتے ہیں:

> ''جہاں تک اہلِ حرب کا معاملہ ہے، ان سے وصولی ہرجانے کے طور پر ہے، جیسا کہ عمر ابن الخطابؓ نے واضح کیا۔ اس سے ہماری مراد یہ نہیں کہ، ہم ان سے اس کے بدلے میں وصول کرتے ہیں جو انہوں نے ہم سے لیا، کیونکہ انہوں نے جو لیا وہ غلط تھا جبکہ ہم نے جو لیا وہ صحیح تھا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم ان سے ویسا ہی برتاؤ رکھتے ہیں جیسا وہ ہم سے رکھتے ہیں

اور یہ سلامتی اور سیلِ تجارت کے آزادانہ بہاؤ کے اہداف کے حصول کے قریب تر ہے۔‘‘

’’جہاں تک اہلِ حرب کا تعلق ہے، تو ان سے عشر (تجارتی مال کا دسواں حصہ) لینے کا حکم ہے کیونکہ وہ ہم سے عشر وصول کرتے ہیں۔ تو جیسے وہ ہم سے دسواں حصہ وصول کرتے ہیں، ہم ان سے دسواں حصہ وصول کرتے ہیں، کیونکہ ہمارے اور ان کے بیچ تعلقات کی بنیاد برابری پر ہے۔ اگر وہ ہم سے پانچواں حصہ وصول کریں تو ہم ان سے پانچواں حصہ وصول کریں گے، اور اگر وہ ہم سے بیسواں حصّہ لیں، تو ہم ان سے بیسواں حصّہ لیں گے اور اگر وہ ہم سے کچھ بھی نہ لیں تو ہم بھی ان سے کچھ نہ لیں گے۔‘‘

فلہٰذا شریعت میں تجارت و جنگ و جدال دونوں میں مقابلۃ بالمثل کا اصول راسخ ہے۔ اگر کفار مسلمانوں پر پابندیاں اور بندشیں عائد کرتے ہیں اور ہماری خرید و فروخت میں مانع ہوتے ہیں، جیسا کہ غزہ اور دیگر کئی مقامات جہاں مجاہدین حکمِ الٰہی کے نفاذ کی جدوجہد میں مصروف ہیں، کا معاملہ ہے، تو اصول اور قاعدہ یہ ہے کہ ہم بھی ان پر اسی طریقے سے حملہ آور ہوں اور ان کی مصنوعات کی خرید و فروخت میں رکاوٹ بنیں۔

بعض جاہل لوگ یا منافقین اس کے خلاف یہ دلیل لاتے ہیں کہ اس قسم کے مقاطعے یا بندشیں محض چند علاقوں میں مؤثر ہوتی ہیں، جبکہ دیگر علاقوں میں آزاد تجارت جاری و ساری رہتی ہے۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہمیں وحدت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

’’اور اللہ کی رسی کو سب ملکر مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو‘‘

رسول اللہ ﷺ نے امت کی مثال ایک جسدِ واحد کی دی:

الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى

’’اہل ایمان کو ایک دوسرے پر رحم کرنے آپس میں محبت کرنے اور ایک دوسرے سے شفقت کے ساتھ پیش آنے میں ایک جسم کی مانند دیکھو گے جس کے ایک عضو کو اگر تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے اس کی نیند اڑ جاتی ہے اور سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔‘‘

پہلی اسلامی ریاست کے ابتدائی ایام میں اہلِ یثرب کے ساتھ طے پانے والے معاہدے میں شامل تھا کہ:

’’اور مسلمانوں کی صلح ایک ہو گی۔ اگر اللہ کی راہ میں کوئی جنگ ہوتی ہے، تو کوئی مسلمان بھی دوسرے مسلمانوں کے علاوہ (دشمن کے ساتھ) امن سے نہ ہو گا، الّا یہ کہ وہ صلح ایک ہی ہو اور سب اس کے یکساں پابند ہوں۔‘‘

اگر ایک خطے کے مسلمانوں پر دشمن حملہ آور نہ بھی ہو تو بھی کسی دوسرے خطے کے مسلمانوں پر دشمن کا حملہ، تمام مسلمانوں پر بحیثیت مجموعی حملہ تصور کیا جائے گا، اور ہمارے لیے یہی مناسب ہے کہ اتحاد و یکجہتی کے ساتھ اس کا جواب دیں۔ اگر مسلمانانِ غزہ چہار جانب سے بندشوں اور پابندیوں میں گھِرے ہوئے ہیں، تو ہم پر لازم ہے کہ جیسے تیسے ممکن ہو ان بندشوں کا خاتمہ کریں۔ اس ہدف تک رسائی کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ محارب کفار پر مقابلۃ بالمثل کا اصول لاگو کیا جائے، اور ان کی پابندیوں کے جواب میں ہم بھی ان پر اپنی جانب سے پابندیاں اور بندشیں عائد کریں۔

کفار جس درجہ اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہیں اس پر غور کیجیے۔ اگر مسلمان کسی ایک امریکی ریاست، جیسے فلوریڈا، کی اقتصادی ناکہ بندی کر دیں تو کیا ہو گا؟ کیا نیویارک میں موجود امریکی یہ کہیں گے کہ: ’’ہم اسے ناپسند کرتے ہیں، لیکن ہم جوابی کارروائی نہیں کریں گے کیونکہ ابھی تک یہاں نیویارک میں وہ ہمیں اپنے ساتھ تجارت کی اجازت دے رہے ہیں‘‘!؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہو گا، بلکہ وہ اس کو اعلانِ جنگ تصور کریں گے اور تمام موجود وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اس ناکہ بندی کے خلاف اقدامات کریں گے۔ نیویارک کے سپاہی فلوریڈا میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ان لوگوں کے خلاف ایک اکائی بن کر لڑیں گے جنھوں نے فلوریڈا کی تجارت میں خلل ڈالا۔

حتیٰ کہ مختلف عیسائی اور سیکولر قوموں کے مابین پایا جانے والا اتحاد بھی اس اتحاد سے زیادہ ہے جو مسلم علاقوں پر مسلط تصوراتی قومی ریاستوں کے مابین ہے۔ مثلاً، ذرا تصور کریں اگر ترکی جنوبی قبرص پر دہشت گردی کا الزام لگائے اور تمام اشیاء کو ملک میں داخل ہونے اور باہر جانے سے روک دے۔ تو ترکی کے خلاف ایک وسیع البنیاد سیاسی اور فوجی ردعمل سامنے آئے گا، جس میں شدید پابندیاں، اور بندشیں عائد کرنے والی قوتوں پر حملے شامل ہوں گے۔

اس قسم کے اتحاد کو اب قومی ریاستوں کے اندر محدود کر دیا گیا ہے، تاکہ مراکشی رباط پر حملے کو تو اپنے اوپر حملہ تصور کریں، لیکن الجزائر پر حملے کی صورت میں ان کا ردعمل ویسا نہ ہو۔ اسی

طرح الجزائر کے لوگ رباط پر حملے کی نسبت الجزائر پر حملے کا زیادہ شدید رد عمل دیں گے۔ کفار ہمیں یہ باور کرانے کے لیے محنت کرتے رہتے ہیں کہ مسلم سرزمین کوئی ۵۴ قومی ریاستوں پر مشتمل ہے، جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اعلان ہے کہ ہم ایک امت ہیں:

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ○

”(لوگو) یقین رکھو کہ یہ (دین جس کی یہ تمام انبیاء دعوت دیتے رہے ہیں) تمہارا دین ہے جو ایک ہی دین ہے، اور میں تمہارا پروردگار ہوں۔ لہٰذا تم میری عبادت کرو۔“

مسلمانوں کے مابین تقسیم اور ہماری کمزوری ایک ہی سکّے کے دو رخ ہیں۔ ہر قومی ریاست کے حکمران کو اپنے اقتدار کا خوف ہے، اسی لیے وہ حکمران بھی جو اسلام سے کچھ لگاؤ رکھتے ہیں، کفار کی یورش تلے پِستے مسلمانوں کے دفاع سے ڈرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ، باہمی نصرت و حمایت کی یہ کمی ہی دراصل ان کی کمزوری اور خوف کا سبب بھی ہے۔ اس سے ایک گھناؤنا چکر جنم لیتا ہے؛ انتشار و نااتفاقی کمزوری کو جنم دیتی ہیں اور کمزوری و ضعف مزید پھوٹ اور انتشار کو۔ اس چکر سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی بھی خطے میں مسلمانوں پر حملے کو اپنے شہر یا خاندان پر حملہ تصور کیا جائے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

”حقیقت تو یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں“

اگر ہم دنیا کو دیکھنے اور برتنے کے اس نظریے کو قبول کرتے اور اپنی زندگیاں اس کے مطابق بسر کرتے ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ذریعے ہم پر نازل فرمایا ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ کے دشمنوں کی طرف سے مسلط کردہ مصنوعی قومی ریاستوں کی تقسیم کی پروا کیے بغیر کفار پر ویسی ہی پابندیاں اسی درجے میں عائد کریں اور ویسی ہی عداوت رکھیں کہ جس کا اظہار وہ ہمارے لیے کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے نفاذِ اسلام کے لیے کوشاں مسلمانوں کا بائیکاٹ کیا جاتا ہے اور ان کی خرید و فروخت اور تجارت میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں، اسی طرح ان کفار کو بھی جو ہم پر بائیکاٹ مسلط کرتے ہیں خرید و فروخت اور تجارت سے روکا جانا چاہیے۔ جس طرح کفار اپنے شہریوں کو پابندی زدگان سے خرید و فروخت سے روکتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو بھی کفار کا بائیکاٹ کرنے کے لیے ایک متحد محاذ قائم کرنا چاہیے۔ یہ ہمارے اسلامی قانون کے اصولوں کے عین مطابق ہے، اور اگر اس کے نفاذ کے لیے کوئی امام موجود نہیں ہے، تو یہ ذمہ داری ہم پر انفرادی سطح پر عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنی استطاعت کے مطابق اس کا نفاذ کریں۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

## عورتوں کے اور دیگر انسانی حقوق

جانوروں کی طرح استعمال کرو، عورتوں کے معاملے میں جانور اور انسان میں فرق نہ کرو۔ یہ تمہارے حقوق ہیں؟ آج مغرب نے جو حقوق خواتین کو دیے ہیں، یہ حقوق ہم سے مانگتے ہیں؟ یہ خواتین کے حقوق ہیں؟ یہ انسان دوستی ہے؟ جو مغرب چاہتا ہے۔ مغرب کے خلاف علماء مقابلہ کریں گے، ان کی جمہوریت کے خلاف علماء مقابلہ کریں گے۔ آج یہ علماء ہی تھے جنھوں نے یہاں جمہوریت کو زمین میں دفن کیا۔ آج یہ علماء ہی تھے جنھوں نے متکبر مغرب کا بیڑا غرق کیا۔ بس اتنا نہیں ہے، یہ مجاہدین جنھوں نے کل قربانی دی ہے، آج بھی قربانی کے لیے تیار ہیں۔ مغرب سے ہم یہ کہتے ہیں: ہم نے بیس سال تمہارے ساتھ جنگ کی ہے، بیس سال مزید تمہارے ساتھ جنگ کریں گے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ یہ کام یہاں پر ختم نہیں ہوا، ہم اس زمین پر اللہ کا دین لائیں گے، شریعت لائیں گے۔ یہ بس اس پر ختم نہیں ہوا کہ بس ہم آئے اور کابل فتح کر لیا، صوبوں میں بیٹھ گئے، کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں، کھا پی رہے ہیں، بات ختم ہو گئی! نہیں نہیں، اب ہم عملاً شریعت لائیں گے۔ ہم اللہ کی حدود نافذ کریں گے۔ تم یہ کہو گے کہ یہ تو عورتوں کے حقوق کی پامالی ہے کہ انہیں رجم کیا جائے، کل ہم زنا کی حد جاری کریں گے اور عام مجمع میں زانی عورتوں کو رجم کریں گے۔ کل ہم اللہ کی حدود نافذ کریں گے اور عام مجمع میں پتھروں سے ماریں گے۔ یہ سب تمہاری جمہوریت کے خلاف ہے، اور ہر جگہ تمہارا مقابلہ جاری ہے۔ تم نے جو انسانیت کے نجات دہندہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے، میں بھی انسانیت کے نجات دہندہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ تم پوری انسانیت سے دعویٰ کرتے ہو کہ میں آزاد کراؤں گا، میں بھی دعویٰ کرتا ہوں۔ میں اللہ کی نمائندگی میں یہ دعویٰ کرتا ہوں اور تم شیطان کی نمائندگی میں کرتے ہو، أَلَآ إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ، اللہ کا گروہ ہی غالب ہونے والا ہے۔

(امیر المؤمنین شیخ الحدیث مولانا ہبۃ اللہ اخوندزادہ)

# سہ جانبی جنگ

انجینئر زین علی

اللہ کے بندوں پر یہ زمانہ بہت سخت ہے غالباً یہی وہ دور ہے جسے حدیث پاک میں یوں فرمایا گیا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيهِمْ عَلَى دِينِهِ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ (ترمذی: ۲۲۶۰)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں اپنے دین پر صبر کرنے والا آدمی ایسا ہو گا جیسے ہاتھ میں انگارا پکڑنے والا۔"

اس زمانے میں انسان کو اپنے ایمان کی سلامتی اور ایمان کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونا انتہائی دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے ہر طرف ضلالت و گمراہی کا دور دورہ ہے ایسے نیک بخت انتہائی قلیل ہیں جو ہدایت کے نور سے بہرہ مند ہیں۔ زندگی جہد مسلسل کا نام ہے اور جب یہ حرکت رک جاتی ہے تو دراصل اسی کا نام موت ہے۔ ایک مومن کی زندگی بھی انہی آزمائشوں سے بھرپور ہوتی ہے۔ باریکی سے دنیا میں پنہاں مصلحتوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ زندگی کا کیف بھی انہی مراحل میں ہے اور ان مراحل سے کامیابی سے گزرنے والے فاتح کے ثمر کے تو کیا ہی کہنے!

امت مسلمہ جو دنیا میں حق کی علمبردار ہے لازم ہے کہ اس کی آزمائش بھی اس کے مرتبے کے شایان شان ہو۔ واضح رہے دنیا میں سب سے زیادہ مصائب و آلام رب کے سب سے برگزیدہ بندوں حضرات انبیاء کرام نے برداشت کیے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَإِنْ كَانَ دِينُهُ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأُخْتِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ (ترمذی: ۲۳۹۸)

سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انبیاء و رسل پر، پھر جو ان کے بعد مرتبہ میں ہیں، پھر جو ان کے بعد ہیں، بندے کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر بندہ اپنے دین میں سخت ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کے دین کے مطابق مصیبت بھی ہوتی ہے، پھر مصیبت بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ بندہ روئے زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا"۔

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس باب میں ابوہریرہ اور حذیفہ بن یمان کی بہن فاطمہؓ سے بھی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ مصیبتیں کس پر زیادہ آتی ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انبیاء و رسل پر پھر جو ان کے بعد مرتبہ میں ہیں پھر جو ان کے بعد میں ہوں"۔

جب آزمائش بڑی ہوگی تو لازم ہے مرتبے بھی رب بڑے عطا فرمائے گا ایک حدیث پاک میں جزوی فضیلت کے ایسے الفاظ ہیں کہ اہل حق کی دلجوئی کا حق ادا ہو گیا۔

"بلاشبہ تمہارے بعد صبر کے دن آنے والے ہیں، ان میں (دین و شریعت پر) صبر کرنا (اس پر ثابت قدم رہنا) ایسے ہو گا جیسے آگ کا انگارہ پکڑنا۔ ان لوگوں میں (دین کے تقاضوں پر) عمل کرنے والے کو اس جیسے پچاس عمل کرنے والوں کا ثواب ملے گا۔" (عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ عتبہ کے علاوہ) مجھے دوسرے نے بتایا کہ سیدنا ابوثعلبہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ان لوگوں میں سے پچاس عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا: "تمہارے پچاس آدمیوں کے برابر۔" (ابی داؤد: ۴۳۴۱)

اگر آج کے حالات کا مشاہدہ کیا جائے تو مومنین ایک نہیں تین محاذوں پر نبرد آزما نظر آتے ہیں۔ اور یہ تینوں محاذ اپنی سختی میں ایک دوسرے پر سبقت لے رہے ہیں لیکن بندہ مومن کو بیک وقت ان تینوں محاذوں پر ڈٹے رہنا ہے۔

جب بھی جنگ یا محاذ کا لفظ پڑھنے یا سننے کو ملتا ہے تو ذہن میں پہلا خیال سیاسی غلبے کی لڑائی کی طرف ہوتا ہے جس میں عموماً لوہے کے بنے ہتھیار استعمال ہوتے ہیں۔ فی زمانہ یہ جنگ تو دنیا بھر کے مسلمانوں پر فرض عین بھی ہے اور پوری قوت سے مسلط بھی کر دی گئی ہے بلکہ یہ کہنا

بے جانہ ہو گا کہ اسلام کے مقابل جو ہتھیار میزائل، طیارے اور دیگر انواع واقسام کے موذی ہتھیار آج عالم کفر کے زیر استعمال ہیں ان کا تاریخ انسانیت میں چشم فلک نے نظارہ تو درکنار کسی بندے بشر کے لیے تصور تک کرنا محال تھا۔ چنانچہ آج اللہ کا دین غالب کرنے کی لڑائی کی ہولناکی پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ کفر کو ایک انچ زمین پر بھی اللہ کے مبارک دین کا نفاذ ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں۔ جس کی بڑی مثال امارت اسلامیہ افغانستان ہے جہاں عالمی کفر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی پہلی حکومت پر حملہ آور ہونے کے لیے پر تول ہی رہا تھا کہ اسلام کے شیروں نے اقدام کر کے اسے اس کے گھر میں گھس کر کاری ضرب لگائی حالانکہ اس وقت ابھی سو فیصد افغانستان کا کنٹرول مجاہدین نے حاصل نہیں کیا تھا لیکن کفر کی نیندیں حرام کر رکھی تھی۔ اور پھر بیس سال عالمی کفر کا متحدہ لشکر افغانستان کے پہاڑوں میں آتش و آہن کی بارش کرتا رہا لیکن اہل ایمان کو شکست نہ دے سکا اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ بالآخر فتح و نصرت اس کے مومن بندوں کے حصے میں آئی۔ لیکن آج بھی کفر کی پوری کوشش ہے کسی طرح اسلامی نظام کے اس نور سے ظلمت و گمراہی میں ڈوبی دنیا کو دور رکھا جا سکے اس نظام کو ناکام ثابت کرنے کے لیے امارت اسلامیہ افغانستان کے راستے میں ہر ہر ممکن رخنہ ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے، کہ کہیں اس مبارک نظام کی کرنیں پوری دنیا میں نہ پھیل جائیں۔

گویا سیاسی غلبے کی یہ لڑائی پوری امت کے لیے اپنی حشر سامانیوں کے ساتھ جاری وساری ہے۔

دوسرا محاذ اس سے زیادہ سخت اور اہم ہے کیونکہ عالم تکوین کو عالم روحانیت کے تابع رکھا گیا ہے۔ لہٰذا اس لڑائی کی بنیاد پر مادی لڑائی کے بھی فیصلے ہوتے ہیں۔ نفس اور شیطان سے جنگ مومنین کے لیے ہمیشہ سے ایک سخت جنگ رہی ہے۔ لیکن آج کے زمانے میں فتنوں کی بارش اتنی تیز ہے کہ قوی سے قوی صاحب ایمان کو بھی تعلق مع اللہ کی مضبوط چھتری درکار ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کا خاص فضل ہی ہے جس کے طفیل ان ایمانی آزمائشوں سے کامیابی حاصل کرنا ممکن ہے۔ جان کی آزمائش سے ایمان کی آزمائش میں بڑے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے اسی لیے اس آزمائش کی حساسیت زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ بندہ مومن پر لازم ہے کہ ہر حال میں رب کی معصیت سے بچے اور اسکے قرب کے وظیفہ میں ہر آن مشغول رہے۔

ضرورت ہے کہ ہر آن ہر گھڑی ہر ساعت اسے یہی فکر ہو کہ حق تعالیٰ شانہ کا کون سا حکم میری طرف متوجہ ہے جسے میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین طریقے اور ان کی کامل اتباع سے سرانجام دوں۔ گناہوں اور فتنوں سے بچنے کا بھی سب سے سہل طریقہ یہی ہے کہ نیکی کے کاموں پر دوام حاصل کریں۔ یہ محاذ ایسا ہے گویا اپنے دائیں بائیں دیگر دو محاذوں پر نبرد آزما مومن کو دونوں بازوؤں سے اس کا سہارا بن کر تھام رکھا ہو۔ پس اگر مومن بننے کے یہ عملی تقاضے پورے ہوں جن میں فرائض کی پابندی، منکرات سے اجتناب اور قرب الٰہی کی سعی شامل ہو تو اللہ کے وعدہ کے مطابق زمینی جنگ میں بھی نصرت الٰہی اس کے ہمرکاب ہوتی ہے اور فتح و ظفر سے نوازہ جاتا ہے۔

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۃ آل عمران: ۱۳۹)

اور تم اندیشہ نہ کرو اور غم نہ کھاؤ، اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب آؤ گے۔

نوافل کی کثرت، ہر لحہ ذکر کا معمول اور تلاوت قرآن سے رغبت قرب الٰہی کے زینے تیزی سے طے کرواتی ہیں۔ اگر صحت و حالات کی موافقت ہو تو نفلی روزے اور انفاق فی سبیل اللہ وہ قیمتی ذرائع ہیں جو اپنے اندر فوائد کا سمندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ صدقہ سے بلاؤں کا ٹلنا تو الحمدللہ مسلم معاشرے میں بچوں کو بھی پتہ ہوتا ہے، تاہم اہل ذوق نے ایک عجیب نقطہ بیان فرمایا ہے کہ توبہ سے گناہ تو معاف ہو جاتا ہے لیکن بعض دفعہ اس کی نحوست وشناعت کے اثرات باقی رہ جاتے ہیں جن سے نجات میں صدقہ کو خاص دخل حاصل ہے۔ جبکہ نفلی روزے صحت کے لیے بھی مفید ہیں اور شہوات کو بھی تھامنے والا عمل ہیں۔ ہر ماہ ایام بیض اور سوموار و جمعرات کے روزوں کو سنت کی خاص نسبت کا فیضان بھی حاصل ہے۔

آج کے زمانے میں نظروں کی حفاظت ہو یا اپنی سماعتوں کو حرام سے محفوظ رکھنا، بلاشبہ یہ آسان کام نہیں لیکن ناممکن بھی بہر حال نہیں۔ اگر انسان نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے تو اس کے اندر برائی سے نفرت کا فطری جذبہ پیدا ہو جاتا ہے جو اسے ان کاموں کے اہتمام میں معاون ہوتا ہے جو گناہوں سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر ہوں۔ کیونکہ ماضی کے برعکس فی زمانہ گناہوں کے ارتکاب کے لیے اہتمام کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ گناہوں سے اجتناب کے لیے باقاعدہ اہتمام درکار ہوتا ہے۔ تب ہی اخلاقی و دیگر برائیوں سے بچنا سہل ہو سکتا ہے۔

تیسرا محاذ ذہن اور فکر کی جنگ کا ہے جس میں بطور ہتھیار ذرائع ابلاغ سر فہرست ہیں۔ یہ اتنا خطرناک محاذ ہے جس میں ٹھوکر کھانے والا انسان خود کو حق پر سمجھتا رہتا ہے، بلکہ بعض دفعہ اہل حق کو ہی گمراہ اور جہالت پر سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ کفر کے ہاں اس محاذ پر کثیر سرمایہ خرچ کیا جاتا ہے۔ بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں تنظیموں، این جی اوز اور دیگر اداروں کا جال بچھا کر اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ کرۂ ارض پر موجود ایک بھی انسان صراط مستقیم پر چلنے والا نہ ہو۔ چنانچہ اسی فکری گمراہی کے حوالے سے حدیث پاک کی تطبیق درست معلوم ہوتی ہے:

عن ابي هريرة، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " بادروا بالاعمال فتنا كقطع الليل المظلم، يصبح الرجل مؤمنا ويمسي

كافرا، ويمسي مؤمنا ويصبح كافرا، يبيع احدهم دينه بعرض من الدنيا " (ترمذی: ۲۱۹۵)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم لوگ نیک اعمال کی طرف جلدی کرو، ان فتنوں کے خوف سے جو سخت تاریک رات کی طرح ہیں جس میں آدمی صبح کے وقت مومن اور شام کے وقت کافر ہو گا، شام کے وقت مومن اور صبح کے وقت کافر ہو گا، دنیاوی ساز وسامان کے بدلے آدمی اپنا دین بیچ دے گا۔"

ہر غلط نظریہ کی ستائش کی جاتی ہے، فتنوں کی ترویج میں ریاستی سرپرستی فراہم کی جاتی ہے۔ ہر غلط نظریہ کی ترویج واشاعت کے لیے خوب اسباب فراہم کیے جاتے ہیں۔ عقائد میں گمراہی کی مہم تو پوری شد ومد سے جاری ہے، کوشش کی جاتی ہے کہ ایک ایک سنت تک کو عوام میں مشتبہ اور غیر مقبول کیا جائے۔ اعمال صالحہ سے روکنے کے لیے طرح طرح کے عذر تراش دیے جاتے ہیں، ایسے میں نفس کا غلبہ فوراً ایسے عذر کو قبول کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

اہل اللہ کی صحبت اور چودہ سو سال سے امت (اہل سنت) کے اجماعی عقائد ونظریات کو دانتوں سے مضبوط پکڑنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ فتنوں سے بچنے کا ایک آزمودہ نسخہ یہ بھی ہے کہ ہر ایرے غیرے کو نہ سنا جائے، دین کے معاملات میں مستند علمائے کرام ہی کی رائے معلوم کی جائے اور اسے ہی معتبر خیال کیا جائے۔ ظاہر ہے اگر سپیرے کے علاوہ ہر عامی سانپ کو پکڑے گا تو نتیجتاً سانپ ضرور ڈسے گا۔ فتنہ کہتے ہی اسے ہیں جو حق کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہو یعنی حق وباطل کا باہم خلط ملط ہونا۔ اوپر مذکورہ حدیث پاک میں اندھیری رات کے لفظ سے بھی یہی اشارہ ملتا ہے ورنہ اعلانیہ باطل کا پہچاننا اور اس کا تدارک نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ بعض فتنے تو اتنے منظم اور خطرناک ہوتے ہیں کہ عقل کے مات کھا جانے کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں، ایسے میں بھی اللہ کی خصوصی نظر عنایت درکار ہوتی ہے۔ لہٰذا اللہ کی رضا حاصل کرنے کی جدوجہد کو باقی تمام کاموں پر اسی لیے سبقت حاصل ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (سورۃ التوبۃ: ۷۲)

اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جنتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے، اور جنات عدن میں عمدہ مکانات کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ کی خوشنودی سب سے بڑھ کر ہو گی، یہی عظیم کامیابی ہو گی۔

جہاد ومجاہدین کے خلاف سب سے زیادہ زور صرف کیا جاتا ہے نہ صرف جہاد سے بدظن کرنے کے لیے بلکہ عین جہادی میدانوں میں انہیں جہاد کے ثمرات کو ضائع کرنے پر ابھارنے کے لیے اور مبارک جہادی تحریکوں کو غلط سمت میں موڑنے کی کوشش کی جاتی ہے جس کا فائدہ کفر کو ہو اور نقصان اسلام کو۔ چنانچہ حال ہی میں خوارج کا فتنہ (داعش) نمودار ہوا اور اسلام کو اتنا نقصان پہنچایا جتنا کفر براہِ راست حملوں میں نہ پہنچا سکا۔ جہادی تحریکوں کو نقصان پہنچا اور جہاد کو گالی بنا دینے کا خواب کفر کو پورا ہونے کی امید نظر آنے لگی۔ امت میں جہاد کے حوالے سے اضطراب پیدا ہوا اور جہادی تحریکوں کو شک کی نظر سے دیکھنے میں اضافہ ہوا۔ خوارج کی بے اعتدالیوں نے جہاد کے روشن چہرے کو عوام کی نظر میں مسخ کیا۔ آج امت کی جو حالت ہے وہ دوسرے اور تیسرے محاذ پر دشمن کی بڑے پیمانے پر کامیابی کی وجہ سے ہے ورنہ میدانِ حرب وضرب میں تو اسلام کے شیروں کے مقابل اسے ہمیشہ ہزیمت ہی اٹھانی پڑتی ہے۔ قلیل سے قلیل تعداد و وسائل سے بڑے سے بڑے دشمن اور تمام تر مادی وسائل کو مجاہدین اسلام یوں شکست دیتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور بالآخر اسے نصرت خداوندی قرار دینے پر جا منتج ہوتی ہے جو مجاہدین اسلام کی حقانیت کی ایک اور دلیل بن جاتی ہے۔

پس مومن پر لازم ہے کہ ان تینوں محاذوں پر ڈٹا رہے کیونکہ یہ محاذ ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور دراصل محاذ تین ہیں جنگ تو ایک ہی ہے۔

یاد رہے جو کچھ تم کرتے ہو اللہ سب دیکھتا ہے۔

## بقیہ: عمر ثالث

اسی ضلع کے سابقہ مرکزی گاؤں شہر کہنہ میں ایک مدرسہ تھا جو کہ طلباء کی کثرت کی وجہ سے دہراوُود میں 'لویہ دائرہ' (بڑا دائرہ) کے نام سے مشہور تھا۔ ملا محمد عمر مجاہد آٹھ سال کی عمر میں اس مدرسہ میں داخل ہوئے اور کمیونسٹ اور روسی حملے کے خلاف جہاد کے وقت تک اسی مدرسہ سے حصول علم جاری رکھا۔

روسی حملہ آوروں کے خلاف جہاد میں درپیش اضطراری حالات کی وجہ سے ملا صاحب دینی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ لیکن اس وقت تک کافی دینی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ عربی زبان میں مطالعے اور استفادے کی صلاحیت رکھتے تھے اور اکثر اوقات تفاسیر اور باقی دینی ومعلوماتی کتب کا مطالعہ کرتے تھے۔ آپؒ نے کمیونیزم کے خلاف جہادی فتح کے بعد قندھار کے علاقے سنگ حصار میں مدرسہ بنایا اور اس مدرسہ میں تعلیم اور تعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔ لیکن ملک میں پیدا ہونے والے فساد کے خلاف جہاد نے آپ کی دینی تعلیم کا یہ دوسرا سلسلہ بھی منقطع کر دیا۔ ملا صاحب حصول علم کے پیاسے تھے۔ آپؒ مدارس، علمائے کرام اور طالب علموں کا احترام کرتے اور ہمیشہ دینی مدارس کے پھیلاؤ اور علمی خدمات کی کوششوں میں رہتے تھے۔

اکیسویں صدی میں

# جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر!

(سورۃ العصر کی روشنی میں)

حضرت الامیر، مولانا عاصم عمر شہید رحمۃ اللہ علیہ

## دوسری پیش کش

اس پیش کش میں مفسرینِ کرام نے متعدد تجاویز نقل کی ہیں:

امام المفسرین ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ ایک دن مکے کے مقتدر طبقے میں سے کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور کہنے لگے: اے محمد! ہم آپ کو اتنا مال دیتے ہیں کہ آپ مکہ کے سب سے مالدار شخص بن جائیں گے، اور عرب کی سب سے حسین عورت سے آپ کی شادی کرا دیتے ہیں، یہ ہماری طرف سے تمہارے لیے ہے، اس کے بدلے آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز آجایئے اور ان کی برائی نہ کیا کیجیے۔ اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو پھر ایک اور بات ہماری طرف سے ہے جس میں ہمارا اور آپ کا... دونوں کا فائدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: وہ کیا ہے؟ کہنے لگے: ایک سال آپ ہمارے معبودوں ...لات و عزیٰ... کی عبادت کیجیے، ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔ اس پر یہ سورت (یعنی الکافرون) نازل ہوئی۔[1]

## ابو جہل کی سیکولر پیش کش

جبکہ امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں امام مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ابو جہل کی جانب سے یہ عجیب پیش کش نقل کی ہے:

> ندخل معك في بعض ما تعبد وتدخل معنا في بعض ديننا أو نتبرأ من آلهتنا وتتبرأ من إلهك۔[2]
>
> ”ہم آپ کے ساتھ آپ کی بعض عبادات میں شریک ہو جاتے ہیں، اور آپ ہمارے کچھ دین میں داخل ہو جایئے، یا ہم اپنے معبودوں سے برأت کرتے ہیں اور آپ اپنے معبود سے برأت کیجیے“۔

اس پیش کش کا پہلا حصہ ’ہم آپ کے ساتھ آپ کی بعض عبادات میں شریک ہو جاتے ہیں، اور آپ ہمارے کچھ دین میں داخل ہو جایئے‘...... اہلِ ایمان کو یہ پیش کش ایک بار پھر آج جمہوریت کے لبادے میں موجود سیکولرزم کر رہا ہے۔ سیکولر شخص (خواہ وہ کافرِ اصلی ہو یا مسلمانوں جیسے نام رکھے سیکولر) اسلام کی عبادات و رسومات میں شامل ہونے کو تیار ہے، اپنے ملکوں میں اس کی اجازت بلکہ اس کی حمایت کے لیے بھی تیار ہے، لیکن نظام اور طرزِ زندگی کے بارے میں وہ ذرہ برابر پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں...... بلکہ اس بارے میں اس کا مطالبہ یہ ہے کہ نظام اور طرزِ زندگی کے بارے میں آپ کو ہمارے دین پر آنا ہوگا، جمہوریت، عالمی سودی نظام، دوستی و دشمنی کا معیار قومی ریاستیں، عورت کی آزادی، دین کے اجتماعی امور سے دستبرداری اور خواہشات کو بھاتا، نفسانیت کو لبھاتا طرزِ زندگی، یہی ’الطریقۃ المثلیٰ‘ آئیڈیل اور قابلِ تقلید طرزِ زندگی ہے۔ سو اگر کسی نے اس پر کوئی بات کرنے کی کوشش کی تو لازم ہے کہ اس کے خلاف ہر ریاست اعلانِ جنگ کرے، اور اس وقت تک ایسے لوگوں سے جنگ جاری رہے جب تک کہ وہ اس دین میں داخل نہیں ہو جاتے۔

یہ ابو جہل کی پیش کش کا پہلا حصہ تھا۔ ابو جہل وحدتِ دین کی جو بات کر رہا تھا، وہ اس بارے میں ہرگز تیار نہیں تھا کہ نظامِ حکومت، قانون سازی، یعنی قانونی و غیر قانونی کے اختیارات سے وہ دستبردار ہو جائے۔

اس کی پیش کش کا دوسرا حصہ: ’ہم اپنے معبودوں سے برأت کرتے ہیں اور آپ اپنے معبود سے برأت کیجیے‘؛ یعنی کسی مذہب کو اختیار کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اس کو پڑھ کر لگتا ہے کہ ابو جہل خالص نظریاتی قسم کا سیکولر انسان تھا جو صرف اپنی خواہشات کا غلام تھا اس کے لیے مسئلہ اپنے بتوں کی عزت و وقار کا نہیں تھا صرف اپنی سرداری اور اپنی خواہشات سے پیار تھا کہ اسے بچانے کے لیے اپنے معبودوں سے بھی برأت کرنے کو تیار تھا۔

ان تمام پیش کشوں میں اگر غور کیا جائے تو سب کا خلاصہ ایک ہی ہے کہ ہم نے جو نظام بنایا ہے، اپنی پارلیمنٹ (دار الندوہ) میں منظور کر کے جو آئین بنایا ہے، اس کی برائی نہ کی جائے۔[3] آپ اپنی انفرادی عبادت کرتے رہیے لیکن ہمارے دین و نظام کو کفر نہ کہیے۔ کیونکہ ہمارا دین ہی اللہ کا دین ہے۔[4] یہ بات بھی نہ کہیے کہ اللہ کے علاوہ قانون سازی کا حق کسی کو نہیں، اس حق کو

---

[1] تفسیرِ طبری، سورۃ الکافرون

[2] تفسیر بحر العلوم، سورۃ الکافرون

[3] وكفّ عن شتم آلهتنا، فلا تذكرها بسوء یعنی ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے اور ان کی برائی کرنے سے باز آجایئے۔ (تفسیرِ طبری)

[4] افتخر المشركون بأديانهم فقال كلُّ فريقٍ: لا دين إلاَّ ديننا وهو دين الله۔ ”مشرکین اپنے ادیان پر فخر کیا کرتے تھے اور ہر فریق یہ کہتا کہ اصل دین تو ہمارا دین ہے، اور یہی اللہ کا دین ہے۔ فنزلت هذه الآية وكذَّبهم الله تعالى فقال: {إنَّ الدين عند الله الإسلام} الذي جاء به محمد عليه السلام (تفسیر الوجيز للواحدي (ص: ۲۰۲))

ہمارے معبودوں کے لیے بھی تسلیم کیا جائے۔ خواہ کفری آئین کو اسلامی ثابت کرنے کی تاویل ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ کیا قریش کے سردار اس قدر بے وقوف تھے جو اللہ کے رسول ﷺ سے ایسا مطالبہ کر رہے تھے؟ اور کیا اس میں ان کا کوئی نقصان نہیں تھا کہ جب وہ ایک سال محمد ﷺ کے رب کی عبادت کریں گے تو سارے جزیرۃ العرب میں موجود ان کے پیروکاروں پر اس کے کیا اثرات پڑیں گے؟

اگر ہم قریش کے مقتدر طبقے کی اس پیش کش کو سطحی نظر سے دیکھیں تو ایسا ہی لگتا ہے کہ بغیر سوچے سمجھے وہ صرف نبی کریم ﷺ کی دعوت سے تنگ آکر ایسا کہہ رہے تھے۔ لیکن جو کوئی بھی توحید اور کفر کے مزاج سے شناسائی رکھتا ہے، خصوصاًبت پرستی کے مذہب سے وہ اس پیش کش کی گہرائی کو سمجھ سکتا ہے۔[۵]

قریش کے دانشور و جہاندیدہ جانتے تھے کہ ایک بار کوئی ان کے کسی بت کی حیثیت کو تسلیم کرلے تو پھر اس کے لیے اپنے عقیدے کا وجود باقی رکھنا ناممکن ہو جائے گا، بالآخر ایک دن وہ بھی بت پرستی ہی کو اختیار کر بیٹھے گا۔

بت پرستی کیسا مذہب ہے، اس کا اندازہ آپ ہندوستان کے ہندوازم کی تاریخ پڑھ کر لگا سکتے ہیں۔ ہندو مذہب کس طرح کتنی ہی تہذیبوں اور مذاہب وعقائد کو نگل گیا کہ آج ان کا وجود بھی باقی نہیں رہا۔ عیسائیت کو شرک کی دلدل میں پھنسانے والے اصل میں بت پرست ہی تھے۔

بت پرستی ایسا مذہب ہے جس کی کوئی اصل وبنیاد نہیں[۶]، بلکہ یہ سو فیصد سیکولر یعنی خواہشات کی بنیاد پر قائم مذہب ہے۔ مقتدر طبقے (عرب میں کفارِ قریش تھے، ہند میں برہمن) کی جو خواہشات ہوئیں، اسی کو معبود کا درجہ دے دیا۔ چونکہ روکنے والی کوئی بنیاد تو ہے نہیں... برخلاف کسی بھی آسمانی مذہب کے... اس میں جو کوئی بھی طاقتور، نفع بخش یا نقصان دہ یا عقیدت و محبت والا آجائے، یہ اسے اپنا قرار دے کر اسے اپنا حصہ بنالیتا ہے اور اسی کی پوجا شروع کر دیتا ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ ہندوازم کے ملأ القوم (یعنی برہمن) کا اسلام قبول کرنے کا تناسب دیگر قوموں کے مقابلے بہت کم ہے، کیونکہ آپ ان کو جتنی بھی دلیلیں دیتے ہیں وہ اسے مان بھی لیں تو حق میں داخل ہونے کے بجائے اس حق کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ خود اس مذہب کا بننے کے بجائے اسے اپنا بنا کر اسے ہندوازم میں اس طرح ضم کر لیتے ہیں کہ اس کے وجود کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ مثلاً اگر آپ انھیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں دلائل سے سمجھائیں گے تو وہ اسے سمجھ تو جائیں گے لیکن اسے اس انداز میں تسلیم کریں گے کہ ایک بت آپ کے اللہ کا بھی بنا کر اپنے مندر میں رکھ دیں گے...... چنانچہ یہ مشاہدہ ہے کہ اکثر برہمن حق کو قبول کرنے کے بعد بھی مسلمان نہیں ہو پاتے، الا ماشاء اللہ۔

چنانچہ قریش کے بت پرستوں کی یہ پیش کش نتائج کے اعتبار سے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ اس پیش کش میں کفارِ مکہ کا فائدہ ہی فائدہ تھا۔ بھلا اس کے بعد اللہ کو ایک ماننے کی دعوت کس طرح دی جاسکتی تھی۔

اس میں آج ان لوگوں کے لیے بڑی عبرت ہے جو اسلام اور ہندوازم یا جمہوری نظام و دیگر مذاہب کے مابین اتحاد، باہمی افہام و تفہیم اور بقائے باہمی کے نام پر اسلام اور کفر کو جمع کر کے مسلمانوں کو کھلے کفر کی دعوت دے رہے ہیں۔

برصغیر کے علمائے حق ہر دور میں مسلمانوں کو اس طرح کی کفریہ پیش کشوں سے باخبر کرتے رہے ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ 'دینِ حق اور علمائے ربانی' میں فرماتے ہیں:

> "انبیائے کرام کفر کی پوری بیخ کنی کرتے ہیں، وہ کفر کے ساتھ رواداری اور مصلحت کے روادار نہیں ہوتے، کفر کے پہچان لینے کا بھی ان کو بڑا ملکہ ہوتا ہے، اور اس بارے میں ان کی نگاہ بڑی دور رس اور باریک بیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اس بارے میں پوری حکمت اور عزیمت عطا فرماتا ہے، ان کی خداداد فراست اور بصیرت پر اعتماد کیے بغیر چارہ نہیں، دین کی حفاظت اس کے بغیر ممکن نہیں کہ کفر و اسلام کی جو سرحدیں انھوں نے قائم کر دی ہیں، اور ان کے جو نشانات انھوں نے مقرر کر دیے ہیں ان کی حفاظت کی جائے، اس میں ادنیٰ تساہل اور رواداری دین کو اتنا مسخ کر کے رکھ دیتی ہے جتنا یہودیت، عیسائیت اور ہندوستان کے مذاہب مسخ ہو گئے۔"[۷]

علمائے حق کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[۵] البتہ جیسا کہ مفسرین کرام نے فرمایا کہ کفارِ مکہ کو دینِ اسلام کے مزاج سے جہالت ضرور تھی کہ وہ اسلام کے بارے میں جہالت کا شکار تھے کہ اللہ کا دین ان کی اس وحدتِ ادیان کی پیش کش کو قبول کرلے گا۔ مفسرین نے اسی کو ان کی جہالت قرار دیا ہے۔ ہند کے برہمن بھی اسلام کے بارے میں اسی جہالت کا شکار ہوئے کہ جس طرح انھوں نے ہندوستان کے دیگر مذاہب کو اپنے اندر ضم کر کے ان کا وجود مٹا دیا، اسلام کے ساتھ بھی وہ اسی طرح کرلیں گے۔ اس کے لیے انھوں نے مسلمانوں کے اندر مختلف دعوتی تحریکیں چلائیں۔

[۶] گاندھی نے اپنی کتاب 'ہندو دھرم' میں بڑے فخر سے اس بات کو لکھا ہے۔

[۷] دینِ حق اور علمائے ربانی؛ ص ۲۸

”انبیاء کے صحیح جانشین بھی اس بارے میں انہی کی فراست و عزیمت رکھتے ہیں، وہ کفر کا ایک ایک نشان مٹاتے ہیں، اور جاہلیت کا ایک ایک داغ دھوتے ہیں، کفر کا ادراک کرنے میں ان کی حس عوام سے بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، کفر جس لباس میں اور جس صورت میں ظاہر ہو وہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں، کہیں ہندوستان جیسے ملک میں بیواؤں کے نکاحِ ثانی کو حرام سمجھنے اور اس سے شدید نفرت رکھنے میں انھیں کفر کی بو محسوس ہوتی ہے، اور وہ اس کو رواج دینے اور اس سنت کو زندہ کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، اور بعض اوقات اسی پر جان کی بازی لگا دیتے ہیں، کہیں قانونِ شریعت پر رواج کو ترجیح دینا اور بہنوں کو میراث نہ دینے پر اصرار کرنا انھیں کفر معلوم ہوتا ہے اور وہ ایسے لوگوں کی مخالفت اور مقاطعہ فرض سمجھتے ہیں، کبھی اللہ اور رسول کا صاف و صریح حکم سن لینے کے بعد اس کو نہ ماننا اور غیر الٰہی عدالت اور غیر الٰہی قانون کے دامن میں پناہ لینا اور غیر اسلامی قوانین و احکام نافذ کرنا، انھیں اسلام سے خروج کے مترادف معلوم ہوتا ہے، اور وہ مجبوری کے عالم میں وہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں، کبھی کسی نو مسلم کے یا کسی ایسے مسلمانوں کے جو غیر مسلموں کی صحبت میں رہتے ہوں، اور ان سے متاثر ہوں ایسا ذبیحہ استعمال کرنے سے احتراز کرنے میں اور اس سے نفرت کرنے میں جس سے ان کی ہمسایہ قوم اور ابنائے وطن سختی سے مجتنب رہتے ہیں، اور ان میں اس کی نفرت اور اس سے وحشت عام ہے، انھیں ایمان کی کمزوری اور ان کے قدیم مذہب یا غیر مسلموں کی صحبت کا اثر نظر آتا ہے“۔[8]

ہر دور میں ایسے اللہ والوں اور عزیمت کا راستہ اختیار کرنے والوں کے خلاف زبانیں چلتی رہی ہیں...... زہر آلود تیر و نشتروں سے انہی کے دل چھلنی کیے جاتے رہے ہیں، ان پر نقد و تنقید اور رد و کد کرنے کے عوض ہوس پرستوں کو اعلیٰ حکومتی مناصب یا گھٹیا دنیا کا گھٹیا مال و متاع دیا جاتا رہا ہے جسے حاصل کر کے وہ اپنے پیٹوں کو جہنم کی آگ سے بھرتے رہے ہیں۔

اس بارے میں فرماتے ہیں:

”ان کے زمانہ کے کوتاہ نظر یا رند مشرب و صلحِ کل جو دیر و حرم، کعبہ و بت میں فرق کرنا ہی کفر سمجھتے ہیں، ان کی تضحیک کرتے ہیں اور تحقیر کے ساتھ انھیں فقیہِ شہر، محتسب، واعظِ تنگ نظر اور خدائی فوجدار کا لقب دیتے ہیں، لیکن وہ اپنا کام پورے اطمینان و استقلال کے ساتھ کرتے رہتے ہیں اور کوئی شبہ نہیں کہ پیغمبروں کے دین کی حفاظت، زمانے میں انھیں لوگوں نے کی ہے اور آج اسلام یہودیت و عیسائیت اور برہمنیت سے ممتاز شکل میں جو نظر آتا ہے، وہ انھیں کی ہمت و استقامت اور تفقہ کا نتیجہ ہے“۔

یہاں کفر اور ہندوازم کی طبیعت و تاثیر بتانے کا مقصد یہ ہے کہ اسے سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھنا آسان ہے کہ سیکولر نظامِ حکومت جس کا اصل چہرہ مشرقی و مغربی جمہوریت میں نظر آتا ہے، یہ بھی طبیعت و تاثیر کے اعتبار سے ہندوازم ہی کی طرح ہے۔

جیسا کہ ہر سمجھدار انسان جانتا ہے کہ سیکولرزم یا جمہوریت دراصل خواہشات پر قائم ایک دین (نظام) ہے، جس میں مقتدر طبقے کی خواہشات ہی کو اس کا دین، اس کا معبود اور اس کی شریعت (آئین) بنا دیا جاتا ہے۔ حلال و حرام کا اختیار اسی طبقے کے ہاتھ میں ہوتا ہے، جس کی اتباع کرنا ہر شہری کے لیے فرض قرار دیا جاتا ہے۔

البتہ مقتدر طبقے کی خواہشات کو پروان چڑھانے کے لیے اسے عوامی رائے اور عوامی خواہش کا نام دے دیا جاتا ہے۔ ہندوازم کی طرح جمہوریت کی دیوی کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کو ماننے والے یہودی ہیں یا عیسائی، بودھ ہیں یا مسلمان۔ یہ اپنے مخاطب سے صرف ایک مطالبہ کرتی ہے کہ آپ اپنے اپنے دین پر قائم رہیے، مجھے صرف ایک اختیار چاہیے؛ وہ ہے ’امر‘ یعنی قانون سازی کا اختیار۔ آئین سازی (عوامی شریعت بنانے) کا اختیار، انسان کے لیے نظامِ زندگی اور طرزِ زندگی لازم کرنے کا اختیار جس کے ذریعہ میں جس چیز کو چاہوں انسانوں پر فرض کر دوں اور جسے چاہوں حرام (غیر قانونی) قرار دے دوں۔

چنانچہ جس طرح مکہ کے بت پرست خاتم النبیین ﷺ کو یہ پیش کش کر رہے تھے کہ آپ اپنے دین پر رہیے لیکن ہمارے بعض بتوں کے حق کو تسلیم کر لیجیے، یا کچھ ہم آپ کی مان لیتے ہیں کچھ آپ ہماری مان لیجیے، جمہوریت بھی اتنا ہی مطالبہ ہر شہری سے کر رہی ہے۔

جو مان لے اس کے ساتھ کوئی جنگ نہیں وہ معزز شہری ہے، خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی، ہندو ہو یا مرتد و بدترین زندیق... اس دیوی کی نظر میں سب کا دین برابر ہے۔ لیکن جو نہ مانے وہ ’دہشت گرد‘ اور ’ریاست کی دیوی‘ کا ’باغی‘ ہے۔

سو ریاستِ مکہ کے مقتدر طبقے نے بھی نبی کریم ﷺ کو اس طرح کی پیش کش کی۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ شریعت ناپسند کرنے والوں کو اس جواب سے مایوس کر دیا، کہ کچھ اسلام اور کچھ کفر کا ملغوبہ ہرگز اسلام نہیں ہو سکتا۔ یہ چوں چوں کا مربہ کفر ہی کہلائے گا۔

---

[8] دین حق اور علمائے ربانی؛ ص ۲۸-۲۹

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ 'اعلاء السنن' میں فرماتے ہیں:

قلت: وأما محاربة الرعية المسلمة ملكها الكافر بالمقاطعة الجوعية أو المظاهرة العامة فليس لها أصل في الشرع لم يستعملها أسلافنا المقيمون بدار الحرب مع ملكها قط، وإنما أخذها أبناء زماننا من أوربا ويجوز استعمال ما سوى الأول بعد النبذ إليهم على سواء إذا كنا نرجو الشوكة عليهم بذلك، وكان المقصود إعلاء كلمة الله والدعا إلى الدين، دون إحرار الوطن وإقامة السلطنة الجمهورية المركبة من أعضاء بعضهم مسلمون وبعضهم كفرة مشركون، فإن بذل الجهد لذلك ليس من الجهاد في شيء لخلوه عن غرضه الأصلي وهو إعلاء كلمة الله والدعا إلى الدين القويم۔ والسلطنة المركبة من الأعضاء المسلمين والكافرين لا يكون سلطنة إسلامية قط، وإنما هي سلطنة الكفر لا سيما إذا كانت الكثرة لهم لا لنا، فإن المركب من الخسيس والشريف خسيس ومن الطيب والخبيث خبيث۔[9]

"میں کہتا ہوں کہ ایسی مسلم عوام جن پر کافر حکمران ہوں... ان کا بھوک ہڑتال کرنا یا عوامی مظاہرے کرنا، شریعت میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ دار الحرب میں مقیم ہمارے اسلاف نے اپنے کافر حاکم کے سامنے ایسا کبھی نہیں کیا۔ ہمارے زمانے کے لوگوں نے اس کو یورپ سے لیا ہے اور ...بھوک ہڑتال کے سوا... عوامی مظاہرے اس صورت میں جائز ہیں کہ کافروں سے کیا گیا معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا جائے اور ان مظاہروں کے ذریعہ ان کفار پر غلبے کی امید ہو، اور اس کا مقصد اللہ کے کلمے کی سربلندی اور ان کفار کو دین کی طرف دعوت ہو، نہ کہ محض وطن کی آزادی اور ایک ایسی جمہوری ریاست کا قیام ہو... جس میں بعض مسلمان اور بعض کفار اراکین شامل ہوں۔ کیونکہ اس کے لیے کوشش کرنا جہاد نہیں کہلائے گا، اس کے اصلی مقصد یعنی اعلاء کلمۃ اللہ اور دین مبین کی جانب دعوت سے خالی ہونے کی وجہ سے۔

اور ایسی حکومت جو مسلمان اراکین پارلیمان اور کافروں سے بنی ہو، کبھی بھی اسلامی حکومت نہیں ہو سکتی، اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ یہ تو کفر ہی کی سلطنت ہو گی... خصوصاً جبکہ کثرت بھی کافروں کی ہی ہو، کیونکہ ذلیل و کمین اور شریف چیز کا مرکب تو کمین ہی کہلائے گا اور پاک و ناپاک کا مرکب تو ناپاک ہی ہوتا ہے"۔

علامہ ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ 'دین حق اور علمائے ربانی' میں فرماتے ہیں:

"شرک ایک مستقل دین اور ایک مکمل حکومت ہے، اس کا اور دین اللہ کا کسی ایک جسم یا دل و دماغ یا خطہ زمین پر ایک ساتھ قائم ہونا ناممکن ہے، یہ غیر الٰہی دین جسم و نفس، اور جسم و نفس سے خارج اتنی ہی جگہ گھیرتا ہے جتنی دین اللہ کو کم سے کم درکار ہے"۔[10]

اسی صفحہ پر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:

"اس لیے جب تک زمین سے شرک کی تمام جڑیں اور اس کی باریک سے باریک رگیں بھی اکھاڑ نہ دی جائیں اس وقت تک دین اللہ کا پودا لگ نہیں سکتا۔ اس لیے کہ یہ پودا کسی ایسی زمین میں جڑ نہیں پکڑتا جس کی مٹی میں کسی اور درخت کی کوئی جڑ ہو، یا کوئی اور تخم ہو۔ اس کی شاخیں اسی وقت آسمان سے باتیں کرتی ہیں اور یہ درخت اسی وقت پھلتا پھولتا ہے جب اس کی جڑ گہری اور مضبوط ہو"۔[11]

اگلے صفحہ پر فرماتے ہیں:

"پس جو لوگ دین اللہ کی فطرت اور اس کے مزاج سے واقف ہوتے ہیں وہ اس کو کسی جگہ پر قائم کرنے کے لیے زمین کو پورے طور پر صاف اور ہموار کرتے ہیں، وہ شرک اور جاہلیت کی رگیں چن چن کر نکالتے ہیں اور ان کا ایک ایک بیج بُن اکھاڑ کر پھینکتے ہیں اور مٹی کو بالکل الٹ پلٹ دیتے ہیں... چاہے انھیں اس کام میں کتنی ہی دیر لگے اور کیسی ہی زحمت اٹھانی پڑے"۔[12]

آگے کفر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کفر: یعنی اللہ کے دین اور اس کی شریعت کا انکار، یہ انکار اس کی حکومت سے بغاوت، اور اس کے احکام سے سرتابی خواہ کسی طریقے اور علامات سے ظاہر ہو۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی حکم کو بھی... یہ جان لینے کے بعد کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے... نہیں مانتے، یا زبان سے انکار نہیں کرتے مگر جان بوجھ کر اس

[9] إعلاء السنن مع تعليق المفتي تقي العثماني؛ باب نصب المجانيق، ص: 3944 ،إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي

[10] دینِ حق اور علمائے ربانی، ص ۱۶

[11] ایضاً، ص ۱۶

[12] ایضاً، ص ۱۷

کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ خواہ دوسرے احکام کی پابندی کرتے ہوں، اس دائرہ (کفر) سے خارج نہیں۔ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَٰبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَٰمَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾[البقرۃ:۸۵]

'کتابِ الٰہی کے ایک حصہ کو مانتے ہو دوسرے حصے کو نہیں مانتے، تو اس کی کیا سزا ہے جو تم میں سے یہ کام کرتا ہے، سوائے دنیا کی زندگی میں رسوائی کے، اور قیامت کے دن وہ پہنچائے جائیں سخت سے سخت عذاب میں، اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں'۔

صرف اللہ کی خداوندی اور حاکمیت کے اقرار سے طبعی طور پر خداوندی اور حاکمیت کے دعویداروں کی خداوندی اور حاکمیت کا انکار ہو جاتا ہے۔ لیکن جو اشخاص خداوندانِ باطل کی خداوندی اور حاکمیت کا صاف صاف انکار کرنے پر تیار نہیں ہوتے، یا دوسرے الفاظ میں انھوں نے اس قبلے کی طرف منہ تو کر لیا ہے لیکن دوسرے قبلوں کے طرف ان سے پیٹھ بھی نہیں کی جاتی، دینِ الٰہی کے مقابلے میں جو نظامِ حاکمیت قائم اور شریعت الٰہی کے مقابلے میں جو قوانین نافذ ہیں، ان سے منحرف نہیں ہو جاتا، وہ کبھی کبھی ان پر بھی عمل کر لیتے ہیں اور بوقتِ ضرورت ان پر عمل کر لیتے ہیں، وہ درحقیقت اسلام میں داخل نہیں ہوئے، ایمان باللہ کے لیے کفر بالطاغوت ضروری ہے۔''

آگے فرماتے ہیں:

''اس لیے قرآن نے ایسے اشخاص کا دعویٰ ایمان تسلیم نہیں کیا جو غیر الٰہی قوانین، ان کے نمائندوں اور ان کے مرکزوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور انھیں اپنا حکم اور ثالث مانتے ہیں۔

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَٰنُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَٰلًا بَعِيدًا﴾[النساء:۶۰]

'تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا، جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لائے جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا، چاہتے ہیں کہ مقدمہ لے جائیں سرکش کی طرف حالانکہ انھیں حکم ہو چکا ہے کہ اس کا انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں بہکا کر دور لے جائے''۔

مفتی مختار الدین شاہ صاحب اپنی کتاب 'اسلامی عقائد و نظریات' میں صفحہ ۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

**''مخالف قوانین اور غیر اللہ کی بندگی سے بیزاری:**

اس عظیم کلمہ میں اس بات کا عہد وپیمان اور اقرار بھی موجود ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی نہیں کریں گے اور جو قانون اور جو حکم اور بات اللہ تعالیٰ کے قانون اور حکم کے خلاف ہو یا اس کے رسول ﷺ کے ثابت شدہ طریقے سے متصادم ہو، اس کا انکار کریں گے''۔

صفحہ ۱۲ پر سورۂ نساء کی آیت ۶۰ کے ترجمہ میں بین القوسین فرماتے ہیں:

''کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے لیے لازم ہے کہ طاغوت کا انکار کیا جائے اور بغیر اس کے انکار کے نہ ایمان معتبر ہے اور نہ خالص بندگی ممکن ہے لیکن یہ کمزور اور ڈانواں ڈول لوگ ان دونوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ ایک شیطانی چال ہے۔''

اس کے بعد اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

''ان آیتوں سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے لیے لازمی ہے کہ طاغوت یعنی دینِ اسلام کے خلاف قوانین کا انکار کیا جائے''۔

## خلاصہ إلا الذین أمنوا

﴿إلا الذين امنوا﴾ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پر ایمان وہی معتبر ہو گا جس میں اللہ کے غیر سے برأت و انکار ہو گا، اس کے بغیر ایمان معتبر نہیں۔ چنانچہ اس خسارے سے وہ انسان بچ سکتا ہے جو اللہ کے علاوہ دورِ حاضر کے تمام معبودوں کا انکار کرے، اسلام کے علاوہ ہر دین و نظام کا انکار کرے، ان تمام قوتوں، طاقتوں اور اداروں سے برأت کرے جنھیں حرام و حلال اور تشریع (قانون سازی) کا حق دیا گیا ہے اور جو نظام محمد ﷺ کو دے کر بھیجا گیا، صرف اسی پر ایمان رکھے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

القاعدہ امتِ مسلمہ کے جہادی لشکروں میں سے ایک لشکر ہے

اور ساتھ ہی ایک دعوت، تحریک اور نظریے کا نام ہے

اس دعوت وتحریک سے متعارف ہونے کے لیے ان کتب کا مطالعہ کیجیے:

**الطريق إلى**
**نيروبي ودار السلام**
الشيخ أبو محمد المصري

**شذرات من تاريخ القاعدة**
الشيخ خبيب السوداني

**عمليات 11 سبتمبر**
**بين الحقيقة والتشكيك**
الشيخ أبو محمد المصري

**ایسے ہوتے ہیں اسلام کے راہنما**
حافظ صہیب غوری

**فرسان تحت راية النبي ﷺ**
الشيخ ايمن الظواهري

# اخباری
# کالموں کا جائزہ

شاہین صدیقی

[اس تحریر میں مختلف موضوعات پر کالم نگاروں کی آراء پیش کی جاتی ہیں۔ ان آراء اور کالم نگاروں کے تمام افکار و آراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)]

اس شمارے کے کالموں کے جائزے میں درج ذیل موضوعات شامل ہیں:

ا۔ پاکستان

- بجٹ ۲۰۲۴ء
- اظہارِ رائے پر قدغن اور ریاستی اداروں کا بحران
- سیو غزہ مہم

۲۔ بھارت

- الیکشن ۲۰۲۴ء
- الیکشن کے بعد کے حالات

۳۔ فلسطین

- مظالم کے نو ماہ
- فلسطین کی نسل نو نشانے پر
- نصیرت کیمپ پر حملہ
- غزہ کے حوالے سے عرب ممالک سے خفیہ ساز باز
- اختتامیہ

## پاکستان

### بجٹ ۲۰۲۴ء

اس وقت جبکہ پاکستان کے سیاسی و معاشی حالات دگرگوں ہیں اور پاکستان مجموعی طور پر اپنے بدترین دور سے گزر رہا ہے، ایسے میں شہباز شریف کی حکومت نے سال ۲۰۲۴-۲۵ء کا بجٹ پیش کیا جس کا حجم ۱۸۸ کھرب ۷۵ ارب روپے ہے۔ یہ بجٹ جہاں حکمرانوں اور ''مقتدر'' طبقے کی عیاشیوں کے لیے مراعات لایا ہے، جس کے تحت وزیر اعظم ہاؤس کا خرچہ تیس فیصد بڑھا دیا گیا، قومی اسمبلی اور سینیٹ کا بجٹ تیس فیصد بڑھا دیا گیا، ۷۵ ارب روپے اراکین پارلیمنٹ کے لیے مختص کیے گئے، سرکاری ملازموں کی ۲۵ فیصد تک تنخواہیں بڑھا دی گئیں، جبکہ نان فائلر یا دوسرے الفاظ میں عوام کی کثیر تعداد کے سر پر مزید ٹیکسوں کا اضافہ کر کے ان کے لیے دال روٹی اور بنیادی سہولیات کے حصول کو مشکل بنا کر ان کی کمر توڑی گئی ہے۔ بجلی اور گیس کے بلوں میں بے تحاشہ اضافہ جس کا اثر براہ راست مڈل کلاس اور غریب طبقے پر پڑ رہا ہے جبکہ وی وی آئی پی کو پانچ ہزار یونٹ بجلی فری، دو ہزار یونٹ گیس فری، پٹرول مفت اور گاڑیاں مفت۔

دوسری طرف خود وزیر اعظم نے اس بات کو قومی اسمبلی میں تسلیم کیا کہ یہ بجٹ 'آئی ایم ایف کے ساتھ مل کر بنایا گیا ہے' (گویا آئی ایم ایف کی خواہشات کے عین مطابق بنایا گیا ہے)، جس میں قرضوں کی سودی ادائیگیوں کے لیے ۹۷ کھرب ۷۵ ارب روپے مختص کر دیے گئے ہیں، جو ہمارے بجٹ کا اکاون (۵۱) فیصد بنتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ کے لیے مختص کر دیے گئے ہیں۔

ملکی معیشت اس قدر تباہ حال ہے کہ وزیر اعظم اور آرمی چیف ہاتھوں میں کشکول لیے کتنے ہی ملکوں کا دورہ کر چکے ہیں کہ دوسرے ملک پاکستان میں آکر سرمایہ کاری کریں، لیکن کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ پاکستانی معیشت حکمرانوں کی لوٹ مار، کرپشن اور آئی ایم ایف کے قرض کی زنجیروں میں اس طرح جکڑی ہوئی ہے کہ آزادانہ فیصلے بھی نہیں کر سکتی، اور پوری طرح آئی ایم ایف کے رحم و کرم پر ہے۔ ایسے میں ترقی اور خود مختاری کے نعرے صرف دل بہلانے کو لگائے جا رہے ہیں۔

روزنامہ دنیا میں کالم نگار بابر اعوان نے لکھا:

#### یہ وطن تمہارا ہے؟...... | بابر اعوان

''اس وقت پاکستانی معیشت گردن تک اور پاکستان کے پچیس کروڑ عوام ناک تک قرض کی دلدل میں ڈوب چکے ہیں۔ آئی ایم ایف کا قرض، ورلڈ بینک کا قرض، ایشین ڈویلپمنٹ بینک کا قرض، تاج برطانیہ کا قرض، شاہ سعودیہ کا قرض، متحدہ عرب امارات کے امیر کا قرض، چین کا قرض، بیرونی قرض، اندرونی بینکوں کا قرض۔ قرض، قرض، قرض اور مقروض۔ اس کے باوجود ہمارے لیڈروں کی ہمت ہے کہ وہ نت نئی زبانوں میں خوشامد کا فن سیکھ کر مختلف براعظموں کے لیڈروں سے قرض کی بھیک مانگیں۔ قرض کے اس مرض میں مبتلا بین الاقوامی بھکاری بہت جلد بنگالی، سنسکرت، پشتو اور دری زبان بھی سیکھیں گے۔ تاکہ بنگلہ دیش، بھارت اور افغانستان سے قرض مانگا جائے۔ اس سے بھی زیادہ ہمت یا بے شرمی کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم نے کشکول توڑ دیا۔ ۷۶ سال بعد جس ملک کا نظام اور اس کے منیجرز انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (آئی

ایم ایف) کے دروازے کے سامنے قطار لگا کر بھیک میں بیل آؤٹ پیکج مانگتے ہیں وہ قوم کو اس سوال کا جواب ضرور دیں کہ جب ان کے اپنے مال منال، بینک اکاؤنٹس، انوسٹمنٹس اور کاروباری مفادات عرب وعجم کے ملکوں میں ہیں اور پاکستان کے کرپٹ مافیہ کو ساری دنیا جانتی اور اچھی طرح پہچانتی بھی ہے، ایسے میں کون سی حکومت ہے جو اس بات کا رسک لے گی کہ جس ملک کے کرسی نشین اپنے ہی ملک میں باہر سے اپنی انوسٹمنٹ نہیں لانا چاہتے، وہ آکر ایسی اکانومی میں انوسٹمنٹ کرے؟ جہاں کے بڑے اپنے ملک میں انوسٹمنٹ کرنے سے ڈرتے ہیں۔"

[روزنامہ دنیا]

## پاکستان | اظہارِ رائے پر قدغن اور ریاستی اداروں کا بحران

پاکستان اس وقت ایک انتہا درجے کے آمرانہ اور ظالمانہ نظام میں جکڑا ہوا ہے جس میں آزادی اظہار رائے پر یا پھر دوسرے الفاظ میں حق بات کہنے پر پابندی ہے۔ صرف اسٹیبلشمنٹ اور حکمرانوں کی خوشامد اور ان کے ہر فیصلے کو حق کہنے کی آزادی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو حقیقت میں پاکستان کے حالات ہیں، اب الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں نظر نہیں آتے۔ اخبارات کے کالم ٹٹولے جائیں تو حقیقی مسائل پر کہیں بات نہیں ہوتی۔ ایسا لگتا ہے جیسے لکھاریوں کے پاس قلم اٹھانے کے لیے موضوع ختم ہو گئے ہیں۔ دوسری طرف سوشل میڈیا پر حقیقی مسائل پر اٹھنے والی چند آوازیں تو موجود ہیں لیکن یہ آوازیں بھی انتہائی غیر اخلاقی، بدتہذیب لبرلز اور دین بیزار طبقے کی گالم گلوچ اور بے مقصد بحث ومباحثے میں دب کر رہ جاتی ہیں۔ اس طرح من حیث القوم ہم شدید اخلاقی زوال کی طرف تیزی سے گر رہے ہیں۔

جمہوری نظام کی علامت قومی اسمبلی اور سینیٹ میں وہی ٹولہ نظر آتا ہے جو دہائیوں سے صرف ملکی دولت لوٹنے بر سر اقتدار آتا ہے۔ انتظامیہ اوپر سے لے کر نیچے تک کرپٹ افسران سے بھری پڑی ہے۔ رہ گئی عدلیہ جہاں ایک عام آدمی کو انصاف نہیں مل سکتا اور وہاں خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے دھونس، دھمکی اور بلیک میلنگ کر کے اہم فیصلوں کو اپنے مطابق کروایا جاتا ہے۔ جس ملک میں منصف کو ہی انصاف نہ ملے وہاں عام آدمی کو کیسے انصاف کی توقع ہو؟

حکمرانوں کے خلاف بولتی ہر زبان کو خاموش کروانے کے لیے نت نئے قوانین پاس کروائے جا رہے ہیں۔ جن میں حالیہ پاس ہونے والا ہتکِ عزت کا قانون ہے، تاکہ حکمران ٹولہ جو بھی کرے ان پر تنقید کرنے والا کوئی نہ ہو۔

ذیل میں اسی متعلق کالموں سے چند اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں

### ریاست، ادارے اور بحران | نسیم شاہد

"......جب کسی ریاست کا بحران عروج پر ہوتا ہے تو اس ریاست کے ادارے ایک دوسرے سے الجھ پڑتے ہیں اور سماج کے مختلف طبقات ایک دوسرے کا گریبان پکڑ لیتے ہیں۔...... اس بات کے تناظر میں آج کے پاکستان کو دیکھا جائے تو لگتا ہے یہاں بھی بحران عروج پر ہے۔ ریاست کے ادارے ایک دوسرے سے الجھے ہوئے ہیں اور طبقات کے درمیان ایک واضح محاذ آرائی جاری ہے۔ المیہ یہ ہے کہ اسے کوئی روکنے والا بھی نہیں۔ سپریم کورٹ میں جب نیب آرڈیننس کے حوالے سے سماعت ہو رہی تھی تو وزیر اعظم شہباز شریف کا یہ جملہ بھی زیر بحث آیا کہ بعض جج کالی بھیڑوں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ جسٹس اطہر من اللہ کے ریمارکس تھے، ہم کالی بھیڑیں نہیں بلکہ کالے بھونڈ ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کالی شہد کی مکھی خود سے نہیں کاٹتی البتہ اسے چھیڑا جائے تو حملہ کر دیتی ہے۔ اس سے پہلے اسی عدلیہ نے چھ ججوں نے ایک خط لکھ کر یہ الزام بھی لگایا کہ اداروں اور خفیہ ایجنسیوں کی طرف سے ان کے اختیارات میں مداخلت ہو رہی ہے، یہاں تک بھی کہا گیا کہ دھمکیاں مل رہی ہیں اور فیصلوں سے روکا جا رہا ہے، گویا اس وقت عدلیہ انتظامیہ اور اسٹیبلشمنٹ ایک پیج پر نہیں بلکہ معاملہ سنگینی کی طرف جا رہا ہے۔ یہ ریاست کا ایک بڑا بحران ہے۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک دوسرے کی حدود کو تسلیم نہیں کیا جا رہا اور من مانی کی جا رہی ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے بہت عجیب لگتا ہے کہ ہم ایک متفقہ آئین رکھتے ہیں جس میں ہر ادارے کی حدود وقیود کا تعین کر دیا گیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آئین میں عدلیہ، مقننہ اور انتظامیہ کا ذکر ہے، اسٹیبلشمنٹ کا کہیں ذکر نہیں جو اب ایک بڑا ہوّا بن کر سامنے آچکی ہے۔ بظاہر یوں لگتا ہے کہ آئین بنانے والوں کے نزدیک انتظامیہ میں اسٹیبلشمنٹ بھی شامل تھی لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ اسٹیبلشمنٹ کا واضح طور پر اپنا وجود ہے اور اس کے اختیارات بھی یوں نظر آتا ہے کہ سب سے زیادہ ہیں۔"

[روزنامہ پاکستان]

### میڈیا مخالف قوانین کی بھرمار | مظہر عباس

"لگتا ہے 'فائر وال' کے ذریعے میڈیا کو دیوار میں چننے کی تیاری مکمل ہے۔ اب پتہ نہیں ٹارگٹ میڈیا ہے یا 'ڈیجیٹل پی ٹی آئی'۔ ہر دو صورتوں میں نقصان مسلم لیگ نون اور موجودہ حکومت کا ہوگا، جو میڈیا مخالف قوانین لانے میں نئے ریکارڈ قائم کر رہی ہے۔

یہاں صحافی مارے جا رہے ہیں، میڈیا زیر عتاب ہے، سنسر شپ ہے، ٹارگٹ صرف میڈیا ہے۔ میڈیا میں 'ہتکِ عزت' کے قانون کو جو ۲۰۰۲ء میں لایا گیا تھا چند تحقیقات کے بعد مان لیتا ہوں مگر اس وقت بھی کہا اور آج بھی کہتا ہوں کہ حکومتوں کی نیتوں کا فتور دکھائی دیتا ہے۔ آپ بہتر نہیں کرنا چاہتے، ٹارگٹ کرنا چاہتے ہیں مخالفین کو، میڈیا پر جب بھی سنسر شپ لگتی ہے تو سمجھ لیں میڈیا کچھ تو اچھا کام کر رہا ہے۔

اگر صحافی شہید ہو رہے ہیں، لاپتہ ہو رہے ہیں، انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے تو یہ جان لیں کہ میڈیا اچھا کام کر رہا ہے۔ ۱۸۵۷ء سے لے کر آج تک صحافت کو قابو کرنے کے لیے کالے قوانین لائے گئے، کل یہ کام انگریز کر رہا تھا، آج کالے انگریز اور ان کے غلام۔

......یاد رکھیں پابندیاں یا سختیاں کبھی مسئلے کا حل نہیں پیش کرتیں، یہ آمرانہ سوچ ہے۔ جب سوشل میڈیا نہیں تھا، سنسر شپ تو تب بھی تھی، پرنٹ کا زمانہ ہو یا الیکٹرانک میڈیا کا، سنسر شپ کا تعلق کسی نئے میڈیم سے نہیں بلکہ اظہارِ رائے کے خوف سے ہے۔ یہ جو 'ڈیجیٹل جن' اب بوتل میں جانے کو تیار نہیں، بہتر ہے اسے خطرہ نہیں چیلنج کے طور پر لیں۔"

[روزنامہ جنگ]

### ہم کہاں کھڑے ہیں؟ | حامد میر

"ہتکِ عزت کا قانون پاکستان کے عام آدمی کا مسئلہ نہیں ہے، اس قسم کے قوانین کا مقصد صرف اور صرف صحافیوں کا بازو مروڑنا ہے اور ان کے ہاتھ میں زنجیریں پہنانا ہے۔ پیکا قانون کے تحت عمران خان کے خلاف تو انکوائری بھی ہو سکتی ہے اور ان کے خلاف غداری کا مقدمہ بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن میرے جیسا کوئی صحافی اس پیکا قانون کے تحت ایف آئی اے کو درخواست دے تو معاملہ آگے نہیں بڑھتا۔ شکر ہے ہم عوام میں شامل ہیں خواص میں نہیں ہیں۔ کیونکہ پیکا قانون بھی عوام کے لیے نہیں خواص کے لیے بنایا گیا ہے۔ اب ہتکِ عزت کا قانون بھی عوام کے لیے نہیں خاص لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے۔

ہتکِ عزت کا قانون جس عجلت میں منظور ہوا اور جس پراسرار انداز میں قائم مقام گورنر نے اس پر دستخط کیے اس سے واضح ہے کہ آنے والے دنوں میں اس قانون کو صحافیوں اور مسلم لیگ نون کے مخالفین کے خلاف استعمال کیا جائے گا۔ کل کو اگر تحریک انصاف دوبارہ حکومت میں آگئی تو وہ بھی آزادئ صحافت کے خلاف نت نئے قوانین بنائے گی اور پھر مسلم لیگ نون آزادئ صحافت کی علم بردار بننے کی کوشش کرے گی۔ ہم تو وہیں کھڑے رہیں گے جہاں پہلے سے کھڑے ہیں لیکن اب ہمیں پاور پالیٹکس کرنے والے سیاست دانوں کے بارے میں اپنا رویہ تبدیل کرنا چاہیے اور ان کی منافقت کا پردہ چاک کرنا چاہیے۔"

[روزنامہ جنگ]

## پاکستان | سیو غزہ مہم

ویسے تو ۱۸ اکتوبر سے غزہ میں جاری اسرائیلی جارحیت اور ظلم و استبداد کے خلاف پوری دنیا کی طرح پاکستان میں بھی مظاہرے اور جلسے جلوس نکالے گئے اور احتجاج بھی ہوئے لیکن کوئی بھی قابل ذکر نہیں رہا۔ البتہ سابق سینیٹر مشتاق احمد کی شروع کردہ 'سیو غزہ مہم' ضرور قابل ذکر ہے جس کے تحت رفح پر اسرائیلی حملے کو رکوانے کے لیے حکمرانوں پر دباؤ ڈالنے اور پاکستانی قوم کو فلسطین کے حوالے سے بیدار کرنے کے لیے اسلام آباد ڈی چوک پر دھرنا شروع کیا جو ایک ماہ سے زائد عرصے تک جاری رہا۔ اس دوران حکومت کی طرف سے دھرنے کے شرکاء پر تشدد کیا گیا، ان کے خلاف مختلف مقدمات میں ایف آئی آر کاٹی گئی، یہاں تک کہ ۱۹ مئی کو آدھی رات کے وقت جب دھرنے کے شرکاء سو رہے تھے، ایک 'نامعلوم' شخص نے شرکاء کو اپنی گاڑی تلے روند دیا، جس کے نتیجے میں دو شرکاء شہید جبکہ تین شدید زخمی ہو گئے۔ اور یہ سب کچھ وہاں موجود پولیس اہلکاروں کے سامنے ہوا جو اس وقت ڈیوٹی پر تھے۔ ان پولیس والوں نے نہ تو اس شرپسند کو روکا، نہ ہی کسی قسم کی مزاحمت کی، جبکہ دھرنے کے شرکاء تڑپتے رہے اور شور مچاتے رہے۔ اگلے دن موبائل سے بنائی گئی ویڈیوز سے ظاہر ہوا کہ وہ آئی ایس آئی کی گاڑی نکلی اور حملہ کرنے والا آن ڈیوٹی اہلکار اور کسی جنرل یا بریگیڈئر کا بیٹا نکلا، لیکن اس کی شناخت چھپالی گئی۔ اپنے شہداء کی ایف آئی آر درج کروانے کے لیے کئی دن تک دھرنے کے شرکاء نے تھانے کے چکر لگائے لیکن انہیں یہ کہہ کر منع کر دیا گیا کہ مقدمہ ملٹری کورٹ میں درج کیا گیا ہے۔ دھرنے کے شرکاء نے جس طرح دن رات ایک کر کے غزہ کے مظلوم مسلمانوں کے لیے آواز اٹھائی وہ قابل قدر ہے لیکن ان کی تمام کوششیں بارآور نہ ہو سکیں کیونکہ حکومت ان کے پانچ نکاتی مطالبات ماننے کو تیار نہ تھیں۔ ان پانچ سادہ سے مطالبات میں وزیر اعظم کی طرف سے حماس کے رہنما اسماعیل ہنیہ کو جوابی خط لکھ کر پاکستان کی حمایت کا یقین دلانا، غزہ کے لیے پاکستانی امداد سے لدہ بحری بیڑہ (فلوٹیلا) روانہ کیا جائے، بین الاقوامی عدالت انصاف میں اسرائیلی نسل کشی کے خلاف جنوبی افریقہ کی طرف سے پاکستان فریق بنے، دھرنے میں گاڑی چڑھانے والے شخص کو قانون کے تحت سخت ترین سزا دی جائے اور لواحقین کو انصاف فراہم کیا جائے۔

یوں تو حکومت پاکستان فلسطین خصوصاً غزہ کے مسلمانوں کے لیے کسی بھی قسم کا اقدام اٹھانے سے انکاری ہے، لیکن اچانک بائیس جون کو وزیر داخلہ محسن نقوی نے دھرنے کے شرکاء سے ملاقات کر کے ان کے تمام مطالبات مان لیے اور دھرنا ختم کروا دیا اور اس کے فوراً بعد ہی حکومت نے نئے آپریشن 'عزمِ استحکام' کا اعلان کر دیا۔ یہ نئے آپریشن کے خلاف عوامی ردّ عمل کا سدباب کرنے کی ایک چال تھی، اسی لیے اتنے دن گزر جانے کے باوجود حکومت نے مطالبات پر نہ عمل کرنا تھا نہ کیا۔ سیو غزہ مہم اب بھی جاری ہے لیکن ان کی ساری کوششیں نقار خانے میں طوطی کی آواز کی مصداق ہیں۔

اس حوالے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

### سیو غزہ مہم کے مطالبات کیا ہیں؟ | غزالہ عزیز

"پاکستان میں عوام کے دل فلسطین کے لیے تڑپ رہے ہیں لیکن حکومتی سطح پر غزہ کے لیے کوئی تڑپ نظر نہیں آتی۔ سیو غزہ مہم سینیٹر مشتاق احمد اور ان کی اہلیہ بھرپور قوت کے ساتھ چلا رہیں ہیں۔ حکومت بجائے ان کے ساتھ کھڑے ہونے کے ان خلاف اقدامات میں مصروف

ہے۔ حمیرہ مشتاق اور مشتاق احمد صاحب کے خلاف دس پندرہ ایف آئی آر کاٹی جاچکی ہیں، ان کو گرفتار بھی کیا گیا پھر عدالتی حکم پر ضمانت پر رہا کیا گیا۔ دھرنے کے لوگوں پر حکومتی اداروں کے حاضر سروس نے گاڑی چڑھادی۔ مشتاق احمد نشانہ ہو سکتے تھے، لیکن زندگی تھی بچ گئے۔ دو معصوم کارکن شہید کر دیے گئے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ غزہ کے معصوم عوام کے لیے چلائی گئی اس مہم میں حکومت منتظمین کے ساتھ کچھ نہ کچھ تو تعاون کرتی۔ لیکن حکومت تعاون کی بجائے انتہائی سخت رویہ رکھے ہوئے ہے۔ حکومت کا یہ سخت رویہ بتاتا ہے کہ ہماری حکومت امریکہ کو خوش کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہے۔‘‘

[روزنامہ جسارت]

مظاہرے، دھرنے اور احتجاج: یہ راستہ درست ہے یا غلط، اس کا کوئی فائدہ ہے یا نہیں، یہ جہاد مخالف طریقہ کار ہے یا جہاد کا معاون بھی ہو سکتا ہے، یہ سوال ہمیشہ بحث و اختلافات کا موضوع رہے ہیں۔ ضروری ہے کہ اس موضوع پر عادلانہ رائے اختیار کی جائے۔

کچھ عرصہ قبل القاعدہ برصغیر کی جانب سے اسی دھرنے کے حوالے سے ایک بیان جاری کیا گیا۔ اس حوالے سے درست رائے سمجھنے کے لیے ذیل میں اس بیان سے ایک اقتباس نقل کیا جارہا ہے:

### اسلام آباد دھرنے میں ’صہیونی‘ فورسز کی جارحیت کی بابت | القاعدہ برصغیر

’’بے شک اسلام و مسلمانوں کے دفاع کا شرعی و عقلی طریقہ جہاد فی سبیل اللہ ہے، خاص کر مقدسات، اسلامی سرزمینوں کا دفاع، اہلِ اسلام و مظلومین کی نصرت اور اس سب میں سرِ فہرست قبلۂ اول مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کا حقیقی راستہ جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے، اور یہ جہاد آج امتِ مسلمہ کے ہر ہر فرد پر فرضِ عین ہے، جو اس جہاد بمعنیٰ قتال فی سبیل اللہ میں عملی شرکت کی راہ و استطاعت نہ پاتا ہو تو جہاد و مجاہدین کی اپنے اموال سے نصرت، دعوت و بیان، قلم و تحریر، کفار خاص کر صہیونیوں کا معاشی بائیکاٹ اور اگر اس سب کی استطاعت بھی نہ ہو تو مظاہرے اور دھرنے، الغرض ہر ایسا قدم جو میدان میں ڈٹے دفاعِ اسلام و اہلِ اسلام کی جنگ لڑتے مجاہدین فی سبیل اللہ کو قوت پہنچانے کا سبب ہو...... یہ امور امت کے ہر ہر فرد پر بقدرِ استطاعت لازمی ہیں۔

مظاہروں اور دھرنوں کا اصل مقام دنیا بھر میں امریکی سفارت خانے اور قونصل خانے ہیں۔ مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کا راستہ تل ابیب نہیں واشنگٹن سے ہو کر گزرتا ہے۔ یوں دنیا بھر میں اسلامی تحریکات کے قائدین سے ہماری گزارش ہے کہ

- وہ اپنے کارکنان میں یہ شعور عام کریں کہ بازیابیٔ قدس کا اصلی طریقہ عالمی طاغوتی نظام کے سرغنہ یعنی امریکہ کو گرانا ہے۔
- اپنی ایک عالمی کونسل تشکیل دیں اور پھر اپنے کارکنان کو عالمی سطح پر منظم و فعال کریں اور ایک ہی نعرے، ایک ہی شعار، ایک ہی انداز اور دنیا بھر میں ایک ہی مقام (انقرہ تا جکارتہ، ڈھاکہ تا اسلام آباد، قاہرہ تا خرطوم، لندن تا پیرس) یعنی ’امریکی سفارت خانوں اور قونصل خانوں‘ کا گھیراؤ کریں اور وہاں دھرنا دیں جس کے نتیجے میں امتِ مسلمہ کے اندر وہ بیداری پیدا ہو سکے جو صہیونی امریکہ اور اس کے نیو ورلڈ آرڈر کے خلاف دشمنی اور جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ و شعور اجاگر کرنے میں مدد و معاون ہو، اس لیے کہ فراعنۂ وقت حقیقت میں ظلم و عدوان سے تبھی باز آتے ہیں جب ان کی گردنوں کے سریے کو لوہے کی تلواروں سے توڑا جائے اور ان کو سمندر برد کر دیا جائے۔‘‘

[ادارہ السحاب برصغیر]

## بھارت | الیکشن ۲۰۲۴ء

۴ جون ۲۰۲۴ء کو انڈیا میں لوک سبھا چناؤ (قومی اسمبلی الیکشن) کا نتیجہ آیا اور حسب توقع تیسری بار نریندر مودی نے وزیر اعظم کا عہدہ سنبھال لیا۔ لیکن اس مرتبہ مودی کا نعرہ ’اب کی بار چار سو پار‘ اپنی موت آپ مر گیا، اور مودی کی جماعت بی جے پی کو اتنے بھی ووٹ نہ ملے کہ سادہ اکثریت سے وزیر اعظم بن سکے بلکہ اتحادیوں (این ڈی اے) کے ساتھ مل کر بی جے پی نے حکومت بنائی۔ انڈیا کے مسلمان اور سیکولر کانگریس اگرچہ الیکشن نہ جیت سکی لیکن مودی کو مکمل کامیاب نہیں ہونے دیا۔ اس طرح کانگریس اور مسلمان ہار کر بھی خوشیاں مناتے رہے اور مودی کا جیت کر بھی منہ لٹکا رہا۔

عددی اعتبار سے انڈیا کی لوک سبھا (قومی اسمبلی) میں حکومت بنانے کے لیے ۲۷۲ سیٹوں کی سادہ اکثریت کی ضرورت تھی، اگرچہ بی جے پی خواب تو چار سو سے زیادہ سیٹوں کے دیکھ رہی تھی لیکن وہ صرف دو سو چالیس نشستیں ہی لے پائی جس کی وجہ سے بی جے پی نے ’تلگو دیشم‘ نامی پارٹی کے ’چندرا بابو نائیڈو‘ اور ’نتیش کمار‘ کے ساتھ مل کر حکومت بنائی اور اس وقت کانگریس کے بنائے ہوئے ’انڈیا‘ (INDIA) نامی اتحاد، جسے مسلمانوں نے بھی ووٹ دیا، مضبوط اپوزیشن میں ہے۔ خاص کر کے اتر پردیش میں، جہاں بابری مسجد کی جگہ مودی نے ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اپنے ساتھ ملانے کے لیے رام مندر بھی بنوایا، وہاں کی ۸۰ میں سے صرف ۳۳ نشستیں حاصل کر کے بی جے پی بہت بری طرح ناکام ہوئی۔ ایسے میں انڈیا کو ہندو راشٹر بنانے کے مودی اور سنگھ پریوار کے خواب کو ایک جھٹکا ضرور لگا ہے۔ لیکن کیا مودی کی کمزور حکومت سے انڈیا کے مسلمانوں کو کوئی اچھی امید رکھنی چاہیے؟ اس بارے میں وہاں کے صحافی کیا امیدیں رکھتے ہیں چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

## کیا بی جے پی وہ کر پائے گی جو کرنا چاہتی ہے؟ | رام پنیانی

”مودی کے پچھلے دس سالہ دور حکمرانی میں اقلیتوں پر مختلف بہانوں سے مظالم ڈھائے گئے۔ حکومتوں کی سرپرستی میں مسلم نوجوانوں کو ہجومی تشدد کے ذریعے قتل کیا گیا۔ قاتلوں اور حملہ آوروں کے خلاف کاروائی کی بجائے انہیں اعزازات سے نوازا گیا۔ اقلیتوں کے ساتھ تعصب اور جانب داری کا بدترین مظاہرہ کیا گیا۔ چونکہ اب مودی اور بی جے پی کو اکثریت حاصل نہ ہو سکی، اس لیے وہ ’چندرا بابو نائیڈو‘ اور ’نتیش کمار‘ کی بیساکھیوں کے سہارے حکومت بنائے ہیں۔ ایسے میں شرپسندوں کے ہاتھوں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کو ستائے جانے، ڈرائے دھمکائے جانے اور قتل کیے جانے کے واقعات کو کم کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ فرقہ پرستی اور فرقہ پرستوں کے گندے عزائم ہمارے سسٹم میں بری طرح پیوست ہو گئے ہیں۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ’نتیش کمار‘ اور ’چندرا بابو نائیڈو‘ جیسے اتحادی اس پھیلے ہوئے مسلم مخالف تشدد کے خلاف آواز اٹھا پائیں گے یا نہیں؟ یہ دیکھنا باقی ہے۔ یہ بھی دیکھنا ہے کہ مودی اور بی جے پی کے زورِ بازو کے ہتھکنڈوں کے خلاف یہ دونوں کتنے کارآمد ہو سکتے ہیں، یہ تو وقت ہی بتائے گا۔ ہندوتوا تحریک کی طرف سے پھیلائی گئی نفرت اس قدر معاشرے میں سرائیت کر گئی ہے کہ اسے کم کرنا شاید آسان نہ ہو۔ ہاں اس بات کا امکان ہے کہ ہندوستانی سیاست کے تیسرے ستون ’یونیفارم سول کوڈ‘ کو ٹال دیا جائے گا۔ دوسری طرف شہریت ترمیمی قانون ہے، جو مسلمانوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے امتیازی سلوک کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ قانون مسلمانوں پر ایک ننگی تلوار کی طرح لٹک رہا ہے۔ اب وقت ہی بتائے گا کہ بی جے پی اس پر عمل درآمد کرنے کے لیے کتنا دباؤ ڈالے گی۔ امید ہے کہ بی جے پی اس پر زیادہ اصرار نہیں کرے گی، جب تک کہ وہ یہ محسوس نہ کرے کہ وہ ’چندرا بابو نائیڈو‘ اور ’نتیش کمار‘ کے باوجود، جو ان معاملات میں زیادہ حکمت عملی رکھتے ہیں، اپنا راستہ روک سکتے ہیں۔ یہاں اس بات کو نوٹ کرنا ضروری ہے کہ وزیر اعظم نریندر مودی اور وزیر داخلہ اَمت شاہ نے بار بار یہی کہا ہے کہ مسلمانوں کو دیے جانے والے تحفظات کو ختم کر دیں گے۔ مودی نے تو انتخابی مہم میں یہاں تک کہہ دیا کہ جب تک وہ زندہ ہے مسلمانوں کو تعلیمی اداروں اور ملازمتوں میں تحفظات دینے کی اجازت نہیں دیں گے۔ لیکن ’چندرا بابو نائیڈو‘ نے ’این ڈی اے‘ کا حصہ رہتے ہوئے ببانگ دہل یہ کہا ہے کہ وہ اور ان کی پارٹی ’تلگو دیشم‘ مسلمانوں کو تحفظات دیے جانے کا سلسلہ جاری رکھے گی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ آندھرا پردیش میں انتخابی مہم کے دوران مودی اور امت شاہ نے مسلم تحفظات ختم کرنے کی بات نہیں کی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ’چندرا بابو نائیڈو‘ این ڈی اے میں کتنا اثر رکھتے ہیں۔......

مسلم مخالف سوچ معاشرے کے ایک بڑے طبقے کے ادراک کا حصہ بن چکی ہے۔ آر ایس ایس اور بی جے پی کے کاموں بلکہ کارستانیوں کو کارناموں کے طور پر نصابی کتب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ ان کے نظریات کے فروغ میں میڈیا بھی اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ یہ لوگ مذہبی خطوط پر عوام کو تقسیم کر کے ان میں پھوٹ ڈال کر اپنا الو سیدھا کر رہے ہیں۔“

[روزنامہ سیاست]

## ’این ڈی اے‘ حکومت جسے دوا سے زیادہ دعا کی ضرورت ہے | ندیم عبد القدیر

”جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کے لیے این ڈی اے کی یہ حکومت ٹھیک ہی ہے۔ اگر آپ غور کیے ہوں تو معلوم ہو گا کہ نتائج کے دن سے ہی لفظ ’ہندو راشٹر‘ پورے منظر نامے سے غائب ہے۔ اس کے علاوہ ’این آر سی‘، ’یکساں سول کوڈ‘، ’گیان واپی مسجد‘، اور ’متھرا عید گاہ مسجد‘ کے معاملات پر بھی ایک خاموشی ہی چھائی ہوئی ہے۔ مسلم ریزرویشن کی مخالفت پر تو بی جے پی کی حالت اور بھی خراب ہے۔ بی جے پی نے پورے الیکشن میں مسلم ریزرویشن کی مخالفت میں اپنی پوری طاقت جھونک دی۔ لیکن اب صورتحال یہ ہے کہ خود اس کے محاذ کی اہم حلیف ’تلگو دیشم‘ اپنی ریاست میں مسلمانوں کو چار فیصد ریزرویشن دینے کا وعدہ کر چکی ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ تلگو دیشم نے اپنی ریاست کے حاجیوں کو ایک لاکھ روپے کی مالی مدد کا اعلان بھی کیا ہے۔ بی جے پی کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اپنی حلیف جماعت کی ان پالیسیوں کی مخالفت کرے۔ لاؤڈ سپیکر سے اذان، سڑکوں پر نماز کے موضوعات بھی سرد خانے کی نظر ہو گئے۔ کیونکہ ’چندرا بابو نائیڈو‘ کا ایک ویڈیو سوشل میڈیا پر بہت وائرل ہو رہا ہے جس میں ’چندرا بابو نائیڈو‘ عید الفطر کی نماز ادا کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں اور یہ نماز مسجد میں نہیں ہو رہی۔ حجاب کے معاملے پر سکوت ہی ہے۔ نتیش کمار بھی مسلمانوں کو ریزرویشن دینے کے حق میں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ریزرویشن کسی کمیونٹی کو خوش کرنے کا عمل نہیں بلکہ سماجی انصاف کا تقاضہ ہے۔ این آر سی کے موضوع پر بھی نتیش کمار راضی نہیں ہیں۔ یعنی ہندو ووٹروں کو رجھانے کے لیے مسلم مخالفت کی سیاست کے اہم موضوعات پر بی جے پی کے پاس اب خاموش رہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ بی جے پی کو اپنے بنیادی مسلم مخالف ایجنڈے کو خیر باد کہنا پڑ رہا ہے۔ ان موضوعات پر اب وہ اگلے پانچ سال تک کوئی اسمبلی الیکشن بھی لڑنے کی حالت میں نہیں ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ قدرے تسکین بخش امر ہے۔“

[روزنامہ اردو ٹائمز]

**بھارت**

## الیکشن کے بعد کے حالات

اسے ہندوستانی مسلمانوں کی سادہ لوحی کہیں یا نادانی کہ سیکولر انڈیا سے اپنے حقوق کے لیے امیدیں باندھے بیٹھے ہیں۔ ویسے تو سیکولر نظریے کی حامی کانگریس نے اپنے دور حکومت میں بھی کبھی مسلمان طبقے کے حقوق اور ان کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی خاطر خواہ اقدام نہیں کیا، لیکن ان سے یہ توقع کرنا کہ وہ اپوزیشن میں بیٹھ کر انتہا پسند ہندوؤں کی مسلمانوں کے خلاف متعصبانہ کاروائیوں کے آگے بند باندھ سکیں گے، محض ایک خام خیالی ہے۔

بی جے پی کے بر سر اقتدار آنے کے فوراً بعد عید الاضحیٰ کے موقع پر ہندوتوادی دوبارہ اپنی غنڈہ گردی پر واپس آ گئے۔ کئی جگہوں پر مسلمانوں کی ماب لنچنگ کی گئی۔ گائے کا گوشت فریزر میں رکھنے کا جھوٹا بہانہ بنا کر دسیوں مسلمانوں کے گھروں پر بلڈوزر چلا کر انہیں مسمار کر دیا گیا۔ کئی جگہ جان بوجھ کر مسلمانوں کو عید الاضحیٰ کی قربانی سے روکنے کے لیے فتنے کھڑے کیے گئے۔ اترپردیش کے علی گڑھ شہر میں ایک مسلمان کو 'چور' کہہ کر شہید کر دیا گیا۔ چھتیس گڑھ میں گائے قربانی کا الزام لگا کر تین مسلمانوں کو ماب لنچنگ میں شہید کر دیا گیا۔ مدھیا پردیش میں ایک درجن مسلمانوں کے گھروں کو بلڈوز کر دیا گیا۔ مدھیا پردیش، چھتیس گڑھ اور اڑیسہ کے علاوہ تلنگانہ کے ضلع میدگ میں قربانی کے جانور کے نام پر دینی مدارس پر حملہ کیا گیا اور کئی لوگوں کو زخمی اور مقامی مسلمانوں کی دکانیں لوٹ لی گئیں۔ یہ سارے واقعات مودی کے نئے دور حکومت کی ابتدا ہیں۔ ان واقعات پر اب مسلمان کیا سوچ رہے ہیں؟ اس حوالے سے ذیل میں چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

## گائے کے بہانے مسلمانوں پر بھیانک حملوں کا سلسلہ | ندیم عبد القدیر

"ظلم کی داستان ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔ ایسا سمجھا جا رہا تھا کہ ۲۰۲۴ء انتخابات کے بعد مخلوط حکومت کی تشکیل کے سبب وطن عزیز میں مسلمانوں کے شب و روز میں راحت کی کرن نمودار ہو گی۔ لیکن حقیقتاً ایسا کچھ نہیں ہوا بلکہ انتخابات کے بعد پہلی عید الاضحیٰ کے موقع پر ہی ملک بھر میں مسلم نوجوانوں کے قتل کی وارداتوں میں اضافہ ہو گیا اور ان میں سے کچھ وارداتیں تو پہلے سے زیادہ ہولناک ہیں۔ مدھیا پردیش کے منڈلہ میں گائے کا گوشت فریج میں رکھنے کے نام پر ہندوانتہا پسند غنڈوں نے نہیں بلکہ خود پولیس نے مسلمانوں کے گیارہ مکانات کو انتہائی ظالمانہ طور پر بلڈوزر سے منہدم کر دیا۔ اس معاملے میں گائے کو ذبح کرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔ گوشت گائے کا ہی ہے اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ گوشت کی جانچ بھی نہیں کی گئی بلکہ جانچ سے پہلے ہی مسلمانوں کے گیارہ مکانات کو مسمار کر دیا گیا۔ کوئی جانچ نہیں کوئی شنوائی نہیں، سیدھے سزا اور وہ بھی محض فریج میں گوشت ملنے پر۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پولیس کی دلچسپی یہ جاننے میں تھی ہی نہیں کہ مذکورہ گوشت گائے کا ہے یا بھینس کا۔ (مدھیا پردیش میں بھینس کے گوشت کی اجازت ہے۔) بلکہ پولیس کی ساری دلچسپی مسلمانوں کے مکانوں کو منہدم کرنے میں تھی۔

...... مسلمانوں پر ہونے والے حملوں میں کسی بھی واقعہ میں گائے نہیں پائی گئی اس کے باوجود مسلمانوں کے مکانات کو منہدم کر دیا گیا، مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا۔ کسی بھی حملے میں حملہ آوروں نے یہ پتہ کرنے کی کوشش نہیں کی کہ جانور گائے ہے یا بھینس، بلکہ کئی حملوں میں یہ معلوم ہو جانے کے بعد بھی کہ جانور بھینس ہے، حملہ آوروں نے کسی طرح کی کوئی رعایت نہیں کی۔ اس سے یہ واضح ہے کہ ان حملوں کا درحقیقت گائے کی عقیدت سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔

یہ حملے صرف اور صرف ہندوانتہا پسندوں میں مسلم خون کی پیاس کا حاصل ہے۔ مسلم دشمنی کا نشہ اور اہل اقتدار کی کرم نوازی کا یقین، ہندوانتہا پسندوں کو مسلمانوں پر حملے کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ ان حملوں کو روکنے کا کام حکومت اور پولیس کا ہے، لیکن اب تک یہی دیکھا گیا ہے کہ حکومت ان حملوں کو روکنے میں کسی طرح کی کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ مسلمانوں پر ہونے والے ان حملوں کا سلسلہ لگاتار جاری رہنے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے۔

...... غرض! ایک سو چالیس کروڑ کی آبادی میں ایک شخص بھی ان حملوں کی مذمت میں سامنے نہیں آیا۔ میڈیا، غیر سرکاری تنظیمیں، حقوق انسانی کی آوازیں، سیاسی جماعتیں اور سماجی ادارے، کوئی بھی نہیں۔ یہ علامت ہے کہ پورا سماج سڑ گیا ہے۔ کسی بھی ملک، کسی بھی قوم یا کسی بھی سماج میں تعصب یا نفرت کی سڑاند صرف کچھ خاص لوگوں تک محدود ہوتی ہے۔ سماج کے باقی لوگ اور باقی حصہ اس زہر کے اثر کو کم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں معاملہ ایسا ہے ہی نہیں۔ یہاں سماج کا کوئی بھی حصہ تعصب کے زہر کو کم کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتا بلکہ خاموش رہ کر اس کی پوری مدد اور تعاون کرتا ہے۔"

[روزنامہ اردو ٹائمز]

## مسلمانوں پر حملے، اتحادیوں کی خاموشی معنی خیز | محمد امین نواز

"ملک میں مسلمانوں پر بڑھتے ہوئے حملوں پر حکومت کا کوئی رد عمل دیکھنے میں نہیں آیا۔ کئی اہلکار خاموش رہے اور تشدد کی مذمت کرنے میں ناکام رہے۔ بہت سے معاملات میں خود متاثرین کو مورد الزام ٹھہرایا گیا۔ ایسی صورتحال میں نتیش کمار اور 'چندرا بابو نائیڈو' کی خاموشی معنی خیز ہے۔ ان دونوں نے اپنی اپنی ریاست میں مسلمانوں سے بڑے بڑے وعدوں کے سبز باغ دکھا کر اقتدار تو حاصل کر لیا ہے مگر ملک میں مسلمانوں کے ساتھ ہو رہے ظلم و زیادتی اور ناانصافیوں پر آواز اٹھا کر جن ووٹوں سے اقتدار حاصل کیا تھا اور اپنی پارلیمنٹ کی نشستیں لائے ہیں ان کے لیے آواز اٹھائیں گے؟ اگر ایسا نہیں ہو گا تو انہیں جن مسلمانوں نے اقتدار میں بٹھایا ان کو جواب دینا ہو گا۔"

[روزنامہ اعتماد]

## فلسطین | مظالم کے نو ماہ

غزہ میں اسرائیلی حملے کو نو ماہ ہو گئے ہیں۔ اور ناپاک اسرائیل ظلم و جبر کی تمام حدوں کو پار کر گیا ہے۔ لیکن کسی ایک مسلم ملک نے غزہ کے لیے ترجیحی بنیادوں پر کوئی آواز یا جنگ رکوانے کے لیے کوئی اقدام نہیں اٹھایا۔ اسرائیلی فوج کے رفح کے علاقے میں داخلے کے بعد رفح بارڈر پر بھی اسرائیلی ناپاک فوج کا قبضہ ہے اور غزہ کے مسلمان خوراک اور ادویات کو ترس گئے ہیں۔ کسی بھی قسم کی زمینی امداد جو مصر کے رفح بارڈر سے آ رہی تھی وہ بھی روک دی گئی۔ جیسا کہ

اسرائیلی وزیر دفاع یوو گیلنٹ نے غزہ کی مکمل 'ناکہ بندی' کا حکم جاری کیا تھا اور کہا تھا کہ کوئی بجلی، خوراک، پانی یا ایندھن غزہ میں داخل نہیں ہو گا۔

غزہ میں فضائی طور پر گرائی ہوئی وہی تھوڑی بہت امداد پہنچ رہی ہے جو زیادہ تر تو سمندر میں گر جاتی ہے، جو تھوڑی بہت غزہ کی سرزمین پر گرتی ہے، اسے پکڑنے کے دوران کئی لوگ حادثوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اقوامِ متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق پچانویں فیصد غزہ کی آبادی قحط کے خطرے سے دوچار ہے اور ہر پانچ میں سے ایک فرد خوراک کی کمی اور بھوک کا شکار ہے۔ جبکہ الجزیرہ کی رپورٹ کے مطابق ساٹھ فیصد سے زائد زرعی اراضی اسرائیل کے حملوں سے تباہ ہو چکی ہے۔ نو ماہ سے جاری اس جنگ کی وجہ سے کسی قسم کی کاشت بھی ممکن نہیں ہوئی۔ بھوک سے بچے مر رہے ہیں اور بزرگ پتے کھانے پر مجبور ہیں۔ الغرض غزہ کے مسلمانوں کی نسل کشی باقاعدہ دنیا کو بتا کر کی جا رہی ہے۔ اور مسلم ممالک کے حکمران 'صم بکم عمی' کے مصداق اپنی دنیا میں مست ہیں۔

### دھنیے سے اسرائیلی سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں | وسعت اللہ خان

''اسرائیل غزہ کی روزمرہ زندگی کو ہر اعتبار سے محتاج رکھنے کے معاملے میں اتنا سنجیدہ ہے کہ مئی ۲۰۱۰ء میں اس نے ترکی سے دس ہزار ٹن اشیائے ضرورت لے کر غزہ کی جانب آنے والے بحری قافلے 'فریڈم فلوٹیلا' کو بھی نہ بخشا، اور اس امدادی بیڑے کے سب سے بڑے جہاز 'ماوی مرمرا' پر اسرائیلی کمانڈوز نے حملہ کر کے نو امدادی کارکنوں کو ہلاک کر دیا اور سامان رسد بھی ضبط کر لیا۔
اس کاروائی کی عالمی سطح پر مذمت کے سبب اسرائیل نے کچھ اشیائے ضرورت کی ترسیل پر پابندی عارضی طور پر نرم کر دی۔ اس نرمی پر انسانی حقوق کی اسرائیلی تنظیم گیشا نے اپنی ویب سائٹ پر طنزیہ تبصرہ کیا کہ 'دھنیے کو غزہ پہنچنے کی اجازت یہ اطمینان کرنے کے بعد دی گئی ہے کہ دھنیا اسرائیلی سلامتی کے لیے خطرہ نہیں ہے۔'
اسرائیل نے دہرے استعمال کی ممنوع اشیاء کی فہرست میں پانی اور سیوریج پمپوں کو بھی شامل کر لیا۔ ۲۰۱۸ء میں لگ بھگ ایک ہزار اشیاء کی غزہ کو فراہمی پر پابندی لگا دی گئی۔ ان میں سے عروسی جوڑے، ان سلا کپڑا، پاستا، بسکٹ، مٹھائی، الائچی، دھنیا، ادرک، جیم، اخبارات، نوٹ بکس، ماہی گیری کی ڈور، سلائی مشین، ٹریکٹروں کے فاضل پرزے، موسیقی کے آلات، بچوں کے دودھ کی بوتلیں، بے بی ڈائپرز، بے بی وائپس، ڈبہ بند خوراک، کھلونے، پین اور پنسلیں، بار برداری کے گدھے، مرغی کے چوزے اور ان چیزوں کی ٹرانسپورٹ میں استعمال ہونے والے ڈبے، کنگھے، بوتل بند پانی، ٹوائلٹ پیپر، پٹرول، گیس سیلنڈرز اور اے فور سائز کے کاغذ بھی شامل ہیں۔

سات اکتوبر کے بعد سویلین اور فوجی استعمال کی دہری اشیاء کی فہرست میں آلاتِ جراحی، مریضوں کو بے ہوش کرنے والی ادویات، وینٹی لیٹرز، آکسیجن سیلنڈرز، ایکس رے مشینیں، بے ساکھیاں، کھجوریں، سلیپنگ بیگ، کینسر کی ادویات، میٹرنٹی کٹس اور پانی صاف کرنے والے آلات بھی شامل کر دیے گئے۔ اور جب تنگ آمد بجنگ آمد غزہ کے باسیوں نے خود کو قید کرنے والی باڑ توڑی تو وہ ظالم اور اسرائیلی مظلوم کہلائے۔''

[روزنامہ ایکسپریس]

فلسطین

## فلسطین کی نسل نو نشانے پر

اسرائیل نے جو باقاعدہ ظلم و بربریت کی داستان رقم کی ہے اس میں اس کا خصوصی شکار فلسطینی مسلمانوں کی نسلِ نو ہے، فلسطینیوں کا مستقبل جسے وہ بالکل ختم کر دینا چاہتا ہے، فلسطینی نسلوں کا صفایا کر دینا چاہتا ہے۔ صرف غزہ میں ہی نہیں بلکہ مغربی کنارے پر دوسری فلسطینی آبادیوں میں بھی صہیونی آئے دن فلسطینی نوجوانوں اور بچوں کو گرفتار کرتے ہیں، شہید کر دیتے ہیں یا سرِ عام تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور اس سب کی شدت ۷ اکتوبر کے بعد سے کئی گنا بڑھ چکی ہے۔

اس حوالے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

### Israel is forcibly disappearing future Palestinian generations | Ramona Wadi

ترجمہ: ''سیو دی چلڈرن (Save the Children) نامی ادارے نے غزہ پر اسرائیلی بمباری کے بچوں پر پڑنے والے اثرات کے حوالے سے ایک رپورٹ مرتب کی ہے۔ ہلاکتوں کی کل تعداد میں تینتالیس (۴۳) فیصد تعداد بچوں کی ہے، غزہ میں ساٹھ فیصد سے زیادہ رہائشی عمارتیں اور گھر تباہ ہو چکے ہیں، بعض خاندان مکمل طور پر صفحۂ ہستی سے مٹ چکے ہیں، ان بچوں کی بقاء اور دوبارہ اپنے خاندانوں سے مل جانے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ رپورٹ کے مطابق 'بچوں کا پوری رہائشی عمارت کے ملبے تلے دبنے کے بعد بچ جانا ممکن نہیں۔' رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ 'دھماکے سے لگنے والے زخموں سے بچوں کی اموات کے امکانات بالغوں سے سات گنا زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ ان کے جسم کمزور اور ابھی نشوونما پا رہے ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود اسرائیل کا 'صرف' حماس کو نشانہ بنانے کا بیانیہ ابھی بھی چل رہا ہے، حالانکہ یہ واضح ہے کہ فلسطینیوں کی نوجوان نسل کا خاتمہ اس نسل کشی کرنے والے نو آبادیاتی آبادکار وجود کے لیے زیادہ اہم مقصد ہے۔ جلے ہوئے، کٹے پھٹے، اور مسخ شدہ فلسطینی بچے اب معمول کی بات بن گئی ہے، جو کہ کبھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔

اور فلسطین میں اجتماعی قبروں کی دریافت پر تمام ممکنہ سفارتی حیرانی اور صدمے کے باوجود، بین الاقوامی برادری ابھی تک کوئی بھی قدم اٹھانے میں ناکام رہی ہے۔

'......سیو دی چلڈرن' کے مطابق ۷ اکتوبر کے بعد سے سترہ ہزار بچے اپنے خاندان سے جدا ہو چکے ہیں یا یتیم ہو چکے ہیں۔ جب عالمی برادری اسرائیل کو سفارتی ڈانٹ پلاتی ہے تو کیا وہ فلسطینی معاشرے پر ایسے اعداد و شمار کے اثرات پر بھی غور کرتی ہے؟ ایک گنجان آباد اور تباہ شدہ زمین کی پٹی میں، جہاں اسرائیل کے 'تیر بہدف' (precision) بموں سے، جو فلسطینی شہریوں کو بالکل 'تیر بہدف' (precise) نشانہ بناتے ہیں، ہر روز ملبے کے نئے ڈھیر بنتے جا رہے ہیں، ایسے میں خاندان کا کیا معنی رہ جاتا ہے؟ اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے، اقوام متحدہ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ غزہ میں اس کے 'پائیدار ترقیاتی اہداف' (Sustainable Development Goals) اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اسرائیل کا اس کے جرائم میں ساتھ دینا ختم نہیں کر دیتا اور جب تک وہ خود کو اور اس نو آبادیاتی آبادکار فریق کو اس نسل کشی کے لیے جوابدہ نہیں ٹھہرا دیتا۔

ان اعداد و شمار پر اسرائیل کوئی ردّ عمل ظاہر نہیں کرے گا، کیونکہ وہ جوابدہی کی کسی بھی آواز پر کان نہیں دھرتا۔ لیکن یہ فلسطینی بچوں کو لاپتہ کرتا رہے گا، تاکہ مستقبل کی فلسطینی نسلوں کی تباہی کو یقینی بنا سکے۔ نسل کشی کی منصوبہ بندی کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے، لیکن بین الاقوامی برادری دکھا رہی ہے کہ ایسا کیا جا سکتا ہے۔ دریں اثناء، کٹے پھٹے اور جلے جھلسے بچوں کی مزید تصویریں ہماری سکرینوں کو بھرتی جا رہی ہیں، جبکہ اسرائیل 'حماس کو تباہ کرنے' میں کامیابی حاصل کرنے کی ڈینگیں مار رہا ہے۔ اور یہ ایک ایسا بیانیہ ہے جسے چیلنج کرنے کے لیے کوئی ایک مغربی حکومت بھی تیار نہیں۔ حماس ایک ضرورت سے پیدا ہونے والا نظریہ ہے، اور جب تک یہ ضرورت موجود رہے گی، حماس موجود رہے گی۔ لیکن، وہ بچے جنہیں اسرائیل 'حماس سے لڑنے' کے بہانے قتل کر رہا ہے، وہ کبھی واپس نہیں لوٹیں گے، اور بالکل یہی اسرائیل چاہتا ہے: آج ان کے مستقبل کو قتل کر کے فلسطین کی مقامی آبادی کا خاتمہ۔''

[Middle East Monitor]

## فلسطین | نصیرت کیمپ پر حملہ

'سیو دی چلڈرن' (Save the Children) کے مطابق اسرائیل اب تک ۷۵ ہزار ٹن کا گولہ بارود فلسطین پر برسا چکا ہے، جو چھ ایٹمی بموں کے مساوی ہے۔ الجزیرہ کی رپورٹ کے مطابق ایک گھنٹے میں غزہ میں اوسطاً:

- پندرہ لوگ شہید کیے جا رہے ہیں، جن میں نصف تعداد بچوں کی ہے،
- ۳۵ افراد زخمی ہو رہے ہیں،
- ۴۲ بم گرائے جا رہے ہیں اور
- بارہ عمارتیں تباہ ہو رہی ہیں۔

آٹھ جون کو اسرائیلی فوج نے نصیرت پناہ گزین کیمپ پر ایک بڑا حملہ کیا اور صرف چار یہودی یرغمالیوں کو چھڑانے کے لیے ۲۷۴ فلسطینیوں کا قتلِ عام کیا، جبکہ سات سو فلسطینی شدید زخمی ہوئے۔ اس حملے میں امریکی سپیشل فورسز نے بھی حصہ لیا، اور بھیس بدل کر امدادی قافلے کی شکل میں گئے۔ جس کی بدولت عام فلسطینیوں کی ایک بڑی تعداد امداد کی امید میں تیزی سے ان کی طرف بڑھی، جس کے جواب میں انہوں نے عام شہریوں پر فائر کھول دیا۔ اس قدر حقیر ہے ان کی نظر میں عام شہریوں کی زندگی......

اس حوالے سے دو اقتباسات ملاحظہ ہوں:

### Diamond and coal dust: Slaughter at Nuseirat | Dr Binoy Kampmark

''نصیرت آپریشن میں فلسطینی شہریوں کی ہلاکت کی بھاری تعداد صدر جو بائیڈن کے لیے اسرائیلی یرغمالیوں کی فلاح و بہبود کی نسبت کم تشویش کا باعث تھی۔ پیرس میں بات کرتے ہوئے بائیڈن نے 'چار یرغمالیوں کی بحفاظت بازیابی کا خیر مقدم کیا جو اسرائیل میں اپنے اہل خانہ کو لوٹا دیے گئے تھے'، اور مزید کہا کہ 'ہم اس وقت تک کام بند نہیں کریں گے جب تک تمام یرغمالی گھر لوٹ نہیں جاتے اور جنگ بندی نہیں ہو جاتی'۔

نصیرت میں ہونے والے دردناک واقعے کو ہضم کرنا بہت مشکل ہے، حتیٰ کہ بائیڈن کے لچکدار معیارات کے مطابق بھی۔ نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق 'اس پورے آپریشن کو امریکی انٹیلی جنس اور دیگر لاجسٹک سپورٹ سے تقویت دی گئی'۔ دو اسرائیلی انٹیلی جنس افسران نے بھی تصدیق کی ہے کہ 'اسرائیل میں موجود امریکی انٹیلی جنس اہلکاروں نے ہفتے کے دن بازیاب کروائے جانے والے یرغمالیوں کے حوالے سے کچھ انٹیلی جنس معلومات فراہم کی تھی'۔ اور ہمیں قاتلانہ فوجی مشینری کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے جسے امریکی دفاعی کمپنیوں نے خوشی سے فراہم کیا۔ اس سے لگتا ہے کہ اسرائیلی یرغمالیوں کی زندگیاں، جنہیں ان کے بچانے والوں نے 'ہیروز' کا نام دیا، انمول ہیں، اسرائیلی امریکی پالیسی کے قیمتی پتھر۔ جبکہ دوسری طرف فلسطینی محض کوئلے کی راکھ ہیں، جو ایک طرف بہا دیے جائیں گے۔''

[Middle East Monitor]

### Collateral genocide in Nuseirat | Belén Fernández

''۸ جون کو اسرائیلی فوج نے وسطی غزہ کی پٹی میں نصیرت پناہ گزین کیمپ پر حملہ کر کے کم از کم ۲۷۴ فلسطینیوں کو شہید جبکہ ۷۰۰ کے قریب کو زخمی کر دیا۔ بین الاقوامی برادری کے متعلقہ طبقے نے حسبِ معمول ردّ عمل کے طور پر وہی غیر مؤثر تذبذب کا اظہار کیا: یورپی یونین کے خارجہ پالیسی کے سربراہ جوسپ بوریل نے اسرائیل کی جانب سے تازہ ترین 'شہریوں کے قتل عام' کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ یہ خون کی ہولی فوری طور پر ختم ہونی چاہیے'......

......درحقیقت، فلسطینیوں کے زندگی کے بارے میں صریح لاپرواہی، اس جنگ کے تناظر میں شاید ہی چونکا دینے والی بات ہو جس نے سرکاری طور پر غزہ میں ۳۷ہزار سے زائد لوگوں کو صرف آٹھ ماہ سے کچھ اوپر عرصے میں قتل کر دیا۔ ملبے تلے دبی لاشوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، اصل ہلاکتوں کی تعداد بلاشبہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

جہاں تک بات ہے دنیا کے سب سے بڑے کھلاڑی کی، امریکی صدر جو بائیڈن نے پیرس میں ایک نیوز کانفرنس کے دوران چار یرغمالیوں کی واپسی کی تعریف کی اور مزید کہا: 'ہم اس وقت تک کام بند نہیں کریں گے جب تک تمام یرغمالی گھر لوٹ نہیں جاتے اور جنگ بندی نہیں ہو جاتی'۔

اس سے سوال یہ پیدا ہوتا ہے: جنگ بندی کبھی بھی کیسے ہو سکتی ہے؟ یا بوریل کے الفاظ میں، یہ خون کی ہولی کیسے ختم ہو سکتی ہے، جبکہ امریکی صدر خود بنیادی طور پر یہ خون کی ہولی کھیلنے پر اسرائیل کی تعریف کر رہا ہے؟

......بائیڈن نے خبردار کیا تھا کہ وہ جنوبی غزہ کی پٹی میں رفح پر مکمل حملے کی صورت میں اسرائیل کو مزید جارحانہ ہتھیار فراہم نہیں کرے گا، کیونکہ، اس کے بقول، 'ان بموں کے نتیجے میں غزہ میں شہری ہلاک ہوئے ہیں۔' اور پھر بھی یہ اچانک ایک غیر ضروری بات ہو گئی کہ شہری مارے جاتے رہیں کیونکہ سارا معاملہ یرغمالیوں کا ہے۔

......۶ جون کو اقوام متحدہ کے زیر انتظام چلنے والے سکول پر اسرائیلی حملے سے وہاں پناہ گزین فلسطینیوں میں سے کم از کم چالیس ہلاک ہو گئے۔ الجزیرہ کو ہتھیاروں کے ٹکڑوں کا تجزیہ کرنے پر انکشاف ہوا کہ اس میں امریکی ساختہ پرزے تھے۔

ایسا لگتا ہے کہ بائیڈن کا انتباہ بھی 'کولیٹرل' نقصان بن گیا ہے، یا شاید نسل کشی اب مکمل طور پر معمول کی بات بن گئی ہے۔"

[Al Jazeera]

## فلسطین | غزہ کے حوالے سے عرب ممالک سے خفیہ ساز باز

فلسطینیوں کے خلاف اسرائیل کے مذموم عزائم پوری دنیا پر عیاں ہیں۔ ایسے میں عرب ممالک کے حکمرانوں کی بے غیرتی اور منافقانہ کردار بھی آشکار ہو رہا ہے کہ کس طرح وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے پیٹھ پیچھے ان کے دشمن کے ساتھ ساز باز کر رہے ہیں۔ اس وقت اسرائیل جانے والا تجارتی راستہ بھی تمام عرب ممالک کی سرزمینوں سے گزر کر اسرائیل پہنچ رہا ہے۔ جب کہ فلسطینی مسلمان روٹی کے ایک ایک لقمے، صاف پانی اور ادویات کو ترس رہے ہیں۔

اسی طرح کی ایک خفیہ میٹنگ کے بارے میں مڈل ایسٹ مانیٹر پر ایک لکھاری پردہ اٹھاتے ہیں:

### Why the US plan to introduce Arab forces into Gaza will fail | Feras Abu Helal

"امریکی ویب سائٹ Axios کے مطابق، اسرائیل کے چیف آف آرمی سٹاف نے مشرق وسطیٰ میں مشترکہ امریکی افواج کے سربراہ کی موجودگی میں پانچ عرب آرمی کمانڈروں سے بحرین میں ملاقات کی۔ ملاقات کا مقصد اسرائیلی جنگ کے خاتمے کے بعد غزہ کی صورتحال کو سنبھالنے کے لیے آپشنز پر تبادلہ خیال کرنا تھا۔ واشنگٹن کا ماننا ہے کہ ایک آپشن یہ ہے کہ عرب افواج کو مقبوضہ اور محصور فلسطینی سرزمین میں داخل کر دیا جائے۔

ناکامی اس آپشن کا مقدر ہے۔ یہ خطے کے بارے میں امریکی ابہام اور غلط فہمیوں کی محض ایک اور مثال ہے۔

Axios کے مطابق یہ ملاقات خفیہ طور پر منعقد کی گئی اور پانچ عرب ممالک، مصر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، اردن اور بحرین، کے اعلیٰ حکام نے اس میں شرکت کی۔ شاید رازداری رکھنے کی وجہ یہ ہو کہ عرب افواج اور غاصب ریاست کے درمیان اس طرح کا مطلوبہ تعاون عرب دنیا میں ایک غیر مقبول پالیسی ہے۔......

......فلسطین اسرائیل تنازع سے وابستہ عرب ممالک نے ایک سے زیادہ مواقع پر کہا ہے کہ وہ اس طرح کے تعاون کی پیش کش اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک کہ یہ دو ریاستی حل پر مبنی جامع سیاسی معاہدے کا حصہ نہ ہو۔ مغربی اور اسرائیلی تجزیہ کاروں کے مطابق، اگر حماس کا خاتمہ نہ کیا گیا تو نہ فلسطینی اتھارٹی اور نہ ہی عرب ممالک غزہ پر حکومت کرنے میں کوئی کردار ادا کر سکیں گے۔ تاہم غزہ میں فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی فوجی جارحیت کے آغاز کو آٹھ ماہ سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے بعد، امریکی اور دیگر صہیونی اہلکاروں کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے ماہر تجزیہ کار بھی جانتے ہیں کہ وہ مقصد جسے نیتن یاہو نے پچھلے اکتوبر سے خوب اچھالا ہے یعنی حماس کو 'ختم کرنا'، ناممکن ہے۔

بہر حال، یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ واشنگٹن دو ریاستی حل کے مطابق نیتن یاہو پر کوئی سیاسی حل نہ مسلط کرنا چاہتا ہے، اور نہ ہی کر سکتا ہے۔

قابض فوج کی حماس کو ختم کرنے میں ناکامی اور فلسطین اسرائیل تنازع کا ایک جامع حل پیش کرنے میں واشنگٹن کی ناکامی، جنگ کے خاتمے کے بعد عرب افواج کے غزہ میں داخل ہونے اور کنٹرول سنبھالنے کو تقریباً ناممکن بنا دیتی ہے۔

امریکہ کو سمجھنا ہو گا کہ وہ فلسطینی عوام کے جائز حقوق کے ساتھ ساتھ عرب عوام کی امنگوں اور فلسطین پر ان کے مؤقف کو مد نظر رکھے بغیر نہ مشرق وسطیٰ میں اپنے مقاصد حاصل کر پائے گا اور نہ ہی غزہ میں اپنے منصوبے مکمل۔ اگر واشنگٹن پورے خطے کے لوگوں کے مفادات

کو مد نظر رکھے بغیر مشرق وسطیٰ کو کنٹرول کرنے کے بارے میں اپنے آپ کو اور باقی سب کو دھوکہ دینا بند نہیں کرتا تو پھر ناکامی اس کا مقدر ہے۔"

[Middle East Monitor]

فلسطین | اختتامیہ

غزہ میں دن بدن تباہی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اسرائیل اپنے ظلم وجبر میں موجودہ دور کا فرعون بنا بیٹھا ہے اور ہم، پوری امت مسلمہ خاموش تماشائی بنی دیکھ رہی ہے۔ جن کے ضمیر مردہ نہیں ہوئے وہ آواز اٹھا رہے ہیں، لیکن عملی طور پر پوری امت مسلمہ ناکام ہو چکی ہے۔ پیارے نبی ﷺ کی اس حدیث کے مصداق جس میں انہوں نے فرمایا تھا:

يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمْ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ الْوَهْنَ فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ

"قریب ہے کہ تم پر دنیا کی اقوام ایسے چڑھ آئیں گی جیسے کھانے والوں کو کھانے کے پیالے پر دعوت دی جاتی ہے۔ کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اس زمانہ میں بہت کم ہوں گے؟ فرمایا کہ نہیں! بلکہ تم اس زمانہ میں بہت کثرت سے ہو گے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کی طرح ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہاری ہیبت و رعب نکال دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں وہن ڈال دے گا۔ کسی کہنے والے نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ وہن کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت سے کراہت۔" (مسند احمد)

ایک طرف معصوم بچوں کی کٹی پھٹی لاشیں، پاکیزہ خواتین کی آہ وزاریاں، بھوک سے بلبلاتے امدادی ٹرکوں کے پیچھے بھاگتے لوگ، اسرائیلی قید سے آزاد ہوئے بدر دہلان کی پھٹتی آنکھیں، انسانیت سوز اسرائیلی جیلوں میں ہر روز ظلم و تشدد کا شکار ہزاروں کی تعداد میں معصوم لوگ۔ جبکہ دوسری طرف اپنے بھیانک جرائم کی ویڈیو بنا کر اسے سوشل میڈیا پر اپلوڈ کر کے قہقہے لگاتے ناچتے صہیونی درندے، شجاعیہ کیمپ میں ساٹھ سالہ بوڑھی خاتون پر خونخوار کتا چھوڑ کر اس کی ویڈیو دنیا کو دکھانے والے گیدڑ......

فلسطینیوں کی نسل کشی اس وقت پوری دنیا کی ٹی وی اور موبائل سکرینوں پر براہ راست اور پوری ڈھٹائی کے ساتھ چل رہی ہے۔ مسلمان ممالک میں ہم جنس پرسوں کے حقوق اور خواتین کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹتی سول سوسائٹی اور این جی اوز کو اس معاملے میں چپ لگ گئی ہے۔ مسلم ممالک کے حکمران تو ایسی دبی آوازوں میں فلسطینیوں کے حقوق کی بات کر رہے ہیں کہ کہیں آواز اونچی ہو گئی تو ان کے سروں پر امریکی جوتے پڑیں گے۔ کوئی صلاح الدین ایوبی نہیں کہ اٹھ کر بیت المقدس کو آزاد کروائے، یا کم از کم ظلم تو رکوائے۔ لیکن پھر بھی غزہ کے نہتے مجاہدین ڈٹے ہوئے ہیں اور عظمت و بہادری کی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔ کم از کم مسلم امت کی عوام کو تو یک زبان ہو جانا چاہیے۔ صہیونیوں اور ان کے آلہ کاروں کی ہر سطح پر ناکابندی، بائیکاٹ، مذمت اور جہاں ممکن ہو ان کے مفادات پر ہر طرح کے حملے کر کے انہیں نقصان پہنچانا چاہیے۔ کوئی تو ہو جو ان بے غیرت حکمرانوں کو بھی سرعام رسوا کرے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی رسی دراز کر رکھی ہے تو ظلم کے تماش بینوں کو بھی جھوٹ دے رکھی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانی ہے، اس سے پہلے کہ اللہ کی پکڑ آجائے۔

کوئی تو ہو جو محاذوں پہ ان کا ساتھی ہو
کہ جس کے پاؤں تلے ابرہہ کا ہاتھی ہو
کوئی اب آ کے ہنر اپنے آزمائے تو!
عدو کے ٹینک اور توپ کو اُڑائے تو!

☆☆☆☆☆

# ظالم صہیونیوں کے خلاف بہادر شیروں کی انفرادی کارروائیوں کی تائید ونصرت

مرکزی قیادت - جماعت قاعدۃ الجہاد

الحمد لله حمدا يوازي نعمه ويكافئ مزيده، والصلاة والسلام على الضحوك القتّال وسيد الأبطال، وعلى آله وأصحابه وأتباعهم الفداوية الذين اغتالوا الملوك في فرشها وعلى أفراسها......

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو اس کی موجودہ نعمتوں کا شکرانہ بن جائیں اور مزید نعمتوں کے لیے بھی کافی ہو جائیں۔ اور رحمت و سلامتی ہو اس ذات پر جو مسکرانے والے اور خوب جنگ کرنے والے ہیں اور بہادروں کے سردار ہیں۔ اور آپ کی آل، اصحاب اور آپ کے ان تمام فدائی پیروکاروں پر جنھوں نے بادشاہوں کو ان کی خواب گاہوں میں اور سواریوں پر قتل کیا......

امابعد!

امتِ مسلمہ کے نوجوانوں نے جو انتقامی حملے اور فدائی کارنامے سرانجام دیے ہیں (بالخصوص ارضِ کنانہ (مصر) کے بہادروں کی انتقامی کارروائیاں) اس نے ہمیں اور ہر مسلمان کو خوش کیا ہے، سو کیا خوب ہیں ان کے کارنامے! اور ان کا اجر انہیں اللہ ہی دے گا۔

ہم اپنی امت کے نوجوانوں کو یہی راستہ اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور غیرت مند نوجوانوں سے کہتے ہیں: سرزمینِ نیل کے فرزند پہل کر کے آپ سے سبقت لے گئے ہیں تو کیا ہوا! آپ کارروائیوں کی کثرت و قوت میں ان سے آگے بڑھ جائیں، عزت کی زمین غزہ کے مظلوم باسیوں کے انتقام میں کارروائیاں کر کے صہیونیوں کے دِل دہلا دیں۔ اور جان رکھیں کہ آپ کی یہ بہادرانہ کارروائیاں اور ٹکر کا جواب مسلمان ملکوں کے خائن حکمرانوں اور ان کی فوجوں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہیں کہ آپ یہود کے ساتھ ان کی غلامانہ تابعداری کو مسترد کرتے ہیں۔

نیز اپنی تیر بہدف کارروائیوں سے امت کے دوسرے مخلص بیٹوں کے لیے بھی آپ جرأت وبہادری کا نمونہ بن جائیں گے، پس عالمی جہاد کی وہ آگ جس سے یہ صلیبی صہیونی پہلے بھی جلے اور عنقریب یہ آگ انہیں اور جلائے گی، اس آگ کی پہلی چنگاری وہ نوجوان تھے جنھوں نے رفعتوں کے راستوں کو ہموار کیا، جن کا اسلام کے سوا کوئی اور دین نہیں تھا، پس انہوں نے ایسے کارنامے انجام دیے کہ شاعر کی یہ بات ان پر صادق آتی ہے: (عربی اشعار کا ترجمہ)

وہ ایسے جوان ہیں کہ راتیں (اور ان کی تاریکیاں) انہیں توڑ نہ سکیں
اور انہوں نے اپنی کچھار و مسکن دشمن کے حوالے نہیں کیا
جب بھی وہ جنگوں میں آئے، انہوں نے بہادری دکھائی
اور مضبوط قلعوں اور چھاؤنیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا
اسلام نے میری قوم کو یوں نکھارا کہ اسے
جواں ہمت، مخلص، معزز اور امانتدار بنایا
اور اسے سکھایا کہ عزت کیسے حاصل ہوتی ہے
سو میری قوم نے بھی قید ہونے یا ذلت اٹھانے سے انکار کر دیا

سوائے دنیا بھر کے نوجوانانِ اسلام! صہیونیوں کے سروں کی فصل پک چکی ہے اور پھر بھی وہ آپ کے سامنے اسلامی سرزمینوں میں پوری آزادی سے چل پھر رہے ہیں! حالانکہ حق تو یہ ہے کہ ان کے سر شانوں پر باقی رہنے سے زیادہ اڑا دیے جانے کے مستحق ہیں۔ سو اٹھیں اور ان کھوپڑیوں کو اڑا کر زمین اور مخلوق کو ان کی گندگی سے نجات دلائیں اور جان رکھیں کہ امریکی صہیونی بالخصوص اور بالعموم سارے مغربی صہیونی، اسرائیلی صہیونیوں کی طرح ہی ہیں، پس بلا استثناء ان سب کے سر اتارنا اس زمانے میں انصاف و ایمان کے اہم ترین واجبات میں سے ہے۔

یقین جانیے کہ القدس، مصر اور دیگر اسلامی دنیا میں صہیونیوں کو ٹھکانے لگانے والے ابطال کا عمل ہر اس مسلمان پر حجت تمام کر رہا ہے جو سستی، بزدلی اور دنیا سے محبت کی وجہ سے کمزوری وناتوانی کا عذر پیش کرتا ہے۔

پس دوسرے بہادروں کو بھی اسی جیسے کارنامے انجام دینے ہوں گے، یہ تو وہ شرعی اور فقہی ذمے داری ہے جو اسلام نے اپنے ماننے والوں پر عائد کی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ (سورۃ النساء: ۸۴)

”پس (اے رسول!) تم اللہ کی راہ میں لڑو، تم پر ذمے داری نہیں مگر تیری اپنی ہی جان کی۔“

ہم جہاں ایک طرف صہیونی کافروں کے ہدفی قتل (ٹارگٹ کلنگ) کی تائید کرتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی مغربی یونیورسٹیوں کے طلبہ کے مظاہروں اور دھرنوں کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، جنھوں نے اپنے مظاہروں اور دھرنوں سے واضح کر دیا ہے کہ وہ عزت کی سرزمین غزہ میں قتلِ عام کو مسترد کرتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی ہم بحر الکاہل سے بحر اوقیانوس تک پھیلی اپنی امت کے نوجوانوں کو (اور اس میں مغرب میں بسنے والے مسلمان نوجوان بھی ہیں) بار بار یہ یاد دلاتے ہیں کہ ان کی دینی ذمہ داری اور فرض مغربی نوجوانوں جیسا نہیں،

(بقیہ صفحہ نمبر 90 پر)

# یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقاء کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

فضیلۃ الشیخ سیف العدل (محمد صلاح الدین زیدان)

## ’اگلے دن‘ سے قبل کی دنیا

صہیونیت آج انسانیت کو درپیش سب سے بڑا خطرہ ہے، یہ انسانیت کے لیے تاتاریوں، نازیوں اور ہندوؤں سے زیادہ خطرناک ہے، بلکہ انسانیت کی پوری تاریخ کا اب تک کا سب سے خطرناک فتنہ ہے۔ روئے زمین پر بستے بنی نوع انسان کی بہت بڑی تعداد کی روح، جسم اور فکر کو فاسد کر کے انہیں اللہ کی بنائی اور قائم کی فطرت سے ہٹا دیا ہے اور انہیں مسخ شدہ انسان: شیطان اور مال کا پجاری بنا دیا ہے۔ اسی صہیونیت نے ہی انسانیت کو بت پرستانہ مسیحیت کا ’تحفہ‘ دیا اور اس کے ذریعے انہوں نے یورپ، امریکہ، افریقہ، ہندوستان اور جنوب مشرقی ایشیا وغیرہ کی اقوام کو اپنا غلام بنایا، یہ صہیونی فتنہ جہاں بھی گیا وہاں اس نے اپنے بینک بھرنے کے لیے جنس و شہوت کو جنسِ بازار بنا دیا، اسی نے اللہ اور اس کے بھیجے دین سے اپنی جنگ میں ہم جنس پرستی، تحریکِ نسواں اور دیگر گھٹیا افکار کو پھیلایا اور مضبوط کیا، یہ جہاں بھی گیا اس کا ہدف یہی رہا، تاکہ اہم جغرافیائی مقامات پر قبضہ کرے، وسائل لوٹے، جہالت کی ترویج کرے اور جھوٹ کی گرم بازاری سے انسان کو ایک بے مقصد [شہوت کے غلام] حیوان میں بدل دے، صرف گزشتہ صدی کے نصف سے آج تک امریکہ اور یہود جتنے انسانوں کو قتل اور شہروں کو تباہ کر چکے ہیں، ان کی تعداد وہم و خیال سے بھی بالاتر ہے۔

اور اس لکھاری نے سچ کہا جس نے لکھا کہ: ’کتا (یہودی) چرواہے (امریکہ) کے نقشِ قدم پر چل رہا ہے[1]۔ اس جملے کو الٹ دیں تو بھی ٹھیک ہی ہے، [یعنی کتا امریکہ اور چرواہا یہودی] امریکہ اپنے پروپیگنڈے کے حیرت انگیز ذرائع استعمال کر کے رائے عامہ کو کس کے فائدے کے لیے گمراہ کر رہا ہے اور اصل مسئلے سے غافل کر رہا ہے؟ حتیٰ کہ غزہ میں اتنا سب کچھ بیت جانے کے باوجود امریکی ان سے کسی بھلے کی امید رکھ رہے ہیں، انہیں علم نہیں کہ غزہ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے سارے صہیونی ہی خوش ہیں، کیونکہ یہ سب ان توراتی نصوص کے عین مطابق ہے جنہیں ان کے مذہبی پیشواؤں نے کبر و مکر سے کام لیتے ہوئے خود گھڑا ہے، یہ پیشوا دنیا کو متکبرانہ نظر سے دیکھتے ہیں کہ یہاں سب یا آقا یا غلام ہیں، آقا تو صہیونی ہیں، جنہیں ہر طرح کی من مانی کرنے کی کھلی چھوٹ ہے اور جو غلام ہیں [غیر یہود] وہ ہمیشہ غلام ہی رہیں گے، اور یہ کوئی نئی بات نہیں، [ہمیشہ سے یہی اصول چلا آ رہا ہے]۔

بقیہ دنیا (جس میں سرِفہرست ہندو، بدھ مت کے پیروکار اور دیگر بت پرست ہیں) یہ بات جان لے کہ اگر صہیونی اسی طرح مسلمانوں کو کمزور کر کے عالمی سیاست کے مرکز اور فیصلوں سے انہیں دور کرتے رہے تو جنگ کا اگلا دن شروع ہوتے ہی نسل کشی کے اگلے مرحلے کا ہدف وہ خود ہوں گے، ان کا جو مقابلہ ابھی ٹیکنالوجی اور اقتصادی میدانوں میں ہے وہ عسکری مقابلہ کی طرف جا رہا ہے، اس عسکری مقابلے میں کامیابی کے حساب سے ہی اقتصاد کے بازار میں بھی ہر ایک کو اس کے عسکری حجم کے بقدر حصہ ملے گا، یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے نتیجے میں ہم مرکزی طور پر کمزور ایک ایسی دنیا دیکھیں جس میں طاقت کے مراکز کئی زیادہ ہوں، یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے نتیجے میں ایسا زوال آئے کہ ٹیکنالوجی کا دور ہی ختم ہو جائے، کوئی نہیں جانتا کہ ہو گا کیا؟

رہے خلیجِ عرب کے حاکم خاندان جنہوں نے اقتدار اور دولت کو اپنی ذاتی جاگیر بنایا ہوا ہے اور خود کو اپنی قوم سے اور اپنی اپنی قوم کو دیگر عالمِ عرب اور عالمِ اسلام سے دور کر رکھا ہے اور امارات کے حاکم بن زائد کی قیادت میں، صہیونیوں کی قیادت میں ان کے مورچے میں کھڑے ہیں، تو وہ اپنے اس انجام کے بہت قریب ہیں جو انجام اپنے عقیدے، وطن اور قوم سے خیانت کرنے والے کسی بھی خائن کا ہوتا ہے، انسانیت کی نسل کشی کی مہم میں سب سے آخر میں یہود کے پیادوں اور آلہ کاروں کی باری آئے گی یعنی امریکہ اور یورپ۔ کیونکہ اپنی مقدس ترین کتاب کی رو سے یہود کسی اور کے وجود کے روادار نہیں، ان کی حرص لامتناہی ہے، زمین اور جو

---

[1] ’The Intercept‘ نامی ویب سائٹ پر ایک مضمون میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ عام شہریوں کو قصداً نشانہ بنانے اور اس کو معمولی چیز سمجھنے کی طویل امریکی تاریخ ہی صہیونیوں کے لیے نمونۂ عمل اور دلیل ہے کہ وہ بھی کسی قسم کی تحقیقات یا نتائج کا خوف کیے بغیر اسی راستے پر چل [بلکہ دوڑ] رہے ہیں، ذیل میں اس مضمون کے کچھ اقتباسات اور اعداد و شمار ذکر کیے جا رہے ہیں:

جاپان میں امریکہ نے ۶۷ شہروں پر حملہ کیا، ۱۸۰ مربع میل کا علاقہ جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا، ساٹھ ہزار عام شہریوں کو قتل کیا، پچاسی لاکھ کے لگ بھگ لوگوں کو گھر سے بے گھر کر دیا، ہیروشیما اور ناگاساکی پر دو ایٹم بم پھینکے اور آن کی آن میں تقریباً دو لاکھ دس ہزار لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کوریا میں امریکی فضائیہ کے جنرل نے فخریہ بتایا کہ انہوں نے دس لاکھ کوریائی باشندے قتل کیے اور کئی لاکھ کو بے گھر کیا۔ ویت نام میں ۳۰ ارب پاؤنڈ بم گرائے، جس سے زمین میں دو کروڑ دس لاکھ گڑھے پڑ گئے، کمبوڈیا میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب شہریوں کو قتل کیا، لاؤس پر بیس لاکھ ٹن سے زیادہ بارود برسایا۔ (ان اعداد و شمار سے مقتولین کی حقیقی تعداد کا آپ خود اندازہ لگا لیں)۔ سات اسلامی خطوں (افغانستان، عراق، لیبیا، پاکستان، صومالیہ، شام اور یمن) میں اڑتالیس ہزار مسلمانوں کو قتل کیا (یہ اعداد و شمار حقیقی تعداد سے کہیں زیادہ کم ہیں)۔ یہ اعداد و شمار (Airwars) کے ۲۰۲۱ء میں جاری کردہ تجزیے کے مطابق ہیں، یہ فضائی حملوں کے جائزے کا ایک گروپ ہے، جس کا دفتر برطانیہ میں ہے۔

Source: https://theintercept.com/2023/11/12/america-war-bomging-killing-civilians/

کچھ اس کے اندر یا اوپر ہے وہ اس پر تسلط چاہتے ہیں اور بقیہ انسان یا تو ان کے پالتو جانور ہیں یا وحشی [لیکن ہیں جانور ہی]، یہ یہود کی وہ موروثی ذہنیت ہے جو ان کی خود ساختہ دینی کتابوں میں بکھری پڑی ہے۔ یہ بقا کی جنگ ہے، جس کی کوئی حد وانتہا نہیں۔

لیکن یہ یہود اللہ کے غضب کی شکار اور توفیق سے محروم قوم ہیں، پس یہ ناممکن ہے کہ سارے کام ان کی منشا کے مطابق ہوں، سرزمینِ انبیاء فلسطین اور اس میں بھی سرِ فہرست غزہ میں مسلمانوں سے ان کی جنگ بقا کی جنگ ہے، جو زمینی طور پر جغرافیہ سے بالاتر ہے اور جنگی اعتبار سے کسی پیمانے سے ماپی نہیں جاسکتی ہے، جنگ کے دونوں فریقوں اور ان کے اہداف کے درمیان بہت واضح فرق ہے، مسلمانوں کی طرف سے اس جنگ کا مقصد اہلِ دنیا کی ہدایت و رہنمائی ہے، ان کے نزدیک دنیا ایک سواری ہے، وہ اس پر سوار ہوتے اور اسے استعمال کرتے ہیں، اس کے خادم وغلام نہیں بنتے، کیونکہ انہیں ان کے دین کی تعلیمات حرکت میں لاتی ہیں اور ان کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے، جبکہ یہود اور ان کے صہیونی ہرکاروں کی جانب سے یہ جنگ خود کو برتر سمجھنے، مفاد پرستی اور زمین واہلِ زمین کے استحصال کی جنگ ہے، کیونکہ ان کا مقصد اپنی فطرت سے ہٹی انسانی خواہشوں کو پورا کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ۝ (سورۃ الفاطر: ۴۳)

”حق واضح ہونے کے بعد انہوں نے اس کی پیروی نہیں کی] اس لیے کہ انہیں زمین میں اپنی بڑائی کا گھمنڈ تھا، اور انہوں نے (حق کی مخالفت میں) بری بری چالیں چلنی شروع کر دیں۔ حالانکہ بری چالیں کسی اور کو نہیں خود اپنے چلنے والوں ہی کو گھیرے میں لے لیتی ہیں۔ اب یہ لوگ اس دستور کے سوا کس بات کے منتظر ہیں جس پر پچھلے لوگوں کے ساتھ عمل ہوتا آیا ہے؟“

اور جہاد قیامت تک جاری رہے گا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر قتال کرتا رہے گا، اپنے دشمن پر غالب رہے گا، اس کی مخالفت کرنے والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، حتیٰ کہ قیامت تک وہ اسی حالت پر رہیں گے۔“ (صحیح مسلم)

یہ گروہ اسی امت کے بیٹوں کا گروہ ہوگا اور اپنی فتح کے بارے میں ہم مسلمان کسی شک وشبہ کا شکار نہیں، کیونکہ اللہ نے واضح طور پر فیصلہ کر دیا ہے:

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝ (سورۃ الغافر: ۵۱)

”بے شک ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد دنیوی زندگی میں بھی کرتے ہیں اور (قیامت کے) اس دن بھی کریں گے جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔“

شہداء کے قافلے در قافلے صدق، اخلاص اور اللہ کے وعدوں پر یقین کی روشن دلیل ہیں اور مینارۂ نور بن کر شک وتردد میں مبتلا لوگوں کو راہ دکھا رہے ہیں کہ یہی کامیابی کا وہ راستہ ہے جس میں خسارے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

اے یہودیو! تمہارا خون بہتا رہے گا، اسے کوئی امان نہیں ملے گی، حتیٰ کہ وہ دن آجائے گا جب پتھر اور درخت بھی پکار پکار کر تمہارے خاتمے اور دنیا سے تمہارے وجود کی گندگی ختم ہونے کا اعلان کریں گے ہم (مسلمان) اور تم دونوں ہی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔

محض لفظِ مجرم اور جرم کسی جرم کا ارتکاب کرنے والے کی نفسیات اور جرم کے حجم کو واضح نہیں کرتا، لازم ہے کہ ہر جرم کو اس کے مرتکب کے نام سے موسوم کیا جائے تاکہ پتہ چلے کہ کس نظریے کے تحت اس نے جرم کا ارتکاب کیا، حتیٰ کہ گزشتہ جرائم اور مجرموں کے ناموں کا موجودہ پر اطلاق بھی صورتحال کو پورا واضح نہیں کرتا، ہر مجرم (تاتاری چنگیز خان، نازی ہٹلر، کمیونسٹ سٹالن، ہندو مودی، یورپی استعمار) کی اپنی ایک پست سطح ہے، اور ان سب سے پست سطح مغربی یہودی صہیونیت کی ہے، پوری تاریخ میں سب سے گھٹیا اور پست قاتل یہود اور ان کی اولاد رہی ہے (مناحم بیگن...... موشے دایان...... شارون...... نیتن یاہو اور صہیونی بائیڈن...... الخ سب بندروں اور خنزیروں کے نطفے ہیں)۔

کیا یہودی اور صہیونی کو الگ کیا جاسکتا ہے؟ بالعموم کچھ یہودی گروہوں کو اس سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے (یعنی وہ یہودی ہیں، صہیونی نہیں) جنہوں نے فلسطین ہجرت نہیں کی اور تحریکِ صہیونیت کا حصہ نہیں بنے۔ لیکن کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ (غیر یہود) مسلمانوں یا کسی اور سے محبت بھی کرتے ہیں؟ (انہیں انسان سمجھتے ہیں؟) اس کا جواب صرف اور صرف نفی میں ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ (سورۃ المائدۃ: ۸۲)

”تم یہ بات ضرور محسوس کرلوگے کہ مسلمانوں سے سب سے سخت دشمنی رکھنے والے ایک تو یہودی ہیں، اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو (کھل کر) شرک کرتے ہیں۔ اور تم یہ بات بھی ضرور محسوس کرلوگے کہ (غیر مسلموں میں) مسلمانوں سے دوستی میں قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نصرانی کہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بہت سے علم

دوست عالم اور بہت سے تارک الدنیا درویش ہیں، نیز یہ وجہ بھی ہے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔‘‘

لیکن ہر وہ یہودی جو مقبوضہ فلسطین میں رہتا ہے وہ ایک سرگرم صہیونی ہے، خواہ وہ نسل پرستوں کا کتنا بڑا مخالف ہی کیوں نہ ہو اور چاہے وہ فلسطینیوں کو (ان کے ردِ عمل سے بچنے کے لیے) کچھ حقوق دینے کا کتنا حامی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ مقبوضہ زمین پر اس کا محض قیام ہی اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ وہ اس غاصب نظام کا حامی ہے۔ حزبِ اختلاف تو کسی بھی سیاسی نظام کا ایک حصہ ہوتی ہے اور اس کے وجود کو قانونی جواز دیتی ہے، بلکہ میں تو آگے بڑھ کے کہتا ہوں کہ فلسطین کے یہودی سکہ بند قاتل ہیں، اور اگر ان میں سے کوئی اس وصف کو خود سے دور کرنا چاہے تو اسے فلسطین سے کوچ کر جانا چاہیے، چونکہ فلسطین میں مقیم غاصب یہودیوں نے اپنی مرضی سے یہاں رہنے کو چنا ہے، اس لیے انہوں نے اپنی ہلاکت کا چناؤ خود کیا ہے (کسی اور کو وہ الزام نہ دیں) اور ان کی ہلاکت بھی بلاشبہ اسی طریقے سے ہوگی جیسے وہ غزہ میں اہلِ فلسطین کو قتل کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! جو تم آج غزہ میں کر رہے ہو اللہ دنیا و آخرت میں تمہارے ساتھ ایسا کرے گا۔ باللہ! تاللہ! ان شاء اللہ تمہارا بھی محاصرہ کیا جائے گا، تمہیں بھوکا رکھا جائے گا، تمہیں بے گھر کیا جائے گا اور قتل کیا جائے گا۔ پس یہ تمہارا اپنا انتخاب ہے جس نے تمہیں ہلاکت میں ڈالا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَّقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝ (سورۃ الاسراء: ۱۰۴)

’’اور اس کے بعد بنو اسرائیل سے کہا کہ: تم زمین میں بسو۔ پھر جب آخرت کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے حاضر کر دیں گے۔‘‘

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝ (سورۃ الاسراء: ۷)

’’اگر تم اچھے کام کرو گے تو اپنے ہی فائدے کے لیے کرو گے، اور برے کام کرو گے تو بھی وہ تمہارے لیے ہی برا ہو گا۔ چنانچہ جب دوسرے واقعے کی میعاد آئی (تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا) تاکہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ ڈالیں، اور تاکہ وہ مسجد میں اسی طرح داخل ہوں جیسے پہلے لوگ داخل ہوئے تھے، اور جس جس چیز پر ان کا زور چلے، اس کو تہس نہس کر کے رکھ دیں۔‘‘

غزہ میں اپنے بھائیوں سے ہم کہتے ہیں:

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝ (سورۃ التوبۃ: ۵۱-۵۲)

’’کہہ دو کہ اللہ نے ہمارے مقدر میں جو تکلیف لکھ دی ہے ہمیں اس کے سوا کوئی اور تکلیف ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ وہ ہمارا رکھوالا ہے، اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔ کہہ دو کہ: تم ہمارے لیے جس چیز کے منتظر ہو، وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ (آخرکار) دو بھلائیوں میں سے ایک نہ ایک بھلائی ہمیں ملے۔ اور ہمیں تمہارے بارے میں انتظار اس کا ہے کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سزا دے۔ بس اب انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔‘‘

یہود سے بات چیت کا کوئی فائدہ نہیں، یہ محض وقت کا ضیاع ہے، ان کے عہد و پیمان کی کوئی حیثیت نہیں، ان سے مذاکرات مزید تباہی کی طرف لے جائیں گے، ان کی ماضی کی تاریخ ان کے مستقبل کے عزائم کا پتہ دیتی ہے، اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل کے کنارے اللہ کی خاص نگرانی میں پروان چڑھے، ان کے ہاتھ پر کئی نشانیاں اور معجزات ظاہر ہوئے، انہوں نے اپنی قوم کو فرعون سے آزادی دلائی، اپنی لاٹھی سے سمندر کو چیر ڈالا، اس سب کے باوجود گائے کی پوجا کرنے والوں نے ان کی نافرمانی کی، ان کی جبلت کا فساد ان سے دور نہیں ہو سکتا تھا، سو انہیں وادی تیہ میں مرنا پڑا [تاکہ نئی نسل حق کے لیے قربانی دے]، یہ بنی اسرائیل کی تاریخ ہے جن پر اللہ کا غضب ہوا، اس کی پھٹکار پڑی، اور اللہ نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔

ارشادِ باری ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَاۗىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (سورۃ المائدۃ: ۱۳)

’’پھر یہ ان کی عہد شکنی ہی تو تھی جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کیا، اور ان کے دلوں کو سخت بنا دیا۔ وہ باتوں کو اپنے موقع محل سے ہٹا دیتے ہیں۔ اور جس بات کی ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کا ایک بڑا حصہ بھلا چکے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو چھوڑ کر تمہیں آئے دن ان کی کسی نہ کسی خیانت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ لہٰذا (فی الحال) انہیں معاف کر دو اور درگزر سے کام لو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔‘‘

اور اللہ کا فرمان ہے:

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ○ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ○ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ○ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ○ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ○ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ (سورة النساء:۱۵۳-۱۶۱)

” (اے پیغمبر) اہل کتاب تم سے (جو) مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کرواؤ، تو (یہ کوئی نئی بات نہیں، کیونکہ) یہ لوگ تو موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑا مطالبہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے (موسیٰؑ سے) کہا تھا کہ ہمیں اللہ کھلی آنکھوں دکھاؤ، چنانچہ ان کی سرکشی کی وجہ سے ان کو بجلی کے کڑکے نے آپکڑا تھا، پھر ان کے پاس جو کھلی کھلی نشانیاں آئیں، ان کے بعد بھی انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا تھا۔ اس پر بھی ہم نے انہیں معاف کر دیا، اور ہم نے موسیٰؑ کو واضح اقتدار عطا کیا۔

اور ہم نے کوہ طور کو ان پر بلند کر کے ان سے عہد لیا تھا، اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ (شہر کے) دروازے میں جھکے ہوئے سروں کے ساتھ داخل ہونا، اور ان سے کہا تھا کہ تم ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے نہ گزرنا، اور ہم نے ان سے بہت پکا عہد لیا تھا۔

پھر ان کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ اس لیے کہ انہوں نے اپنا عہد توڑا، اللہ کی آیتوں کا انکار کیا، انبیاء کو ناحق قتل کیا، اور یہ کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اس لیے وہ تھوڑی سی باتوں کے سوا کسی بات پر ایمان نہیں لاتے۔ اور اس لیے کہ انہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا، اور مریمؑ پر بڑے بھاری بہتان کی بات کہی اور یہ کہا کہ: ہم نے اللہ کے رسول مسیحؑ ابن مریمؑ کو قتل کر دیا تھا، حالانکہ نہ انہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کیا تھا، نہ انہیں سولی دے پائے تھے، بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے وہ اس سلسلے میں شک کا شکار ہیں، انہیں گمان کے پیچھے چلنے کے سوا اس بات کا کوئی علم حاصل نہیں ہے، اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہیں کر پائے بلکہ اللہ نے انہیں اپنے پاس اٹھا لیا تھا، اور اللہ بڑا صاحب اقتدار، بڑا حکمت والا ہے۔

اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنی موت سے پہلے ضرور بالضرور عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان نہ لائے، اور قیامت کے دن وہ ان لوگوں کے خلاف گواہ بنیں گے۔ غرض یہودیوں کی سنگین زیادتی کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو پہلے ان کے لیے حلال کی گئی تھیں۔ اور اس لیے کہ وہ بکثرت لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے۔ اور سود لیا کرتے تھے، حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے تھے۔ اور ان میں سے جو لوگ کافر ہیں، ان کے لیے ہم نے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

اور جو اس سب کے بعد بھی آنے والے وقت کی سنگینی کا ادراک نہ کر سکے اسے چاہیے کہ اپنی پشت پر صہیونی کوڑے کھانے کے لیے تیار ہو جائے۔

’آنے والے کل‘ سے پہلے ہی ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی تباہی، کمزوری اور دنیا کی قیادت سے ان کو دور کرنے کے لیے صہیونی اور بت پرست گٹھ جوڑ اور عالمی سازش سے خود دنیا کا اپنا نقصان ہو گا، اس کی روح اور اس کا ضمیر مر جائے گا۔

## استیر[۲] کا افسانہ اور یہود کی جدوجہد پر اس کا اثر

تناخ[۳] میں مذکور ایک ایک مختصر قصہ ’استیر کا صحیفہ‘ ہے، اس قصے کی قانونی اور تاریخی حیثیت کافی متنازع ہے، لیکن یہ ہمارا موضوع نہیں، ہمارا مقصود اس سے نکلنے والے ’فوائد‘ کا بیان ہے، قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ: مردخای نے اپنی حسین و جمیل چچازاد بہن کا نکاح فارس کے بادشاہ

---

[۲] واقعہ کی تفصیلات استیر کے صحیفے میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

[۳] تناخ: یہود کی تاریخی دستاویز ہے، اس میں تورات اور اس کی پانچ کتب، بادشاہوں اور نبیوں کی تاریخ پر مشتمل ۲۱ کتب، تحریرات یا واقعات پر مشتمل ۱۳ کتب ہیں، یہ کل ۳۹ کتب ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کتب ہیں جن کی قانونی حیثیت میں بعض یہودی فرقوں کا اختلاف ہے۔

سے کر دیا، تاکہ اس سے قوم یہود کو فائدہ ہو، بعد ازاں مردخای بادشاہ کو قتل ہونے سے بچاتا ہے، سو جب یہود کی خباثتوں کی وجہ سے بادشاہ کا وزیر انہیں تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو مردخای استیر کی پناہ میں آجاتا ہے اور چونکہ اس کے حسن و جمال کی وجہ سے بادشاہ اس سے بہت محبت کرتا ہے اس لیے اس کے کہنے پر یہود کو معافی مل جاتی ہے اور مردخای یہود کے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے، اور اس صورتحال سے فائدہ اٹھا کر مردخای بادشاہ کے بعد سلطنت کا سب سے بااختیار فرد بن جاتا ہے، یہود کی نجات کا یہ دن ان کا ایک تہوار بن گیا، جسے عیدِ فوریم یا بوریم کہتے ہیں۔

یہود کی جدوجہد کی داستان اس قصے سے کافی ملتی جلتی ہے، یہود نے بہت جلد ہی[۴] اندازہ کر لیا تھا کہ فیصلوں کے مرکز سے قریب ہونا بہت اہمیت رکھتا ہے اور ان کے مطابق اسی حکمتِ عملی کے ذریعے وہ اپنا وجود اور تسلط باقی رکھ سکتے ہیں، اپنی پوری تاریخ میں یہود کی کوشش یہ رہی ہے کہ وہ ایک مناسب فاصلے کے ساتھ حاکم کے قریب رہیں، تاکہ مناسب وقت پر مدد، رشوت اور عورتیں پیش کر کے اپنا اُلّو سیدھا کر سکیں، حاکم اور سلطنت کے اعلیٰ حکام کی مالی مدد کے لیے انہوں نے کئی ادارے اور تنظیمیں بنائیں اور آخر کار دوسرے یہود کی نیابت میں یہ کام صہیونیوں کے سپرد ہوا، برطانیہ جب ایک عظیم سلطنت تھا اس وقت روتھ شیلڈ نے یہی حکمتِ عملی اختیار کی اور اس سے 'اعلانِ بالفور' حاصل کیا، گزشتہ صدی کے نصف سے صہیونیوں نے امریکہ میں ایپک (AIPAC)[۵] نامی تنظیم قائم کی ہے جو رشوت دیتی ہے اور صدارت و کانگریس کے امیدواروں کو انتخابی مہم کے لیے فنڈ فراہم کرتی ہے، یوں یہ صہیونی وائٹ ہاؤس اور کانگریس میں ہونے والے فیصلوں پر اپنی گرفت یقینی بناتے ہیں، بالخصوص ایپک (AIPAC)[۶] کا کوئی مخالف نظریے والا مدِمقابل ہے ہی نہیں، سو وہ تن تنہا امریکہ کے طول و عرض میں دندناتی پھرتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور مغربی یورپ بالخصوص پروٹسٹنٹ ممالک میں فیصلے صہیونیوں کے ہاتھ میں ہیں، کوئی مسلمان اس سب کو بدلنے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا (سوائے اس کے کہ اللہ کی مشیئت ہو) بالخصوص اس حالت میں کہ اکثر مسلم حکمران[۷] اور اقتدار کی کرسی سے چمٹے عرب حکام صہیونیوں کے غلام اور لشکری ہیں، اور ویٹو کی چھتری خونخوار یہودیوں کو قتلِ عام کی سہولت فراہم کرتی رہے گی۔

ارشادِ باری ہے:

> كَيۡفَ وَاِنۡ يَّظۡهَرُوۡا عَلَيۡكُمۡ لَا يَرۡقُبُوۡا فِيۡكُمۡ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ‌ؕ يُرۡضُوۡنَكُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَتَاۡبٰى قُلُوۡبُهُمۡ‌ ۚ وَاَكۡثَرُهُمۡ فٰسِقُوۡنَ‌ۚ ○ (سورۃ التوبۃ:۸)
>
> ”ان کے ساتھ معاہدہ کیسے برقرار رہ سکتا ہے جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو تمہارے معاملے میں نہ کسی رشتے داری کا خیال کریں اور نہ کسی معاہدے کا؟! یہ تمہیں اپنی زبانی باتوں سے راضی کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے دل انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔“

سو! ان سے انسانی ضمیر کی بابت بات کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اسے تو یہ جانتے ہی نہیں، چہ جائے کہ انہیں اسے کھونے کا شعور ہو، اس کا راگ تو وہ محض قوموں کو غافل کرنے اور ان کے استحصال کے لیے الاپتے ہیں...... یہ صرف قوت کا حق جانتے ہیں...... طاقتور جو چاہیں لے لیں، اور ایسا نظام نافذ کرتے ہیں جو صرف ان کی اغراض کو پورا کرتا ہے اور بس۔

مذکورہ بالا حقائق کی 'تاریکیوں' کے ضمن میں ہی یوکرین اور فلسطین کی بابت صہیونی تضاد بھی ہے، صہیونی یوکرین میں رنگدار [نیلی پیلی] آنکھوں اور سفید چمڑی والوں کا دفاع نہیں کر رہے، یہ تو نسل پرست مغربی رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنے کا ایک حربہ، دوسرے انسانوں کی تحقیر اور اپنی برتری کا زعم ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کا مفاد ہی ان کے انصاف کے پیمانے طے کرتا ہے، سو ان کا مفاد ہی ہے جو کسی بھی جدوجہد کو عادلانہ قرار دے کر اپنی جان کے دفاع کا حق دیتا ہے، گو وہ ان کے اپنے ہاتھوں سے لکھے اصولوں کے خلاف ہو، یوکرین کو قابض روس کے خلاف اپنے دفاع کا حق اس لیے ہے کہ یوکرین یورپ اور مغرب کا پہلا دفاعی خط ہے، اگر روس نے اسے عبور کر لیا تو یورپ کے لیے روس کے آگے سرینڈر ہونے یا ایک نئی عالمی جنگ میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ رہا فلسطین تو یہاں قابض یہود کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مظلوم فلسطینیوں (جن کی زمینیں اس نے قبضہ کی ہوئی ہیں) کے خلاف اپنا

---

[۴] بطورِ دین یہودو یہودیت کی تاریخ کا آغاز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر نبوت ملنے کے بعد فرعون کے محل واپس آنے سے ہوتا ہے۔

[۵] American Israel Public Affairs Committee

[۶] تبدیلی لانے والوں (جن میں فردی جہاد کے شیر سرِفہرست ہیں) کے اہداف کے ضمن میں اس تنظیم کے ذمے داران اور پس پردہ ڈوریں ہلانے والے ضرور شامل ہونے چاہییں۔

[۷] ہماری امت کو کسی کی چاپلوسی کرنے کی ضرورت ہے بھی نہیں، قوت و عظمت کے سارے عناصر اس میں موجود ہیں، اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے رب کی طرف لوٹے، قوت کے اسباب اختیار کر کے سیاسی طور پر خود مختار ہو اور عالمی سیاست پر اثر انداز ہو، پھر دنیا کی دوسری اقوام اس سے دوستی کی طالب ہوں گی، لیکن اس امت کے حکام نے اپنے رب کی نافرمانی کی، اپنی خودی کھو دی، اپنی امت کو ذلیل کروایا، اور اس کے دشمن کے آگے جھک گئے، آج ہماری اقوام پر جو بیت رہی ہے وہ اس خاموشی اور ظلم کو برداشت کرنے کا نتیجہ ہے۔ ارشادِ باری ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ‌ؕ (سورۃ الرعد:۱۱) ”یقین جانو کہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی نہ لے آئے“۔

دفاع کرے، کیونکہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں مغرب کا ہراول دستہ یہی یہود ہیں۔ جو چیز ان کے حق میں ہو اسے یہ جائز بنادیتے ہیں اور حقائق کو پوری ڈھٹائی کے ساتھ اپنی من پسند شکل میں پیش کرتے ہیں اور خود اپنے بنائے معاہدوں اور عالمی قانون کی پابندی نہیں کرتے، اور اگر کوئی ان کے ساتھ بحث کرے اور انہیں آئینہ دکھانے کی کوشش کرے تو وہ ان کے میڈیا کے طوفانِ بدتمیزی، الزام تراشی اور بداخلاقی سے ہرگز نہ بچ سکے گا۔

تاریکی کی اس گھنگھور گھٹا تلے ہم یہ بات بھی یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ مسلم دشمن مغربی صہیونی لابی (امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی وغیرہ) غزہ کے زخم خوردہ عوام پر حصار مزید تنگ کرنے کے لیے سفاک نیتن یاہو کے محض اشارے کی منتظر ہے، سفاک نیتن یاہو نے ابھی دعویٰ ہی کیا تھا کہ 'اونروا'[8] کے بعض ملازموں نے سات اکتوبر کی کارروائی میں حصہ لیا ہے کہ ان ملکوں نے اس کے دعوے کی تحقیق کیے بغیر ہی 'اونروا' کے لیے اموال کی ترسیل پر پابندی لگادی، حالانکہ ان ملکوں کو یقین تھا کہ سفاک نیتن یاہو بدترین جھوٹا ہے، لیکن...... تاکہ غزہ میں مسلمانوں کے گرد گھیرا تنگ کرکے، ان کا گلا گھونٹ کر، بھوکا مار کر اس الم ناک داستان کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے، یہود کو راضی کرنے کے لیے مغرب کے ان تیزترین اقدامات کی اس کے سوا اور کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی کہ یہ یہودی اور غیر یہودی صہیونی مل کر مسلمانوں کو ختم کرنے کا مشترکہ محاذ تشکیل دے رہے ہیں، غزہ تو صرف آغاز ہے، دوریاستی حل کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دینے کا کوئی فائدہ نہیں، فلسطینی قوم کو صرف زندگی گزارنے کے لیے بھی چپہ بھر زمین نہیں دی جائے گی، کجا یہ کہ انہیں اس پر حکومت کا حق دیا جائے، منزلیں تمناؤں سے نہیں ملتیں، دنیا کو تو طاقت سے چھینا جاتا ہے۔

ان یہود کی گمراہی کی گھٹاٹوپ تاریکیوں کی رو سے میں کہتا ہوں: یہود کی تاریخ عبرت ناک واقعات اور تجربات سے بھری پڑی ہے، لیکن اس سے انہوں نے کوئی سبق حاصل نہیں کیا[9]، ان سے انہوں نے ہدایت و توفیق کے بجائے الٹا سرکشی سیکھی، ارشادِ باری ہے:

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ○اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ○(سورۃ العلق: ۶-۷)

”حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلی سرکشی کر رہا ہے، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے۔“

انہیں کبھی بھی ایسا قدم اٹھانے میں کامیابی نہیں ہوئی جو انہیں اللہ یا اس کے بندوں کے قریب کردے، کیونکہ یہود وہ قوم ہے جو باطل کا ارادہ کرتی ہے، پھر اسے کر گزرتی ہے، انہوں نے اپنے نبیوں کو قتل کیا، اللہ کے منہج کو چھوڑ دیا، اللہ کے ولیوں سے جنگ کی اور اب بھی کر رہے ہیں، اہلِ حق کو تکلیفیں دیتے ہیں، کسی کے ساتھ گھلتے ملتے نہیں، اپنے اندر ایسی بے بنیاد نسل پرستی پروان چڑھاتے ہیں جو انہیں بقیہ دنیا سے تنہا کردیتی ہے، یہ وہ خذلان بے توفیقی ہے جو اللہ اس پر ڈالتا ہے جس پر اس کا غضب ہو، لہٰذا انہیں کبھی بھی توفیق نہیں ہوگی کہ وہ بقیہ انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہیں، ان کا انجام قریب ہے، اور ہر گزرتا دن انہیں ان کے یقینی انجام کے قریب ہی کر رہا ہے، ہم پر لازم ہے کہ ان پر نظر رکھیں، ان کے مستقبل کی سازشوں کا اندازہ لگائیں اور ان سے لڑیں، ہمیں یقین ہے کہ یہ شکست ہی کھائیں گے، خواہ اس میں کم وقت لگے یا زیادہ، اور جب ان کا 'نفیر'[10] کا مرحلہ پورا ہو جائے گا تو دوبارہ ان کے وجود کا کوئی نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔

یہود کی سرکشی و بے باکی کی ایک مثال نیتن یاہو اور اس کے اعصاب زدہ ٹولے کا وہ رویہ ہے جس سے وہ بائیڈن اور امریکہ کی بھی تذلیل کر رہے ہیں، حتیٰ کہ امریکہ بھی اپنی ناک بچانے کے لیے اردن کی طرح ہوائی جہاز سے سامان گرا کر اہلِ غزہ تک امداد پہنچانے پر مجبور ہے، حالانکہ مجرم بائیڈن بحری اور فضائی پل بنا کر یہود کی ساری ضروریات ان تک پہنچا رہا ہے، نیتن یاہو کے سلوک سے بائیڈن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو یا نہ ہو، وہ بہرصورت صہیونی ریاست کی مدد کرنے کا پابند ہے، خواہ نیتن یاہو یا کوئی اور اس کی کتنی تذلیل کرے، بعض کا گمان یہ ہے کہ نیتن یاہو کا بائیڈن کو ذلیل کرنا صرف دکھاوا ہے، سارے احتمال موجود ہیں، اگرچہ یہ انتخابات کا سال ہے اور کوئی بھی کمزور صدر کو منتخب نہیں کرنا چاہتا، لیکن اس ذلت آمیز سلوک میں دو باتیں ہیں، یا تو یہ کہ نیتن یاہو اس حال کو پہنچ گیا ہے کہ اس نے پورے مغرب کو مشکل میں ڈال دیا ہے یا یہ کہ یہود مغرب پر اپنے تسلط کی نمائش کرنا چاہتے ہیں، مغرب کے ساتھ وہ اپنا معاملہ طے کر چکے ہیں اور اس کا کردار بھی متعین کر دیا ہے، مغرب کا کام محض مدد فراہم کرنا ہے، نہ کہ مشورہ اور رائے دینا۔

سبھی نفاق کے فن کے ماہر ہیں، مصر، اردن، امارات اور ترکی کے حکمران خود کو بڑا جری و بہادر دکھاتے ہیں، پہلے دو ملک [مصر و اردن] اہلِ غزہ کی امداد کے لیے تھوڑا بہت سامان جہازوں سے گراتے ہیں جو جانیں بچانے کے بجائے الٹا ان کے اتلاف کا سبب بنتا ہے درانحالیکہ ان دونوں ملکوں کی راہداری سے گزر کر ہر طرح کی اشیائے ضرورت کے قافلے کے قافلے مقبوضہ فلسطین میں یہود تک پہنچتے ہیں، تیسرے ملک [امارات] کے مسافر جہاز ان زخمیوں کو منتقل کرتے ہیں جنہیں خود ان کے ہی جنگی جہازوں نے مقبوضہ فلسطین میں یہود کی مدد کی خاطر اپنی بمباری کا نشانہ بنایا ہے، چوتھے ملک [ترکی] کا حکمران اپنی باتوں میں تو اہلِ غزہ کی نصرت کے لیے بڑی

---

[8] UNRWA: United Nations Relief and Works Agency for Palestine Refugees in the Near East

[9] انبیاء کی اتباع کرکے ہدایت کی راہ اختیار کرنے والے اس سے مستثنیٰ ہیں

[10] ارشادِ باری ہے: ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا○(سورۃ الاسراء: ۶)
”پھر ہم نے تمہیں موقع دیا کہ تم پلٹ کر ان پر غالب آؤ، اور تمہارے مال و دولت اور اولاد میں اضافہ کیا، اور تمہاری نفری پہلے سے زیادہ بڑھادی“۔

جرأت دکھاتا ہے لیکن اس کی اپنی کشتیاں مقبوضہ فلسطین میں یہود کو ان کی ضرورت کی ہر چیز پہنچاتی ہیں۔

یہ سب کس قدر پستی میں گر گئے ہیں!

## خطے میں اسرائیل کا ناسور کیوں بویا گیا؟

مقبوضہ فلسطین میں صہیونی وجود[11] امریکہ و مغرب کا ہر اول دستہ اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف صلیبیوں اور صہیونیوں کی دیرینہ عداوت کی وجہ سے ان کے باہمی اتحاد کا شاخسانہ ہے، اس صہیونی وجود سے ان کا مقصد اپنے تاریخی، سیاسی، اقتصادی، دینی اور معاشرتی اہداف کو حاصل کرنا ہے، مثلاً: یہود کے بادشاہ (دجال) کے ظہور کے لیے راستہ ہموار کرنا، القدس پر قبضہ کرنا اور مسیحی مقدسات کی حفاظت کرنا، قوت حاصل کرنے یا حقیقی ترقی کی کوشش سے مسلمانوں کو باز رکھنا، اپنے آلۂ کار حکمرانوں بالخصوص مصر، اردن اور خلیجی ممالک کی حکومتوں کا تحفظ کرنا، خطے کی تاریخ میں تحریف کرکے اسے مسخ کرنا (کہ اس پر اصل حق یہود کا ہے)، مسلمانوں کے مابین داخلی اختلافات پیدا کرکے اور انہیں ہوا دے کر انہیں حقیقی دشمن[12] سے غافل کرنا، خطے کو از سرِ نو تقسیم کرکے ایسے چھوٹے چھوٹے راجواڑے بنانا جو کسی کام کے نہ ہوں اور انہیں اشاروں پر نچانا آسان ہو، وسائل پر قبضہ اور سمندر و خشکی کی تجارتی گزر گاہوں پر قابض ہونا، سرزمینِ توحید میں الحاد کی دعوت کو فروغ دینا، تفریح کے نام پر بے حیائی اور زناکاری سے خطے کے باسیوں کا دین خراب کرنا، ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کو مدد فراہم کرنا، مسخ فطرت کی حامل تحریکِ نسوانیت کی علمبرداروں کی مدد کرنا، ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ہر اول دستوں، طیارہ بردار بحری بیڑوں اور بحری جنگی جہازوں کی ضرورت ہے، خلاصہ یہ کہ خطے میں یہودی وجود اور اس کا صہیونی رکھوالا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک مکمل جنگ کا سامان ہے، صہیونی اصل دشمن ہیں، خواہ ان کے نام کچھ ہوں، مثلاً: یہود، یورپی، امریکی، عرب حکومتیں وغیرہ۔

بنابریں نسل در نسل چلنے والے کچھ دینی اسباب بھی ہیں جنہیں پہلے صلیبی حملوں سے تعبیر کیا گیا ہے، بلاشبہ امریکہ کی مسیحی صہیونی سوچ پر اس کا بھی بڑا اثر ہے، اسی لیے وہ یہود کی غیر مشروط و غیر محدود مدد کرتا ہے، جیسا کہ خبیث امریکی سینیٹر لنڈسی گراہم اور اس کے ساتھی کر رہے ہیں۔ اپنے دشمنوں کی بربادی کے لیے تاریخ میں استعمال ہونے والا سب سے بڑا محرک اور جواز دینی رہا ہے اور آج بھی ہے۔

اس کے علاوہ کچھ ارض سیاسی اور اقتصادی اسباب بھی ہیں جن کا تعلق فلسطین کے تزویراتی محلِ وقوع سے ہے، یہ مشرق و مغرب کے بیچ ایک خشکی کی گزر گاہ بھی ہے اور اس کے ساحل بقیہ شام اور مصر کے ساحلوں سے مل کر بحر احمر اور بحر متوسط کے ذریعے مشرق سے مغرب کی راہداری ہیں، یقیناً یہ سبب بھی انہیں ابھارتا ہے کہ وہ یہاں قبضہ کرکے اپنے سیاسی اور اقتصادی مفادات کی حفاظت یقینی بنائیں، خلیج کے تیل پر قبضے کی روسی آرزو کو ختم کریں اور عرب منڈی میں چین کے حصے کو محدود کریں اور تبدیلی کے لیے آنے والے کسی بھی داخلی انقلاب کا رخ بدلیں اور اسے ناکام بنائیں۔

سفاک نیتن یاہو اور اس کے اعصاب زدہ شرکاء کے خیال میں سات اکتوبر کی مبارک کارروائی ان کے خفقان کے علاج کا بہترین موقع ہے کہ وہ اہلِ غزہ پر تباہی مسلط کرنے کے ساتھ ساتھ باقی مسلمانوں کو بھی بھڑکا کر جنگ کا دائرہ وسیع کریں اور اسے خطے کی یا ممکن ہو تو عالمی جنگ بنا دیں، وہ موجودہ صورتحال سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ بقیہ لوگوں کے تیار اور ہوشیار ہونے سے پہلے ہی ایک ایک کرکے مشرقِ وسطیٰ میں اپنے سارے دشمنوں کا صفایا کر دیں، تاکہ خطے کی دوبارہ بندر بانٹ ہو اور وہ اپنے 'اوہام کی سرزمین' (نیل سے فرات تک) پر قابض ہو کر ہیکل کی تعمیر کریں، یہ نیتن یاہو کا بیداری کی حالت میں سب سے حسین خواب ہے۔ اگرچہ عالمی صہیونیت جنگوں کی آگ بھڑکانے اور اسے ہوا دینے کی ماہر ہے، بالخصوص اپنے دشمنوں اور ان کی مخالف تبدیلی کی تحریکات یا کمزور حکومتوں کے درمیان، تاکہ سب جنگی نقصانات کی وجہ سے کمزور ہو جائیں، جیسا کہ یوکرین میں ہو رہا ہے، لیکن اب کی دفعہ نتیجہ ان کی چاہت کے مطابق ہرگز نہیں ہو گا۔

گزشتہ صدی کے کئی تجربات بالخصوص رواں صدی کے شروع میں افغانستان کے تجربے کے بعد مغرب اور امریکہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جنگ میں براہِ راست شمولیت سے اجتناب کی حکمتِ عملی اختیار کرنے میں ہی بہتری ہے، بلکہ صرف طاقت کی نمائش اور ایک فریق کی مدد اور اس کو اموال کی ترسیل پر ہی اکتفا کیا جائے اور اسی سے اس کی عسکری قوت کو نچوڑا جائے اور اس کی معیشت کو کمزور کیا جائے اور سیاسی طور پر اسے تنہا کر دیا جائے، جیسا کہ یورپ اور

---

[11] بعض لوگ کہتے ہیں کہ صہیونی فکر کا آغاز سترہویں صدی کے انگلستان میں بعض متشدد پروٹسٹنٹ حلقوں میں ہوا، جو واپسی کے عقیدے کے قائل تھے، جس کا مطلب تھا کہ یہود واپس فلسطین لوٹیں تاکہ خلاصی ملے اور مسیح دوبارہ لوٹ آئیں، لیکن ہوا یوں کہ انگلستان کے سیکولر استعماری حلقوں نے ان نظریات کو سیکولر بنا کر اپنا لیا، پھر انیسویں صدی کے وسط میں یہ نظریات ان مفکروں کے ہاتھوں حتمی شکل کو پہنچے جو نہ صرف یہ کہ غیر یہودی تھے بلکہ یہود و یہودیت کے دشمن تھے، یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ صہیونیت دراصل اس عمل کا ردِ عمل تھا جسے یہود سامی عداوت کا نام دیتے ہیں، اور اس کا مقصد براعظم یورپ میں یہود کی حالتِ زار کو بدل کر ان کی ایک ایسی قومی حکومت کا قیام تھا جو دنیا کے یہود کو ایک جگہ اکٹھا کر دے۔ از وکیپیڈیا

[12] یہ حکومتیں کس قدر گر گئی ہیں! فٹبال کی خاطر مصر و الجزائر میں دشمنی کو فروغ دیا جاتا ہے، یہ بھلا دیا جاتا ہے کہ دس رمضان کی جنگ میں مصر کی سب سے زیادہ مدد الجزائر نے کی تھی۔

امریکہ کے مغربی صلیبی صہیونی 'نرم قوت' کے استعمال سے اپنے دشمن کے اتحاد کو دھیرے دھیرے پارہ پارہ کر رہے ہیں، نظریاتی اختلاف پیدا کر کے ان کے نقطہ وحدت کو توڑ رہے ہیں، سو جب منتشر ہو کر ان کی غالب قوت ختم ہو جائے گی تو ان کا کام تمام کرنا بھی آسان ہو جائے گا، اس حکمتِ عملی سے صلیبی صہیونی مغرب بہت بڑے خسارے سے بھی بچ جائے گا سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی، امریکہ نے صرف افغانستان میں انسانی جانوں کے ناقابلِ برداشت نقصان کے علاوہ دو ٹریلین ڈالر کا خسارہ اٹھایا ہے۔

روس یوکرین جنگ میں ہم براہ راست ٹکراؤ سے بچنے کی اس حکمت عملی کو اس کی مثالی شکل میں دیکھ سکتے ہیں، یوکرین کے محاذ پر مغرب، مشرق کے خلاف اپنے دفاع کی جنگ لڑ رہا ہے، یوکرینی فوج میں پھیلی کرپشن کے باوجود اس کو درکار اسلحہ اور پیسے مغرب اسے فراہم کر رہا ہے، لیکن یہ جنگ سبھی کو ایک بھیانک انجام کی طرف لے جا رہی ہے، قریب ہے کہ امریکہ یوکرین کو دور مار میزائل دے دے، جو کہ ایک عالمی جنگ کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتا ہے، بطورِ خاص جبکہ کہا جا رہا ہے کہ روس خلا میں جنگ کے لیے تیاریاں کر رہا ہے۔ خواہ کتنی احتیاط اور عقلمندی سے چالیں چلی جائیں، لیکن جب میدان میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں اور اربابِ اقتدار طاقت کے نشے میں چور ہوں تو پیشگی کہنا مشکل ہے کہ جنگ کی نوعیت کیا ہو گی! اور کہاں پہنچ کر ختم ہو گی؟! لیکن اگر جنگ کا کوئی نتیجہ سامنے آئے تو اس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ بہت بھیانک ہو گا، لیکن جو اس جنگ میں شریک نہیں ہوں گے ان کے لیے یہ سب (عالمی طاقتوں کی تباہی) فاصلوں کو کم کرنے کی جانب ایک قدم ہو گا[13]۔

ہم دیکھتے ہیں کہ فلسطین کے متعلق بھی مغربی حکمتِ عملی یہی براہِ راست ٹکراؤ سے گریز کی ہے، خطے میں نئے نظام کے قیام کے لیے امریکہ کو مشرقِ وسطیٰ میں ایک کھلی جنگ میں دھکیلنے کی نیتن یاہو[14] کی پوری کوشش کے باوجود بھی امریکی اور یورپی ردِ عمل نے یوکرین والی پالیسی سے سرِ مو بھی تجاوز نہیں کیا، حالانکہ بحرِ احمر میں مغربی مفادات کو نشانہ بنایا گیا، یہودی بحری جہازوں بعد ازاں برطانوی اور امریکی بحری جہازوں پر باب المندب کا راستہ بند کرنے کی کوششوں میں پوری سمندری تجارت کو خطرے میں ڈال دیا گیا، لیکن اس سب کے جواب میں مغرب نے زمینی فوج کشی کیے بغیر محض فضائی بمباری پر اکتفا کیا، اس کے بہت سے اسباب ہیں، جن میں ایک سبب یہ ہے کہ انہیں جبوتی میں موجود اپنے عسکری اڈوں کا خوف ہے، کیونکہ وہ یمنی قوم اور صومالی مجاہدین کی دسترس میں ہیں، اور انہیں علم ہے کہ یمنی قوم ایک مسلح اور جنگجو قوم ہے، اگر صہیونی عرب اپنے مظالم اور بے مقصد جنگ مسلط کر کے یمن میں القاعدہ کے مجاہدین اور یمنی قبائل کی بندوق کا رخ اپنی طرف نہ موڑتے تو ہم ان ایمان و حکمت کی سرزمین کے باسیوں کی طرف سے امت کی وہ مدد دیکھتے جو دلوں کو خوشی سے بھر دیتی، اس خطے کی اقوام کے لیے یہود، صلیبی مغرب اور ان دونوں کو حرکت میں لانے والی صہیونی مشینری سے نفرت کے اسباب بہت زیادہ ہیں اور یہ اقوام کسی بھی وقت ان کے خلاف حرکت میں آ سکتی ہیں۔

سابقہ ساری باتوں کا خلاصہ ڈاکٹر عبد الوہاب میسری کے الفاظ میں کچھ یوں ہے: اسرائیل محض ایک طیارہ بردار بحری بیڑا ہے...... قابض دشمن فلسطینیوں کو کبھی بھی کوئی حق نہیں دے گا...... مزاحمت ہی اصل حل ہے...... اسرائیل کی تباہی یقینی ہے...... پیشہ ور صہیونی زیادہ خطرناک ہے۔

یہ بیان کرنا بھی اشد ضروری ہے کہ یہود کے لیے امداد لے جانے والے بحری جہازوں کو باب المندب میں نشانہ بنانے کی کارروائی نے صلیبی صہیونی مغرب کے سارے اندازوں کا بیڑہ غرق کر دیا ہے، یہ کارروائیاں تو محض ایک آغاز ہیں اور ان سے خطے کی دیگر اقوام کو بھی یہ شعور ملے گا کہ اس طرح کی خفیہ کارروائیوں سے خطے میں، مغرب میں بلکہ جہاں کہیں بھی امریکی اور مغربی مفادات ہوں، انہیں ہدف بنایا جائے، اور اگر رمضان کا مہینہ شروع ہونے کے بعد بھی استقامت کے استعارے 'غزہ' میں مسلمانوں کا قتلِ عام اسی طرح جاری رہا تو عیاشی و حرام کاری میں مگن حکمرانوں سے مایوس خطے کی اقوام کے پاس اس کے سوا کوئی اور منطقی اقدام نہیں ہو گا۔ اور بے شک آنے والا کل دیکھنے والے کے لیے قریب ہی ہے۔

بہت جلد (ان شاء اللہ) قوموں پر لازم ہو گا کہ وہ تماشائی کی جگہ چھوڑ دیں، امت اور اس کے مصالح کا دفاع کریں، اور اپنے خطوں کو آزاد کروائیں، عسکری، سیاسی اور ذہنی استعمار کی برتری کے دور کو ختم کریں، تاکہ امت دوبارہ اٹھ کھڑی ہو اور اپنا وہ حقیقی کردار نبھائے جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے یعنی دنیا کی قیادت کرے۔

☆☆☆☆☆

---

[13] لیکن فاصلوں کی یہ کمی کن کن کے درمیان ہو گی؟ اور کس بنیاد پر ہو گی؟ کیا جنگ سے پہلے کے کمزوروں اور طاقتوروں کے درمیان فاصلے کم ہوں گے؟ یا انسانیت اس سے سبق سیکھ کر رواداری کے ساتھ مل جل کر رہنے کا ایک ایسا نظریہ وضع کرے گی جس سے جنگ کا امکان ختم ہو جائے؟ یا پھر اسلام اور مسلمان ایک بار پھر دنیا کی قیادت سنبھالیں گے؟

[14] سفاک نیتن یاہو کے خیال میں یہ خطے میں یہود کے مستقبل کو درپیش کسی بھی خطرے سے نمٹنے کا بہترین موقع ہے، اس کا خیال ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سائکس پیکو کے بعد ایک بار پھر خطے کے ممالک کی بندر بانٹ کی جا سکتی ہے۔ لیکن کیا سفاک نتن یاہو کوئی ایسا آر یا پار والا جنگی اقدام کر سکے گا جس وہ خطے کو ایک کھلی جنگ میں دھکیل کر امریکہ اور اس کے یورپی دم چھلوں کو بھی میدان میں گھسیٹ لائے؟ میرے خیال میں یہ احتمال بھی بعید نہیں، یوکرین اور فلسطین میں عالمی جنگ کا طبل پوری قوت سے پیٹا جا رہا ہے اور کسی معمولی واقعے سے بھی اس کے شعلے بھڑک سکتے ہیں۔

# مغربی غلبے کا خاتمہ

## (غزہ و مابعد کے ورلڈ آرڈر میں لاقانونیت اور مواقع)

ابو انور الہندی

### تعارف

یوکرین اور غزہ ایک زوال پذیر مغرب کے ضعف کا پردہ چاک کر رہے ہیں۔

یوکرین میں مغرب عسکری و معاشی دونوں اعتبار سے ہار رہا ہے۔ نیٹو کی مکمل حمایت و تعاون اور یوکرین کو بے شمار اضافی اسلحے کی فراہمی، یہاں تک کہ ان کے اپنے ذخائر گھٹ کر خالی ہونے کو آ گئے، اس سب کے باوجود اس تنازع میں روس کو عسکری غلبہ حاصل ہے۔ معاشی اعتبار سے روس پر سخت ترین پابندیاں عائد ہیں، حتیٰ کہ سوئفٹ (SWIFT: عالمی بینکاری نظام میں بین الاقوامی بینکوں میں برقی ذرائع سے پیسوں کی منتقلی کا نظام) سے اخراج اور ڈالر کے ذخائر تک ضبط کر لیے گئے ہیں، اس کے باوجود یہ امر روس کی اقتصادی کارکردگی کے یورپ کی کارکردگی سے آگے بڑھنے میں مانع نہیں ہوا۔ مزید برآں، یہ صورتحال بین الاقوامی قانون اور انسانی حقوق کے اصول کی لاچاری، اور ایک بدلتے ہوئے ورلڈ آرڈر کو مزید واضح اور نمایاں کرتی ہے۔

### بین الاقوامی قانون کا اضمحلال

ہم آج اپنے سامنے بین الاقوامی قانون اور مغربی جمہوری معیارات کے ٹوٹنے، بکھرنے اور کھوکھلے پن کے سبب ڈھیر ہو جانے کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ جنیوا اور ویانا کنونشن کی طرز کے معاہدوں کی بنیاد ہی اس تصور پر قائم ہوئی تھی کہ ریاستوں کو ہر حال میں مجموعی فلاح کے حصول کی خاطر ان اصول و قواعد کی پابندی کرنا ہو گی۔ ان معاہدات کے سبب ریاستوں کے مابین اعتماد کا بنیادی رشتہ استوار ہوتا تھا۔

لیکن اگر ریاستیں ان اصولوں کو خیر باد کہہ کر ان بنیادی قواعد کی خلاف ورزی کرتی ہیں تو اس سے دیگر ریاستوں کو بھی ایسا ہی تعامل کرنے کی جرأت ملتی ہے۔ اسرائیل نے شام میں موجود ایرانی سفارت خانے پر بمباری کی، جو کہ ویانا کنونشن کی صریح خلاف ورزی تھی، چند ہی دنوں بعد میکسیکو نے ایک سیاستدان کو گرفتار کرنے کی خاطر ایکواڈور کے سفارتخانے پر حملہ کر دیا، جو اپنی جگہ ایک ناقابلِ قبول خلاف ورزی تھی۔ اگر اس قسم کی خلاف ورزیاں معمول کا حصّہ بن جاتی ہیں اور ریاستیں عالمی ملامت و مذمت کے باوجود بلا خوف و خطر قوانین کی خلاف ورزیاں جاری رکھتی ہیں تو جلد ہی بین الاقوامی برادری ان قوانین کی پروا کرنا چھوڑ دے گی۔

مصر و شام جیسے علاقوں میں ہم اسی امر کا مشاہدہ کر رہے ہیں جہاں بشار اور سیسی جیسے جابر آمروں نے کسی بھی قسم کے محاسبے و سزا سے بے فکر ہو کر بے شمار مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ ان میں سے ایک کو امریکی حمایت حاصل تھی تو دوسرے کو ایران و روس کی۔ لیکن اب یہ رجحان عالمی سطح پر عام ہو جائے گا اور مضبوط و طاقتور ریاستیں ان نام نہاد بین الاقوامی قوانین کو نظر انداز کیا کریں گی۔

اور ہم تو سالوں سے یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ قوانین تو روزِ اوّل سے ایک مذاق سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے، مگر اب بالآخر پوری دنیا کے لیے یہ حقیقت ظاہر و باہر ہو چکی ہے۔

### نسل کشی میں مغربی شراکت داری

عین اس دوپہر کہ جب بین الاقوامی عدالت برائے انصاف نے اسرائیل کے خلاف دائر نسل کشی کے مقدمے میں اسرائیل کے خلاف فیصلہ دیا، اسرائیل نے انروا (UNRWA: اقوامِ متحدہ کا ادارہ برائے امداد و اعانتِ فلسطین) پر بنا کسی ٹھوس بنیاد یا شواہد پیش کیے، حماس کے ساتھ تعاون و شراکت کا الزام عائد کیا، جس کے سبب اکثر مغربی ممالک نے یکایک انروا کی فنڈنگ بند کر دی، اور نتیجتاً غزہ میں عملی طور پر قحط و فاقہ زدگی کی پالیسی کا نفاذ ہو گیا۔ متعدد ممالک میں یوں یک دم اس فیصلے کا نفاذ واضح طور پر اس اقدام کے سوچے سمجھے اور ایک مربوط و منظم اقدام ہونے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ انروا کی فنڈنگ قطع کرنے کا فیصلہ محض چند گھنٹوں میں نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی ملک میں ایسے فیصلے کے نفوذ کے لیے مختلف اداروں، وزارتوں اور حکومتی نظاموں سے گزرتے ہوئے ایسے فیصلے پر عملدرآمد کے لیے کم از کم بھی ہفتے بھر کا وقت درکار ہے۔ مغربی ممالک غزہ میں اس نسل کشی کی تیاری اگر سالہا سال نہیں، تو مہینوں سے کر رہے تھے۔

غزہ نے مغرب کی نسلی عصبیت کو واضح کر دیا ہے۔ اگر اس قسم کے مظالم یورپی باشندوں پر ڈھائے جاتے تو ان کا جواب اور ردعمل بے حد مختلف ہوتا۔ مگر چونکہ اس سب ظلم و ستم کا نشانہ مسلمان اور بالخصوص غیر مغربی مسلمان ہیں، اس لیے مغرب کو ان کی کوئی پروا نہیں۔ پروا تو دور کی بات، بلکہ وہ درحقیقت اس نسل کشی کے لیے سہولت کاری کر کے خود بھی اس میں حصّہ دار ہیں۔

اسرائیلی جرائم میں ان کی یہ شراکت داری، جس کے اسباب میں ایک معلوم حصّہ ان کی نسلی عصبیت کا بھی ہے، ہر قانونی تعریف پر پورا اترتی ہے اور انہیں تمام اسرائیلی جرائم میں برابر کا حصّہ دار اور شریکِ جرم ٹھہراتی ہے، ان جرائم کے ارتکاب سے پہلے، ان کے دوران اور ان کے بعد بھی۔

## حقوقِ انسانی کا دھوکہ

حقوقِ انسانی درحقیقت مغربی غلبہ برقرار رکھنے کا ایک ذریعہ اور آلہ ہیں۔ غزہ نے مغرب کے اس دھوکے کا پردہ بھی چاک کر دیا اور حقوقِ انسانی اور بین الاقوامی قانون کی بالادستی قائم رکھنے کے کھوکھلے مغربی دعووں کی حقیقت کو سب پر عیاں کر دیا۔ تقریباً ایک صدی یا اس سے زائد تک مغرب پوری دنیا اور بالخصوص مسلمانوں کو حقوقِ انسانی اور حقوقِ نسواں پر درس دیتا رہا، مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ امریکی سیاسی طبقہ اسرائیل کی ہر حرکت اور ہر جرم کا دفاع کرتا ہے۔ اسرائیلی قوم و معاشرے کا رویّہ آج جانوروں سے بدتر ہے، مگر امریکہ ان کے اس رویّے کے دفاع میں توجیہات گھڑنے میں مصروف ہے۔

آج امریکی زبانیں کھلے عام اور بے باکانہ ننھے بچوں کو بھوک و پیاس سے دوچار کرنے، نسل کشی پر مبنی بیانات دینے، اقوامِ متحدہ کے لیے کام کرنے والے افراد پر تشدد کرنے اور رہائشی علاقوں پر بمباری کرنے کے حق میں جواز دیتی اور تائید کرتی سنی جاسکتی ہیں۔ یہ وہ ناقابلِ تصور مظالم ہیں جن کا مرتکب اسرائیل کے سوا کوئی دوسرا اور جن کا ہدف مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو وہ لازماً ان کی مذمت میں سب سے آگے ہوتے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں درحقیقت کسی کے حقوق کی پروا نہیں ہے۔ یہ محض ایک کھوکھلا اور خالی بیانیہ ہے۔ وہ محض ان اقدار کی حمایت و ترویج کرتے ہیں جو ان کے اپنے مفادات کے لیے مفید ہوں۔ اور جب کبھی یہی اقدار ان کے مفادات سے ٹکرانے لگیں تو وہ انہیں پس پشت پھینکنے سے قطعاً نہیں شرماتے۔ اگر اقدار (کا لحاظ اور ان کے مطابق عمل) بھی مشروط ہوں، تو فی الواقع وہ وجود نہیں رکھتے، بلکہ بعض ایسے حقائق پر شاہد ہوتے ہیں جو عموماً بیان نہیں کیے جاتے۔ اور سب سے پہلا اور بنیادی اصول جس پر مغرب کھڑا ہے وہ اپنا غلبہ اور سامراجیت بہر حال و صورت برقرار رکھنے کی حاجت ہے، چاہے اس حاجت کو پورا کرنے کی خاطر انہیں کسی قوم کو مستقلاً و دائماً نسل کشی سے ہی دوچار کیوں نہ کرنا پڑے۔

مغرب کو زندہ و متحرک رکھنے والی بنیادی قوت اس کی عالمی درجہ بندی کے اعتبار سے سب سے اونچے درجے پر اپنا مرتبہ برقرار رکھنے کی خواہش ہے۔

## جمہوریت کا کھوکھلابت

ایک بار پھر غزہ نے فریبِ جمہوریت بھی سب کے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے۔ نسل کشی کے خلاف کھلے عام اور بڑے پیمانے پر عوامی مخالفت کے مظاہروں کے باجود، تقریباً تمام مغربی ممالک کی حکومتیں اور بڑی اپوزیشن پارٹیاں اس کی حمایت کرتی ہیں۔ سیاسی طبقہ لوگوں کی خواہش و نظر کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے اس کی تائید و توثیق کرتا ہے۔ اور نام نہاد جمہوریت اگر عوام کو کوئی اختیار عطا کرتی ہے تو وہ محض اتنا سا ہے کہ وہ نسل کشی کے حامی اور نیو کنزرویٹو صہیونیوں[1] کی فہرست میں سے کس کو پسند کرتے ہیں جو الیکٹوریٹس کے بجائے ارب پتی سرمایہ داروں کو جوابدہ، ان کے نمک خوار اور وفادار ہیں۔

عوام اور عوامی رائے سے ان کی بے اعتنائی صاف نظر آتی ہے، اور وہ محض ان ارب پتیوں کی غلامی کرتے نظر آتے ہیں جو میڈیا اور اس کے بیانیے کو کنٹرول کرتے ہیں۔ عوام کے نسل کشی کے خلاف واضح موقف کے لیے سیاسی طبقے کی حقارت اور ان کا ہر قسم کے محاسبے اور جوابدہی کے احساس سے عاری ہونا، جمہوریت کے کھوکھلے پن کا کافی و بیّن ثبوت ہے۔ عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے والے عہدیدار انتہائی بے شرمی سے انہی جمہوری اصول و اقدار سے صرفِ نظر کرتے ہیں جنہیں وہ قائم کرنے اور برقرار رکھنے کے دعویدار ہیں۔

امریکہ میں اسرائیلی لابی بے پناہ اختیار و طاقت کی حامل ہے، اور اس کا مکمل طور پر اظہار بھی ہوتا رہا ہے۔ ان کی یہ طاقت بنیادی طور پر انتخابی مہمات میں نمائندوں کو دی جانے والی ہزاروں، لاکھوں ڈالر پر مشتمل خطیر رقومات کا حاصل ہے، یعنی کوئی بھی ایک مناسب و معقول قیمت پر ایک امریکی کانگریس مین یا سینیٹر کو خرید سکتا ہے، کیونکہ انہیں ہر ۲ سے ۶ سال کے عرصے میں نئے انتخابات کے لیے مہم چلانی پڑتی ہے۔

## شکستہ و فرسودہ نظام

مغربی ورلڈ آرڈر ناکام ہو چکا ہے۔ آج مغرب میں لاتعداد عام افراد غزہ میں جاری نسل کشی کے حوالے سے بپھرے ہوئے ہیں، مگر اپنے ممالک کو اسرائیل کے ساتھ تعاون و حمایت میں اسلحہ، معلومات، فضائی سرویلنس، اور کمک بھیجنے سے روکنے کی مد میں کچھ بھی کرنے اور کسی بھی طرح اثر انداز ہونے سے قاصر ہیں۔ ان کے گلے سڑے اور بدبودار سیاسی نظام انہیں کسی بھی قسم کا اختیار دینے سے قاصر ہیں، اور عوام اور سیاسی طبقے کے مابین موجود رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔

ایک قوم کی حیثیت سے ان کے پاس اس نسل کشی کو روکنے کا کوئی ذریعہ یا وسیلہ نہیں۔ جو بذاتِ خود ان کے خود اپنی زندگیوں کے حوالے سے قطعاً بے اختیار ہونے کی بھی علامت و دلیل ہے۔ وہ امیر و غریب کے درمیان ہر لحظہ بڑھتے اور پھیلتے ہوئے فاصلے کو روکنے پر قادر نہیں، آج جبکہ

---

[1] neocons: Neoconservativesطاقت کے زور پر اپنی رائے یعنی جمہوریت و دیگر اقدار کو نافذ کرنے کے حامی افراد جو مخاصمت و مداخلت پر مبنی خارجہ پالیسی کی حمایت کرتے ہیں اور سیاست میں قدامت پرست نظریات کی تائید کرتے ہیں۔

دنیا اپنے اوّلین ٹریلینئیرز (first trillions) کی طرف بڑھ رہی ہے، ترقی یافتہ ممالک میں بھی لوگ سڑکوں پر سوتے ہیں، بچے عسرت و تنگی میں پلتے ہیں اور تعلیمی نظام شکست وریخت کا شکار ہیں۔

یہ عجز وضعف ایک عمیق تربے اختیاری کا مظہر ہے، ان قوتوں کے سامنے لاچاری کا مظہر ہے جو مغربی معاشروں اور مستقبل کی سازو ساخت میں مصروف ہیں۔ غزہ میں نسل کشی کی مہم جمہوریت کے ان عیوب اور معذوریوں کو ظاہر کرتی ہے جو ہمیں اپنے ہی معاشرے اور مستقبل کے لیے پالیسیاں بنانے اور ترجیحات طے کرنے کے عمل میں مانع ہیں، اور نتیجتاً ان کے بننے اور نافذ ہونے کے عمل کو متاثر کرتی ہیں۔

## ایک بدلتی دنیا

غزہ میں جاری اسرائیل کی نسل کشی مہم میں مغرب کی شراکت داری اور تعاون کے حق میں، کوئی عذر یا جواز گھڑا نہیں جا سکتا نہ ہی اس کی کوئی تاویل کی جا سکتی ہے۔ کم از کم بھی دنیا کی دو تہائی اکثریت اس عریاں حقیقت کو تسلیم کرتی ہے۔

مغرب کی استعماری تاریخ اور اس کے نسلی تعصب سے بھرپور رویّوں سے جو غرور و تکبر اور گھمنڈ منسوب کیا جاتا ہے، اس کی ایک وجہ ان کا یہ یقین و اعتقاد بھی ہے کہ ان کے سوا دیگر دنیا کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ مگر آج کی 'دیگر دنیا'، چالیس پچاس سال قبل کی دنیا سے بے حد مختلف ہے۔ آج چین کی معیشت دنیا کی سب سے بڑی معیشت ہے، اور محض 'برکس (BRICS)' کے شرکاء ہی کل انسانیت کا ۶۰-۶۵ فیصد حصّہ ہیں۔ چین، روس، انڈیا، انڈونیشیا، برازیل اور جنوبی امریکہ کے اکثر علاقوں میں ایسی قابلِ قدر آبادیاں ڈھونڈنا مشکل ہے جو غزہ یا یوکرین پر ہی مغربی نکتہ نظر کی حامل یا حامی ہوں۔

گزشتہ دو یا تین صدیوں سے اہالیانِ یورپ نے اپنے بیانیے اور دنیا کے بارے میں اپنے نکتہ نظر کو از خود ہی سب سے مناسب، موزوں و معقول ترین توجیہ فرض کر رکھا تھا۔ ان کا یہ قیاس تھا کہ ہر اس شخص کو جو ان کے نکتہ نظر سے اتفاق نہیں رکھتا، محض (حالات و واقعات سے اچھی طرح باخبر ہو کر) دنیا کے برابر آنے کی ضرورت تھی تاکہ وہ مغرب کی (تصور شدہ) مہربانی کی قدر کر سکے۔ ہر نسل کی کوشش ہوتی کہ سراسر طاقت و قوت کے بل بوتے پر اپنے تصوّرِ جہاں کو دوسروں کے حلق سے نیچے اتارے۔ جو کوئی اس کے خلاف مزاحمت کرتا، اسے عموماً ختم کر دیا جاتا، جیسا کہ یورپ کی پچھلی پنج صد سالہ تاریخ سے ظاہر کہ جس کے دوران انہوں نے تین مکمل براعظموں کی مقامی آبادی کو تہہ تیغ کر دیا۔ فلسطینیوں پر جاری حالیہ ظلم و ستم اسی قسم کے نتائج کے حصول کی ایک اور کاوش ہے، لیکن یہ غالباً ایسی آخری کوشش ثابت ہو گی۔

کیونکہ یہ حکمتِ عملی اپنی تاثیر کھو چکی ہے۔ مغرب مزید اپنا نکتہ نظر ایک عالمگیر حقیقت کی حیثیت سے پوری دنیا پر مسلط نہیں کر سکتا۔ یہ گھمنڈ کہ 'باقی دنیا' کو مغربی 'حکمت' سمجھنی اور ماننی ہی ہو گی، ایک فرسودہ استعماری ذہنیت ہے جو آج کی دنیا، جسے ہم بچشم سر دیکھتے ہیں، سے میل نہیں کھاتی۔ غزہ میں جاری نسل کشی مہم نے انسانیت کی اکثریت کے لیے اس قدیم تکبر کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ نفوسِ انسانی پر مشتمل بڑی بڑی آبادیاں اب مغربی بیانیے سے اتفاق نہیں رکھتیں جس سے عالمگیر اقدار اور حقوقِ انسانی جیسے اصولوں کی آفاقیت کے دعووں کی قلعی کھل جاتی ہے۔

## نتیجہ

غزہ کے معاملے پر مغرب کا حالیہ کردار ایک تاریخی تبدیلی کا مظہر ہے۔ یہ ان اصولوں کے کھوکھلے پن کی قلعی کھول کر رکھ دیتا ہے جن کو مغرب نے ایک طویل عرصہ آفاقی اور عالمگیر قرار دیے رکھا...... یعنی حقوقِ انسانی، بین الاقوامی قانون، اور محاسبہ و جوابدہی جیسی جمہوری اقدار۔ دنیا کی اکثریت کے لیے غزہ نے اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ مغربی بیانیہ کبھی بھی پوری دنیا پر ایک دائمی تسلط برقرار رکھنے کے لیے استعمال کیا جانے والے ایک بہانے سے بڑھ کر کچھ نہ تھا۔ اور جیسے جیسے دنیا کے سٹیج پر اختیار و اقتدار کی حامل نئی قوتیں ابھر رہی ہیں، مغرب کے لیے اپنے بیانیوں کو آفاقی و قطعی سچائیوں کے طور پر دنیا پر مسلط کرنا ممکن نہیں رہا۔ غزہ میں نظر آتے حقائق، اکثر ممالک کے لیے مغربی اخلاقی بالادستی کے دعووں کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں، اور ایک ایسے ورلڈ آرڈر کی شکل واضح نظر آنے لگتی ہے، جو جن اصول و اقدار کا داعی و مبلغ ہے، انہی کی اساسی خلاف ورزی کا مرتکب بھی ہے۔

بہر کیف، یہ روبہ انقلاب ورلڈ آرڈر جہاں بہت سی چیزوں کے درہم برہم ہونے کا سبب ہے، وہیں اس میں بہت سے مواقع بھی پنہاں ہے۔ انتشار ایک سیڑھی کا کام بھی دے سکتا ہے۔ اب یہ مجموعی طور پر امتِ مسلمہ اور بالخصوص مجاہدین کا کام ہے کہ وہ اس تاریخی اور انتہائی اہم و نازک موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم پچھلی غلطیوں سے بچیں، مؤثر تدابیر اپنائیں اور غلبہ و سلطہ پر مبنی نظریات کی ذہنی قید سے چھٹکارا حاصل کریں۔ تغیّر و انقلاب دنیا کے نقشے میں اسلامی زمینیں اور علاقے تراشنے کا موقع و امکان فراہم کرتا ہے، بشرطیکہ ہم اس موقع سے کماحقہ فائدہ اٹھائیں اور اس کے مطابق تدبیر کریں۔ اگرچہ یہ وقت پرآشوب ہے، لیکن یہ ایک نئی دنیا کی پیدائش کا درد والم ہے۔ میں اپنی بات کا اختتام قاری کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ان وعدوں کی یاد دہانی کے ساتھ کرتا ہوں، جس ربّ العالمین نے فرمایا:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (سورۃ المجادلۃ:۲۱)

اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب آئیں گے۔ یقین رکھو کہ اللہ بڑا قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (سورۃ النساء:۷۴)

لہٰذا اللہ کے راستے میں وہ لوگ لڑیں جو دنیوی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ دیں۔ اور جو اللہ کے راستے میں لڑے گا، پھر چاہے قتل ہو جائے یا غالب آجائے، (ہر صورت میں) ہم اس کو زبردست ثواب عطا کریں گے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں، ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا، اور ان کے لیے اس دین کو ضرور اقتدار بخشے گا جسے ان کے لیے پسند کیا ہے، اور ان کو جو خوف لاحق رہا ہے، اس کے بدلے انہیں ضرور امن عطا کرے گا۔ (بس) وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے تو ایسے لوگ نافرمان ہونگے۔ اور نماز قائم کرو، اور زکوۃ ادا کرو، اور رسول کی فرماں برداری کرو، تاکہ تمہارے ساتھ رحمت کا برتاؤ کیا جائے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

اور یہ وعدہ اللہ نے کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس لیے کیا کہ وہ خوشخبری بنے اور تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو، ورنہ مدد کسی اور کے پاس سے نہیں، صرف اللہ کے پاس سے آتی ہے۔ یقیناً اللہ اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔

☆☆☆☆☆

## بندوں کی نصرت میں الٰہی سنت

اپنے بندوں کی نصرت و غلبے اور اپنے دشمنوں کی سرکوبی کے سلسلے میں الٰہی سنت یہ جاری ہے کہ وہ باغیوں کو عین ان کے عروج کے دور میں پکڑتا ہے جب وہ سازوسامان پر تکبر سے پھول رہے ہوتے ہیں، دوسری طرف اپنے مطیع بندوں پر اپنی نصرت ایسے وقت بھیجتا ہے جب وہ بے سروسامان ہوتے ہیں اور کمزوری وبے مائیگی کا اعتراف کرتے ہیں۔

ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الورثین (سورۃ القصص:۵)

ترجمہ: اور ہم یہ چاہتے تھے کہ جن لوگوں کو زمین میں دبا کر رکھا گیا ہے ان پر احسان کریں ان کو پیشوا بنائیں، انہی کو (ملک ومال کا) وارث بنادیں۔

یہ اس لیے ہے تاکہ کوئی بھی فتح کو اپنے یا کسی دنیاوی سبب جیسے تجربہ، مہارت، اچھی تدریب، اسلحے کے اچھے استعمال اور ٹیکنالوجی کی برتری کی طرف منسوب نہ کرے۔ بالعموم جہاد اور بالخصوص فتح کے بڑے مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اقرار واعتراف کیا جائے کہ نصرت صرف اور صرف اللہ جل جلالہ کی جانب سے ہے، اس معنیٰ عبودیت کا مستقر قلب انسانی ہے اور اسکے آثار زبان واعضا سے ظاہر ہوتے ہیں۔

غزوہ احد میں صحابہ کرام پر آنے والی آزمائش کی بعض حکمتوں کو آشکار کرتے ہوئے قرآن ارشاد کرتا ہے:

...ولیمحص اللہ الذین آمنوا ویمحق الکافرین (آل عمران:۱۴۱)

ترجمہ: اور مقصد یہ بھی تھا کہ اللہ ایمان والوں کو میل کچیل سے نکھار کر رکھ دے اور کافروں کو ملیامیٹ کرڈالے۔

امریکا گناہ وظلم اور سرکشی پر مبنی ریاست ہے، یہ ہم پر اللہ کا انعام ہے کہ اسے ہمارے ذریعے اور ہمیں اس کے ذریعے آزمایا، اور اس نے محض اپنے فضل واحسان سے ہمیں اپنے لشکر کا حصہ بنایا جس کے ذریعے وہ اپنے دین کو قائم اور دشمنوں کو نابود کریگا۔

**من خواطر الشیخ الشہید ابی یحیی اللیبی رحمہ اللہ**

# کیا مسجد اقصیٰ ہماری نہیں؟

سہیل سالک

رمضان کا آغاز ہوتے ہی حرمین شریفین میں نور کا سماں ہو جاتا ہے۔ دور دراز کے ملکوں سے آنے والے زائرین کی رونق سے اللہ کے گھر میں خوبصورت سماں ہوتا ہے۔ رحمتوں کے موسم میں اللہ کے گھر کے گرد طواف کرتے، لبیک اللھم لبیک کا ورد کرتے عشاق کے مناظر، ہر صاحب ایمان کا دل گرماتے ہیں۔ اللہ کا وہ گھر، جہاں سے کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹتا، جہاں جا کر شاہ و گدا ایک ہو جاتے ہیں، جہاں کی فضا ایسی مسحور کن اور سکینت بھری ہوتی ہے کہ ایک بار جو مسلمان وہاں چلا جائے اس کا وہاں سے واپس آنے کو جی ہی نہیں کرتا۔

حرم کے صحن میں کعبے کا طواف کرتا ہر چہرہ چمکتا محسوس ہوتا ہے۔ اور وہ کیوں نہ چمکے، وہاں موجود کتنے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو پوری زندگی ایک ایک پائی جمع کر کے اس در تک پہنچ پاتے ہیں، کتنے ہی ایسے جوان ہوں گے جو اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچنے کی خواہش کو تکمیل ہوتا آخر بڑھاپے کی سفید داڑھی اور جھریوں زدہ چہرہ لیے دیکھ پاتے ہیں۔ اللہ کا وہ گھر جس کی بنیادیں ہم سب کے والد آدمؑ نے ڈالیں، جس کو دوبارہ اللہ کے خلیل علیہ السلام اور ذبیح اللہ علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ یہ ایسی بابرکت زمین ہے جہاں پر عظیمتوں کی عظیم الشان داستانیں رقم ہوئیں، جہاں ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام اکیلے دشت و بیاباں میں اللہ کے سہارے پر رہ گئے، جہاں چاہ زمزم اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں مارنے کے سبب باذن اللہ پھوٹ پڑا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر، وہ جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش ہے۔ جہاں پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن گزرا ہے۔ جہاں پر ان کا لڑکپن گزرا ہے۔ جس کی گلیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں کھیلے ہیں۔ جہاں پر اللہ کا آخری پیغام پہلی بار روح القدس غار حرا میں نبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے۔ جہاں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے پیارے صحابہؓ پر حق پر چلنے کی پاداش میں مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ یہ وہ گلیاں ہیں جہاں بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی احد احد کی پکار کی گونج آج بھی سنائی دیتی محسوس ہوتی ہے۔

اللہ کے گھر جو جائے...... یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو نہ جائے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی طرف بھی رمضان کے مہینے میں عاشقین رحمت دو جہاں کثیر تعداد میں دیوانہ وار پہنچنے لگتے ہیں۔ مدینہ سے مسلمانوں کو ایسا عجیب لگاؤ ہے کہ اپنے اپنے ملکوں میں بیٹھے...... مدینہ سے میلوں دور...... مدینہ کے عقیدت مند جب لہک لہک کر اس کی شان کے قصیدے پڑھتے ہیں تو بے اختیار آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ اور مدینہ کی شان کیوں نرالی نہ ہو! ...... یہ تو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ہجرت ہے۔ یہیں پہ بدر و احد کے معرکے سجے ہیں۔ یہیں انصار و مہاجرین کی نشانیاں ثبت ہیں۔ یہاں اس امت کی پہلی اسلامی حکومت قائم کی گئی ہے۔ یہاں سے امت کے عروج کی بنیاد پڑی ہے...... یہیں ہمارے نبی کے دن اور راتیں گزری ہیں...... یہاں ہی نبی الملاحم نے صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لشکروں کی سپہ سالاری کی۔ یہیں سے جہاد کے لیے لشکر روانہ کیے گئے ہیں۔ اسی مسجد کے منبر پر رسول الامین صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبے دیے ہیں۔ یہیں بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی اذانیں گونجا کرتی تھیں، یہیں ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، یہیں پہ ہمارے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں! یہیں ابو بکرؓ و عمرؓ کی خلافتوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ یہیں سے روم و فارس کو فتح کرنے والے قافلے نکلا کرتے تھے۔ یہیں قیصر و کسریٰ کے محلوں کے قیمتی ہیرے جواہرات غنیمت کے سامان میں لا کر امیر المومنین کے قدموں میں ڈالے جاتے تھے۔

شائقین و طلبگاروں کی یہاں بھیڑ کیوں نہ ہو۔ مکہ اور مدینہ کی زیارت دنیا میں پائے جانے والے ہر مسلمان کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے۔ حرم مکی و مدنی میں جب دور دور سے آئے مسلمان نظر آتے ہیں تو دل کی بڑی عجیب حالت ہوتی ہے۔ دنیا کا کوئی ایسا کونہ نہ ہو گا جہاں کا مسلمان حرمین شریفین کے دیدار کو نہ آیا ہوا ہو۔ روس کی برف پوش بستیاں ہوں یا افریقہ کے جنگلات کے درمیان گھری جھونپڑیاں، امریکہ کے گورے باشندے ہوں یا ہندوستان کے گندم گوں باشندے۔ یمن کے عرب ہوں یا ترکی کے عجم...... ہر طرح کے رنگ و نسل کے لوگ وہاں ایک ہی رب اور ایک ہی قبلے کی جانب رخ کیے عبادت میں مشغول نظر آتے ہیں۔ اللہ کا ہر بندہ اپنے خالق کے سامنے جھکا، گریہ وزاری میں مصروف، کعبے کے غلافوں سے لپٹ لپٹ کر معافی کی درخواستیں کرتا اور عجز و انکساری سے اپنے مالک کے حضور التجائیں کرتا نظر آتا ہے!

آگے بڑھنے سے پہلے، ایک لمحہ یہیں ٹھہر کر سوچیں!

اللہ کے گھر کے شیدائیوں اور حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں نے مکہ اور مدینہ کی ایمان افروز فضا سے بامشرف ہوتے ہوئے کبھی یہ سوچا ہے کہ، اسی دنیا کے تیسرے سب سے مقدس مقام میں کتنے رمضان بالکل خاموشی اور خوف کی حالت میں آ کر گزر جاتے ہیں اور ہم میں سے کسی کو احساس بھی نہیں ہوتا۔ اللہ کے نبیوں علیہم السلام کی سرزمین، وہ بابرکت زمین جس کا ذکر اللہ نے سورۃ الاسراء میں کیا ہے، حرم ثالث میں ان گنت رمضان خوف و دہشت اور افراتفری میں گزر جاتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے جس مقدس جگہ کی بشارت بنی اسرائیل کو ملی تھی، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش، ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقام اسراء و معراج، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی میراث، جو اس دنیا کا پاکیزہ ترین مقام ہے مگر چاروں جانب سے ناپاک یہودیوں، بندروں اور خنزیروں کی اولادوں کے نجس اجسام کے گھیرے میں ہے۔

وہاں کے نمازی یقیناً اس دنیا کے سب سے خوش قسمت نمازی ہوں گے۔ وہاں کے باشندے دنیا کے بہترین لوگ ہوں گے، تب ہی تو اللہ نے ان پر مسجد اقصیٰ کے دروازے کھول دیے ہیں جبکہ پوری دنیا کے مسلمان باشندے اس کی زیارت کے شرف سے محروم ہو چکے ہیں۔

۱۴۴۴ھ کے رمضان کا سورج بھی اسی افراتفری، خوف وہراس کے درمیان طلوع ہوا تھا۔ مگر سلام ہو القدس اور فلسطین کے باشندوں کو جنہوں نے مسجد الاقصیٰ کی حفاظت کا حق ادا کیا۔ نہتے اور صرف ڈنڈوں سے لیس، جوان، بوڑھوں اور عورتوں نے اس کی حفاظت کے لیے سب کچھ سہا۔ سلام ہے ان استقامت کے پہاڑوں پر جو آتش و آہن کی بارش کے درمیان وہاں نمازیں ادا کرتے رہے۔ یہودیوں کے گستاخانہ اور ناپاک عزائم کے سامنے ایک دیوار بنے رہے۔ مسجد الاقصیٰ کے تقدس کو بچانے کو وہاں اعتکاف کرتے رہے۔

اور وہ یہ کام صرف ایک بار، دوبار یا سہ بار نہیں کر چکے، بلکہ دہائیوں سے وہ مسجد الاقصیٰ، حرم ثالث کی خاطر قربانیاں دیتے آرہے ہیں۔ گولہ بارود کی برسات ہو، یا گرفتاریاں، حصار ہوں یا گھروں کی بے آبادیاں، یہودیوں کی بدمعاشیوں کو سہنا ہو یا اپنے تقدسات کی پامالی، وہ اس سب کو سہنے کے باوجود مسجد الاقصیٰ کی حفاظت کے لیے پچھلے ۷۰ سال سے زیادہ عرصے سے ڈٹے ہوئے ہیں۔

اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارے الفاظ اور نعرے ان کی جدوجہد کے سامنے بالکل کھوکھلے لگتے ہیں جبکہ وہ پوری امت کی جانب سے یہ فرض ادا کر رہے ہیں۔

حماس کی جانب سے طوفان الاقصیٰ اور پھر اس کے بعد اسرائیل کی جانب سے غزہ کی اٹھارہ سال سے چلی ناکہ بندی کے اوپر ایک اور ناکہ بندی بھی مسجد اقصیٰ کے دفاع میں اٹھنے والی ایک لہر ہے۔ جس نے دنیا کے باقی مسلمانوں کو تو جہاں خوش کیا ہی ہے وہیں فلسطینی مسلمانوں میں بھی ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ اور کیوں نہ ہو، ان کو مسجد الاقصیٰ سے جتنی شدید محبت ہے، شاید ہی دنیا میں کسی دوسرے مسلمان کو ہو۔ فلسطین میں اگر کسی ان پڑھ اور دنیا سے بالکل بے خبر شخص سے بھی پوچھ لیا جائے، چاہے وہ چھوٹا بچہ ہو یا سن رسیدہ بزرگ، کہ حرم ثالث کون سا ہے...... تو اس کے چہرے پر ایک عجیب سی چمک اور ہونٹوں پر مجذوبانہ مسکراہٹ تیر جاتی ہے اور بلا تاخیر اس کا جواب 'مسجد الاقصیٰ الشریف' ہی ہوتا ہے!

اور وہ اس کی خاطر 'اپنی ہر وہ چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار' بھی قربان کرنے کو تیار ہیں۔ حتیٰ کہ غزہ کی اس بے نظیر وحشیانہ اور سفاکانہ بمباری میں بھی اپنے گھر کے ملبے کے ڈھیر پر کھڑے بھی 'صامدین! صامدین!' کا نعرہ لگاتے نظر آرہے ہیں۔ بھوک اور پیاس سے نڈھال، آنکھوں میں آنسو سجائے ہوئے ہیں مگر ”بالروح بالدم نفدیک یا اقصی“ کے نعرے لگا رہے ہیں! چھوٹے چھوٹے بچوں کے ادھڑے ہوئے لاشے اٹھائے بے بسی سے چلا رہے ہیں ”ثابتین! ثابتین! ...لن نستسلم ولا نغادر!“

کیا ہم مسلمانوں نے کبھی سوچا ہے کہ مسجد اقصیٰ کی خاطر قربانی دینا کیا صرف فلسطین کے مسلمانوں کا ہی فرض ہے؟ کیا یہ صرف غزہ کی بیس لاکھ آبادی پر ہی فرض ہے کہ وہ اسرائیل کا ہر ظلم صبر سے سہتے رہیں؟ یا فلسطین کی مغربی پٹی میں بسنے والے مسلمان ہی اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ وہ اقصیٰ کو یہودیوں کی ناپاک سازشوں سے بچانے کی خاطر کٹتے رہیں؟ کیا باقی کے ۲ ارب مسلمان صرف مظاہرے کر کے یا سوشل میڈیا پر فلسطینی مجاہدین کی تعریف کر کے اور ان کا حوصلہ بڑھا کر اس فرض سے بری ہو جاتے ہیں؟ فلسطین کے بھوکے پیاسے ثابت قدم عوام کو ہم پیٹ بھرے لوگ صبر کی تلقین کرتے کیا اللہ کے سامنے سرخرو ہو سکتے ہیں؟

کیا ہمارا رب ایک نہیں؟ کیا ہم سب کے نبی ﷺ ایک نہیں؟ کیا ہمارا قبلہ ایک نہیں؟ کیا مسلمان ایک امت نہیں؟

اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر ایک لمحے کو تصور کیجیے!

آپ کے ہنستے بستے گھر پر ایک بم آکر گرتا اور اس گھر کے ملبے میں دفن ہونے والے غزہ کے مسلمان نہیں بلکہ آپ کے اپنے گھر والے ہیں......

ملبے کے نیچے سے زخمی حالت میں نکلنے والی آپ کی اپنی بہن ہے...... ہسپتال میں پہنچنے والے شہداء آپ کے شہداء ہیں...... وحشت زدہ نظروں سے چاروں طرف اپنی ماں کو تلاش کرتا بچہ آپ کا بچہ ہے!......

بے شک فلسطین میں موجود ہر مسلمان ہمارا ہی ہے...... ہم مسلمان ایک جسد کی مانند ہیں...... اگر ہمارے جسم کا کوئی عضو تکلیف میں مبتلا ہو تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جسم کا دوسرا حصہ سکون سے ہو...... مگر یہ کیوں ہے کہ مسجد اقصیٰ کی خاطر فلسطین میں مسلمان کٹتے رہیں مگر ہم صرف ٹی وی پر خبریں دیکھ کر آنسو ہی بہاتے رہیں؟ یا سوشل میڈیا پر تبصرے کرتے رہیں...... ہم تو چاہتے ہیں کہ ہمیں خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہانہ پڑے اور پھر بھی ہمارا نام فلسطین کے مسلمانوں کے ساتھ لکھ دیا جائے...... ہمیں کوئی قربانی نہ دینی پڑے مگر پھر بھی مسجد اقصیٰ کسی طرح آزاد ہو جائے۔

کیا صرف ہمارے یہ آنسو وہاں آگ اور بارود کی بارش کو بجھا سکتے ہیں؟ نہیں! جب تک ہم صرف آنسو بہانے پر اکتفا کریں گے، کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 37 پر)

Documentary Film | مستند فلم | دستاویزي فلم | তথ্য-চলচ্চিত্র | فيلم وثائقي

# طوفان الأقصىٰ
# THE AQSA STORM
# তুফানুল আকসা

**حصہ اول:** اسرائیل کے قیام معرکۂ طوفان الاقصیٰ تک

**الجزء الأول: من نشأة إسرائيل حتى معركة طوفان الأقصى**

প্রথম পার্ট: ইসরাইল প্রতিষ্ঠার সময় থেকে অপারেশন তুফানুল আকসা পর্যন্ত

**لومړۍ برخه: د اسرائيل له قيام څخه د طوفان الاقصی تر عملياتو پورې**

Part 1: From the founding of Israel… To the Al Aqsa Storm

ادارہ السّحاب، برّصغیر

As-Sahab Media (The Subcontinent)

English | پښتو | اردو | বাংলা | عربية

al-sahab.io | matboaatedawat.org

# فقط چند روز......

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

ہر دن نئے چرکے، ہر دن غزہ، اقصیٰ میں نئے غم لیے طلوع ہوتا ہے، اسرائیل امریکہ کی چھتر چھاؤں میں غزہ پر بمباریوں اور مسجد اقصیٰ پر اس کے تقدس کی پامالی کے اقدامات میں دن رات ایک کر رہا ہے۔ نُصیرات کیمپ پر تازہ ترین حملہ جس میں بیک وقت ٹینک، فضائی، زمینی حملے نہتی آبادی پر عورتوں بچوں کا شکار پوری ڈھٹائی کے ساتھ کھیلا گیا۔ ۲۷۴ فلسطینی شہید، ۴۰۰ زخمی، سڑکیں، اسپتال کے اطراف لاشوں سے پٹے پڑے، جذبے آخری سانسوں تک ان کے توانا ہیں، زخمی نوجوان اپنے ہی خون میں رنگے ہاتھ مگر پر عزم، کہتا ہے: جئیں گے تو عزت کے ساتھ، جان دیں گے تو عظمت کے ساتھ! مرثیے، نوحے، مزاحمتی شاعری سے کہیں توانا ایک ایک بچے، جوان، ۷۶ سالہ بوڑھے جوانمرد، (قدس میں وحشی اسرائیلی فوجیوں کے مقابل ڈٹا!) اور ۱۰۲ سالہ عورت کا جذبہ ہے! ان سے ہم کہتے ہیں:

عرصۂ دہر کی جھلسی ہوئی ویرانی میں
ہم کو رہنا ہے پر یوں ہی تو نہیں رہنا ہے
اجنبی ہاتھوں کا بے نام گراں بار ستم
آج سہنا ہے ہمیشہ تو نہیں سہنا ہے
...چند روز اور مری جاں فقط چند ہی روز...!

یہ دنیا سے، صفحۂ ہستی سے فلسطین کو مٹا دینا چاہتے تھے۔ واللہ! آج پوری دنیا فلسطین بن گئی، جھنڈے لہراتے شاہِ ڈنمارک، فرنچ ممبران پارلیمنٹ، اسپین بلکہ پورا یورپ اور اب جنوبی افریقہ! شرق تا غرب سبھی زندہ آزاد ممالک۔ (استثناء صرف غلام ذہن مسلم ممالک کی ہے۔) جنوبی افریقہ میں کیپ ٹاؤن کا ایک پورا علاقہ بوکاپ فلسطینی جدوجہد کا عکاس بنا کھڑا ہے۔ علاقے کی دیواریں الاقصیٰ کی تصاویر، فلسطینی تاریخ کا احاطہ کرتی پینٹ کر رکھی ہیں۔ فلسطینی جھنڈے ہر قدم، نعرے ثبت در و دیوار فلسطین سے یک جہتی کے سبھی پیغام لیے کھڑے ہیں! نصیرات میں بہا مقدس خون اب امریکہ کو اپنی گرفت میں لے چکا ہے۔ جو انقلاب کی سرخ لکیر بن کر وائٹ ہاؤس کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے! دیکھیے یہ مناظر۔ امریکہ بھر سے لال قمیضیں پہنے، لال جھنڈے اٹھائے لاکھ سے زیادہ مظاہرین "دی پیپلز ریڈ لائن" کے عنوان سے ولولہ انگیز، قتل عام روکنے کے متحرک کارکنان، طویل سرخ بینر لیے پوری وائٹ ہاؤس کی عمارت کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ اسرائیل پر ہتھیاروں کی پابندی، بائیڈن اور نائب صدر کملا ہیرس سے استعفے کا مطالبہ لیے کھڑے ہیں۔ یہاں زبان و بیان سے آتش بازی جاری ہے ظلم کے خلاف۔ امریکی استعماریت کے خلاف ہر طرف آواز بلند ہو رہی ہے۔ امریکہ بھر سے لوگ ۱۶، ۱۶ گھنٹے کا سفر کر کے یہاں اس تحریک کو مضبوط کرنے آئے ہیں۔ دو لڑکیاں جوش و جذبے سے لیس کہتی ہیں: یہ مظاہرہ نہیں، تحریک ہے۔ یہ ورکنگ کلاس ہے جو اسے منظم کیے ہوئے ہے، اس پورے نظام کو نکال پھینکنے کو جو لوگوں کو فلسطین میں بھی قتل کر رہا ہے اور یہاں بھی۔ گزشتہ ۸ ماہ میں غزہ میں خوفناک، دہشت گردی والی امریکی ایمپائر کی حقیقت واضح کر دی ہے اور اسرائیل کی استعماریت۔ اب ہم جان گئے ہیں ہمارا دوست کون ہے اور دشمن کون! غزہ نے دنیا کو اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ولا، براء پڑھا دیا! تکفیر بالطاغوت، کلمہ میں لا الٰہ کہنا سکھا دیا! شہداء کا خون بہتوں کو لا اللہ بھی پڑھا چکا! اللہ اکبر! ادھر ہم؟ نماز و روزہ و حج، یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے، بلکہ المناک یہ ہے کہ غزہ کے لیے امریکی تن من دھن کی بازی لگا رہے ہیں اور پاکستانی خونِ مسلم سے بے نیاز نیویارک میں کرکٹ (جوئے کی سرگرمی کے ہمراہ) کے نشے میں کھوئے ہوئے ہیں۔) ہم جان گئے ہیں کہ فلسطینی عوام اور دنیا کی ورکنگ کلاس کے دشمن عین یہاں! وائٹ ہاؤس میں بیٹھے ہیں، پینٹاگون اور کانگریس میں ہیں۔ ہم مکمل آزادی تک یہ جنگ لڑتے رہیں گے، نہ صرف فلسطین کے لیے بلکہ پورے گلوبل ساؤتھ (دنیا کے کم ترقی یافتہ ممالک) کے لیے۔ (ہماری لڑکیاں: ہم چھین کے لیں گے آزادی کے نعرے یوم نسواں پر (غزہ کے باوجود) لباس سے، اقدار و روایات سے آزاد ہونے کو لگاتی رہیں، نفس پرستی، ہوا پرستی میں!۔)

ایک اور گرما گرم ابلتی تقریر میں ایک مقرر نے کہا: ریڈ لائن نہ ڈیموکریٹ ہے نہ ری پبلکن، نہ وال اسٹریٹ، نہ وائٹ ہاؤس نہ پنٹاگون، نہ ہی پورا سرمایہ دارانہ نظام! صرف ہم عوام ہیں ریڈ لائن۔ سب یہ غزہ کے مبارک مقدس خون کی لکیر ہے جو یہاں کھنچ گئی ہے! آج پوری دنیا کا گوشہ گوشہ صہیونیوں، اسرائیلیوں کے خلاف تھرا اٹھا ہے۔

یہ سوال بھی اٹھ رہا ہے کہ شہدا کی تعداد ۴۵ ہزار نہیں ہے۔ یہ کم از کم ۲ لاکھ ہیں۔ موت کے اندراج کی بہت سی شرائط ہیں، مثلاً لاش پہچانے جانے کے قابل ہو۔ کوئی نہ کوئی عزیز تصدیق کرے، نوعیت کے سوالات۔ ۲۳ لاکھ آبادی مسلسل بے دخل، بمباریوں، بھوک، بیماری کا لقمہ تر۔ انسانی تاریخ کا ہولناک، اندوہناک ترین سفاک قتل عام ہے۔ جس پر نظام عالم بے قراری سے کروٹیں بدل رہا ہے۔ جمہوریت، سرمایہ دارانہ نظام، استعماریت سبھی نشانے پر ہیں، خود اسی نظام کے پروردہ عوام مضطرب ہو اٹھے ہیں اسے رد کرتے ہوئے۔ صرف غلام فکر طبقات ظالم آقاؤں سے کندھے جوڑے فدوی بنے اب بھی سلامی پیش کر رہے ہیں! عوام اور حکمرانوں

کے درمیان پوری دنیا منقسم ہو چکی۔ حکمران بہیمیت کے نمائندے بنے اسرائیل کے ہمنوا (اگرچہ بہت سے باضمیر حکمران تائب ہو چکے!) اور عوام بلا استثنا ہر جا فلسطین سے ہم آواز!

طلبہ کی بے قابو تحریک کے ساتھ ساتھ امریکہ کی اکیڈمک دنیا پر دھماکہ خیز حملہ ایک واشگاف پُر از حقائق مضمون سے ہوا جو قانونی دلائل و براہین پر مبنی ہے: Towards Nakba as a Legal Concept کولمبیا لا ریویو نہایت وقیع جریدہ ہے امریکہ کے نامور کولمبیا لا اسکول کا۔ یہ طلبہ کی سربراہی میں آزاد غیر منافع بخش جرنل کے طور پر چلایا جاتا ہے۔ مضمون چھپتے ہی ایک تہلکہ برپا ہو گیا اور جریدے کے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے (کمزوری، خوفزدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے) پوری ویب سائٹ ہی بند کر ڈالی۔ اشاعت کے طریق کار کو آڑ بنا کر فوراً مکمل آف لائن کر دیا۔ (یہ مقبولیت اور شہرت پانے والا مضمون نگار ربیعہ، فلسطینی نژاد، ہارورڈ لا اسکول سے پی ایچ ڈی کر رہا ہے) جریدے کے ایڈیٹر مضامین، سوہم پال نے کہا کہ یہ پہلے ہی کسی عام لا ریویو مضمون سے زیادہ پڑھا جا چکا ہے۔ اسے کئی ماہ طویل نظر ثانی کے بعد پاس کر کے شائع کیا گیا۔ طاقتور، باوزن خیالات، قانونی لیاقت وصلاحیت کو دبایا، خاموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تازہ ترین علمی جنگ ہے جو کولمبیا کیمپس اور دیگر اعلیٰ تعلیمی اداروں میں مختلف عنوانات سے جاری ہے۔ قبل ازیں ہارورڈ لا ریویو نے بھی ایک آن لائن آرٹیکل کو طویل ایڈیٹنگ کے مراحل سے گزرنے کے باوجود ووٹوں سے قتل کر دیا تھا۔ دنیا کو ڈائیلاگ، آزادی رائے، برداشت، رواداری کے اسباق پڑھانے والے، اسرائیل کی دم پر پاؤں آنے پر دہل اٹھتے ہیں۔ سو یہی جنگ جاری ہے عالمی سطح پر۔ مضمون کی تفاصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ حماس کی شرائط پر سیکورٹی کونسل میں جنگ بندی کی امریکی قرارداد کی منظوری (۱۰ جون) حماس کی سفارتی فتح تک خوش آیند ہے، تاہم عمل درآمد ندارد!

قافلے لبیک پکارتے حج کو رواں ہیں۔ کعبہ کا پردہ پکڑ کر (احادیث میں مذکور) رونے، اللہ کے حضور گریہ وزاری کرنے والے علماء کی امت منتظر ہے بے بسی کے عالم میں۔ فلسطین سے خالد نبھان کی پکار ہی دہرالیں وہ بھی اور ہم بھی: رب ابراہیم علیہ السلام کو پکارتے ہوئے کہیے: اللهم بردا و سلاماً علىٰ غزہ! (آمین)

(نصیرات کیمپ پر آسمانی، زمینی آگ کے گولوں کی برسات کے تناظر میں!)

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔ مستعار مضامین مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں۔ (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

## بقیہ: ظالم صہیونیوں کے خلاف بہادر شیروں کی انفرادی کارروائیوں کی تائید ونصرت

مظاہرے، ہڑتالیں اور دھرنے تو مغرب کے غیر مسلم نوجوان بھی کر رہے ہیں، لہٰذا آپ کو یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں، آپ پر طلائع التحریر اور محمد صلاح کے مجموعے (اللہ صہیونیوں کی گردنوں پر ان کے نشانوں کو درست کرے) کی طرح جہاد و قتال شرعاً قطعی طور پر واجب ہے۔ پس فرزندانِ اسلام شجاعت سے کام لیں اور اپنے اپنے مجموعات بنا کر یہود، امریکہ اور ان کے اتحادیوں کو سبق سکھا دیں، مصر کے نوجوانوں کی جانثاری کے نور اور انتقام کی آگ سے اپنے دِیے روشن کریں اور اپنے رب کے حکم سے ہر حقیر صہیونی کو نشانہ بنائیں۔ ظالم صہیونیوں نے جس طرح غزہ میں ہر چیز کو تباہی و بربادی کا نشانہ بنایا ہے اس کے بعد تو امتِ مسلمہ کا حق ہے کہ وہ بھی ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ○ (سورۃ البقرۃ: ۱۹۴)

”حرمت والے مہینے کا بدلہ حرمت والا مہینہ ہے اور حرمتوں پر بھی قصاص (بدلے) کے احکام جاری ہوتے ہیں، چنانچہ اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ویسی ہی زیادتی اس پر کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ابطالِ امت کے نشانوں کو درست کرے اور ان کی کوششوں میں برکت دے، بے شک وہی اس کا اہل اور اس پر قادر ہے، اور تمام تعریفیں اسی اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔

ذوالقعدہ ۱۴۴۵ھ

مئی ۲۰۲۴ء

☆☆☆☆☆

# اسرائیل مغربی کنارہ کتر رہا ہے

وسعت اللہ خان

چونکہ پوری دنیا کی توجہ اس وقت غزہ پر ہے لہٰذا وہاں سے اٹھنے والے گرد و غبار سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے مقبوضہ غربِ اردن کو اسرائیل جس تیزی سے کتر رہا ہے اس کے نتائج غزہ پر یلغار کے نتائج سے زیادہ دور رس ہوں گے۔

اس وقت اسرائیلی اسٹیبلشمنٹ پر ان آبادکار لیڈروں کا مکمل قبضہ ہے جو خود بھی ان بستیوں کے مکین ہیں جنہیں اقوامِ متحدہ متعدد بار غیر قانونی قرار دے چکی ہے۔ ایسی ہی ایک غیر قانونی بستی کے رہائشی انتہائی نسل پرست اسرائیلی وزیرِ خزانہ بیزلیل سموترخ ہیں۔ ان کے ہاتھ میں مقبوضہ مغربی کنارے کے انتظامی اختیارات بھی ہیں۔ گویا بلی کو دودھ کی رکھوالی مل گئی ہے۔

سات اکتوبر کے بعد سے نہ صرف غربِ اردن کے یہودی آبادکاروں کو مسلح کیا گیا تاکہ وہ غزہ پر دنیا کی مسلسل توجہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فلسطینیوں کی جتنی زمینوں پر قبضہ کر سکتے ہیں کر لیں۔ اس مشن میں انہیں قابض اسرائیلی فوج کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔ امریکہ اور جرمنی جیسے اندھے اتحادی بھی ان آبادکاروں کی حرکتوں پر بظاہر جز بز ہیں مگر اسرائیل کو اسلحے کی بھرپور رسد میں بھی کوئی کمی نہیں آنے دے رہے۔

جن تازہ زمینوں پر مسلح آبادکار قبضہ کر رہے ہیں، ان کی نیلامی امریکہ کے متعدد سینوگاگس (یہودی عبادت گاہیں) میں جاری ہے تاکہ مزید یہودیوں کو مقبوضہ فلسطین میں بسنے پر آمادہ کیا جائے۔

گزشتہ آٹھ ماہ کے دوران نہ صرف وزیرِ خزانہ سموترخ نے فلسطینی اتھارٹی کے لیے جمع کردہ محصولات کی آمدنی ضبط کر کے اتھارٹی کو کوڑی کوڑی کا محتاج بنانے کی کوشش کی ہے، بلکہ غیر قانونی یہودی بستیوں میں اضافی ساڑھے آٹھ ہزار گھر بنانے کی منظوری بھی دی ہے۔ یہ اعلان بھی کیا گیا ہے کہ اگلے ایک برس میں مزید ایک لاکھ یہودی آبادکاروں کو مقبوضہ علاقوں میں گھر تعمیر کرنے کے لیے بھاری سرکاری سبسڈی دی جائے گی۔

وزیرِ خزانہ نے یہ بھی کہا ہے کہ جو جو ملک فلسطینی اتھارٹی کو تسلیم کرے گا اس کے بدلے اسرائیل مقبوضہ علاقوں میں ایک اور نئی بستی بسائے گا۔ اس فارمولے کے تحت پانچ یورپی ممالک کی جانب سے فلسطینی اتھارٹی کو تسلیم کیے جانے کے بدلے پانچ یہودی بستیوں کے قیام کی منظوری دی جا چکی ہے۔ اس منصوبے میں مزید توسیع کی خاطر اسرائیلی حکومت نے چار سو چالیس فلسطینی دیہاتوں کے انتظامی اختیارات فلسطینی اتھارٹی سے چھین کر اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں تاکہ ان دیہاتوں میں صدیوں سے آباد مکینوں کو حسبِ ضرورت ”قانونی طور پر“ بے دخل کیا جا سکے۔

چونکہ نیتن یاہو حکومت ان آبادکاروں کی سیاسی حمایت کی بیساکھیوں پر قائم ہے۔ لہٰذا مخلوط حکومت میں شامل زائیونزم پارٹی کے سربراہ اور وزیرِ خزانہ سموترخ نے حال ہی میں اپنی پارٹی کے ایک اجتماع میں سینہ ٹھونک کے کہا کہ ”بطور وزیر ان کی پوری توانائی جوڈیا سماریا (غربِ اردن) میں نئے زمینی حقائق (یہودی بستیاں) تخلیق کرنے پر صرف ہو گی تاکہ ان علاقوں کو اسرائیلی ریاست میں مکمل طور پر ضم کیا جا سکے۔ ہم ان جغرافیائی حقائق کو قانونی تحفظ بھی دے رہے ہیں۔ اس تحفظاتی دائرے میں وہ قطعاتِ اراضی بھی شامل ہیں جن پر آبادکاروں نے حال ہی میں ملکیت کا دعویٰ کیا ہے اور ان کے ارد گرد باڑ لگا دی ہے۔ میری زندگی کا مقصد ایک فلسطینی ریاست کے قیام کے تصور کو مکمل دفن کرنا ہے“۔

بین الاقوامی قانون کے تحت قابض ریاست مقبوضہ علاقے میں طاقت کے بل پر زمینی حقائق نہیں بدل سکتی اور نہ ہی آبادی کے تناسب میں جبراً ردوبدل کر سکتی ہے۔ چنانچہ اس قباحت کو دور کرنے کے لیے وزیرِ خزانہ نے مقبوضہ علاقوں کے اہم انتظامی اختیارات اسرائیلی فوجی انتظامیہ سے وزارتِ خزانہ کو منتقل کر دیے ہیں۔

اپنی آسانی کے لیے یوں سمجھیے کہ مقبوضہ غربِ اردن کو اسرائیل نے تین انتظامی اکائیوں میں جبراً تقسیم کیا ہوا ہے۔ ایریا اے میں فلسطینی اکثریت والے شہری علاقے شامل ہیں جن پر بظاہر فلسطینی اتھارٹی کا کنٹرول ہے۔ مگر اسرائیلی فوج دہشت گردوں کی تلاش کے نام پر ایریا اے میں جب چاہے فلسطینی اتھارٹی کی اجازت کے بغیر گھس سکتی ہے۔ ایریا بی وہ علاقہ ہے جو فلسطینی اتھارٹی اور اسرائیل کے مشترکہ انتظام میں ہے۔ جب کہ ایریا سی (ساٹھ فیصد مقبوضہ غربِ اردن) جو رقبے کے اعتبار سے ایریا اے اور بی سے بھی مجموعی طور پر بڑا ہے۔ وہاں اسرائیلی فوج کی اجازت کے بغیر کوئی تعمیر نہیں ہو سکتی۔ اس پابندی کا عملی اطلاق یہاں آباد فلسطینی مکینوں پر ہے جو بلا اجازت گھر کا اندرونی نقشہ بھی نہیں بدل سکتے۔ بصورتِ دیگر ان کی املاک مسمار کی جا سکتی ہیں۔

البتہ یہودی آبادکاروں پر عملاً ایسی کسی پابندی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ مقبوضہ علاقے میں غیر قانونی طور پر بسنے کے باوجود اسرائیلی شہری تسلیم کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ فوجی قوانین کے بوٹ تلے جینے والے لاکھوں فلسطینیوں کے برعکس ان پر سویلین قانون لاگو ہوتا ہے۔

فوج سے سول اسٹیبلشمنٹ کو انتظامی اختیارات کی جزوی منتقلی کا مطلب یہ ہے کہ اب تعمیراتی قوانین، زرعی و جنگلاتی انتظام، پارکس حتیٰ کہ قدیم فلسطینی قبرستانوں کی قسمت کا فیصلہ بھی وزیرِ خزانہ کے ماتحت نوکر شاہی کرے گی۔ یعنی بلی نے پورے چھینکے پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگلے چند برس میں غربِ اردن میں بسنے والے فلسطینیوں کی املاک کسی نہ کسی قانونی بہانے ہڑپ کر کے صرف اتنی جگہ چھوڑی جائے گی کہ وہ بمشکل سانس لے سکیں یا تنگ آ کے جنم بھومی ہی چھوڑ جائیں۔ یوں ایک آزاد فلسطینی مملکت کا خواب بھی خود بخود دفن ہو جائے۔

اس وقت غیر قانونی یہودی بستیوں کی آبادی تقریباً پانچ لاکھ ہے۔ دو ہزار تیس تک مقبوضہ علاقوں میں یہودی آبادی بڑھانے کا ہدف ایک ملین ہے۔ سات اکتوبر کے بعد سے اب تک وادیِ اردن (ایریا سی) میں مزید چوبیس مربع کیلو میٹر زمین کو ”اسٹیٹ پراپرٹی“ قرار دیا جا چکا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں آباد فلسطینی کاشتکاروں اور مالکان کو اسرائیلی حکومت ”قانوناً“ کبھی بھی بے دخل کر سکتی ہے۔

انیس سو ترانوے کے فلسطین اسرائیل اوسلو امن سمجھوتے کے تحت مزید زمینوں پر قبضہ ممنوع ہے۔ اسرائیل نے صرف تین برس اس کی پابندی کی۔ آج مقبوضہ علاقوں میں فلسطینیوں کی زمین اوسلو سمجھوتے سے پہلے کی ملکیت کے مقابلے میں بیس سے پچیس فیصد اور کم ہو گئی ہے اور سلسلہ مسلسل جاری ہے۔

مگر مشکل یہ ہے کہ فلسطینی نہتے ہونے کے باوجود اسرائیل کی نسل پرست حکومت کی توقعات سے زیادہ سخت جان ثابت ہو رہے ہیں۔ ان کی سخت جانی میں کمی کے آثار بھی دکھائی نہیں دے رہے۔ اسرائیل کی بقا کو لاحق یہ خطرہ ہی دراصل ایک نئے فلسطین کے لیے امید کی کرن ہے۔ کیونکہ اسرائیل کی لبرل جماعتیں ہوں یا انتہائی نسل پرست تنظیمیں۔ دونوں طرف کے رہنما کم از کم اس نکتے پر متفق ہیں کہ فلسطینیوں کو اول درجے کا شہری چھوڑ مکمل انسان ہی تسلیم نہیں کرنا۔ لہٰذا اسرائیلی میں رائٹ اور لیفٹ کے سیاسی کھلاڑیوں سے دھوکا کھانے کی ضرورت نہیں۔ انیس سو اڑتالیس کا نکبہ سوشلسٹ صہیونی قوم پرست بائیں بازو کی اسرائیلی لیبر پارٹی کی حکومت سے ہی شروع ہوا تھا۔ جو آج تک جاری ہے۔

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔ مستعار مضامین مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں۔ (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

آج ہم جس صورتِ حال کا غزہ میں مشاہدہ کر رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ استعمار کا کمزوروں کے خلاف یہی وطیرہ رہا ہے۔ اہلِ غزہ سنہ اڑتالیس سے قبل بھی یہی جہاد کرتے رہے تھے اور اب بھی یہی کر رہے ہیں۔ استعمار کی پوری تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ مظاہروں، مذمتی قراردادوں اور جلسے جلوس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اِس کا واحد راستہ اور منصفانہ حل جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ یہود نے اپنے اندر ایسے فرقے پالے ہوئے ہیں جو خود اپنی تباہی کا سامان لیے ہوئے ہیں۔ اِن کے مابین موجود اختلافات اور عداوت اس حد تک پہنچی ہوئی ہے جو کسی سے مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”یہ سب لوگ اکٹھے ہو کر بھی تم سے جنگ نہیں کریں گے، مگر ایسی بستیوں میں جو قلعوں میں محفوظ ہوں، یا پھر دیواروں کے پیچھے چھپ کر۔ ان کی آپس کی مخالفتیں بہت سخت ہیں۔ تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو، حالانکہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ یہ اس لیے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں عقل نہیں ہے۔“

فضيلة الشيخ سيف العدل
(محمد صلاح الدين زيدان)

# عمرِ ثالث

امارت اسلامیہ افغانستان کے مؤسس عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی مستند تاریخ

مصنف: قاری عبدالستار سعید
مترجم: جلال الدین حسن یوسف زئی

## پہلی فصل

## ولادت سے جوانی تک

### پیدائش

ملا محمد عمر مجاہد سال ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۹۶۰ء میں افغانستان کے جنوبی صوبہ قندھار کے ضلع خاکریز میں پیدا ہوئے۔

### جائے پیدائش

صوبہ قندھار افغانستان کے جنوب میں واقع ہے جس کا مرکزی شہر 'قندھار' ہے اور یہ قندھار افغانستان کا دوسرا بڑا قندھار اور سیاسی اعتبار سے ایک اہم اور انقلابی شہر سمجھا جاتا ہے۔ معاصر افغانستان کے مؤسس احمد شاہ ابدالی نے اپنی حکومت کی بنیاد بھی اسی صوبے میں رکھی اور ادھر ہی سے ہندوستان، ماوراء النہر اور فارس کی طرف لشکر کشی کی۔ اس سے قبل میرویس خان ہوتک کی قیادت میں اٹھنے والے انقلاب کا مرکز بھی قندھار تھا جس کے نتیجے میں افغانستان سے صفوی قبضے کا خاتمہ ہوا اور افغانیوں کی ایک مستقل سلطنت قائم ہوئی۔ قابض صفویوں کے خاتمے اور ان سے آزادی حاصل کرنے کی وجہ سے افغان قوم میرویس خان ہوتک کو اپنا قومی راہنما سمجھتی ہے اور میرویس نکا (یعنی دادا میرویس) کے نام سے احترام کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہوتک سلطنت، جس کی صفویوں کے زوال کے بعد چند سال افغانستان اور ایران پر حکومت رہی، اس سلطنت کو تاریخ اسلام میں فخر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

قندھار معاصر افغانستان کا پہلا دارالحکومت تھا بعد میں تیمور شاہ نے اپنے دور میں دار الحکومت کابل منتقل کر دیا۔

قندھار کے شمال میں پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر ضلع خاکریز واقع ہے۔ ملا محمد عمر مجاہد اسی ضلع کے 'چاہ ہمت' گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپؒ اپنے والدین کی تیسری اولاد تھے، آپؒ سے عمر میں دو بڑی بہنیں اور ایک چھوٹا بھائی کم سنی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

### خاندان اور گھرانہ

ملا محمد عمر مجاہد پشتون قوم 'ہوتک' کی 'تومزئی' شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ ہوتک پشتونوں کے مشہور قبیلوں میں سے ہیں جن کا اصل رہائشی علاقہ افغانستان کا جنوبی صوبہ زابل ہے۔

جیسا کہ پشتون مختلف اقتصادی و اجتماعی مسائل کی وجہ سے اپنے اصل رہائشی علاقوں سے دوسری جگہوں پر منتقل ہوئے، ملا محمد عمرؒ کا گھرانہ بھی برسوں قبل صوبہ زابل سے قندھار کے ضلع خاکریز منتقل ہو چکا تھا۔ ملا محمد عمر مجاہد کے والد مولوی غلام نبی صاحب ضلع خاکریز کے گاؤں 'ناصرہ' میں پیدا ہوئے۔ ملا محمد عمر مجاہد کے دادا مولوی محمد رسول صاحب، پر دادا مولوی محمد ایاز صاحب اور ان کے بعد کے آباؤ اجداد سب دینی علوم کے عالم، امام، مولوی اور مدرسین تھے۔ جن کی زندگی کا بنیادی مقصد حصولِ علم، تعلیم و تدریس اور امامت تھا۔ ملا محمد عمر مجاہد کے والد مولوی غلام نبی صاحب اپنے والد کے بڑے فرزند تھے۔ مولوی محمد انور صاحب، ملا عبد الولی صاحب، ملا محمد حنفیا صاحب اور محمد جمعہ صاحب آپؒ کے والد کے بھائی تھے۔ ان کا گھرانہ افغانستان کے عام باسیوں کی طرح مفلسانہ طرز کی زندگی گزار رہا تھا۔ قندھار میں آپ کے پاس کوئی زمین، جائیداد یا مال نہیں تھا۔ باقی علمائے کرام اور طلباء کی طرح آپ کے والد بھی سادہ زندگی پر قناعت کرتے اور دنیا، مال و جاہ جمع کرنے کے بجائے علم اور دینی خدمات کی طرف متوجہ رہتے تھے۔

ملا محمد عمر مجاہد اسی خاندان میں ۱۳۷۹ھ (بمطابق ۱۹۶۰ء) میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کی والدہ کا 'ناصرہ' قوم سے تعلق تھا اور ضلع خاکریز کے گاؤں ناصرہ کی ایک متدین اور عبادت گزار خاتون تھی۔ ملا محمد عمر مجاہد دو برس کے تھے جب آپ کے والد قندھار شہر کے قرب و جوار میں ضلع ڈنڈ کے نودہ گاؤں کے امام مسجد بنے اور اپنا گھر خاکریز سے نودہ گاؤں منتقل کر دیا۔ ملا محمد عمر مجاہد نے اپنی کم سنی کے تین سال اسی گاؤں میں اپنے والد کے زیر شفقت گزارے۔ ابھی آپؒ کم سن ہی تھے کہ آپ کی زندگی مشاکل و مصائب سے دوچار ہو گئی۔

### بہنوں، چھوٹے بھائی اور والد کی وفات

ملا محمد عمر مجاہد کی والدہ ماجدہ (جو کہ الحمد للہ تادمِ تحریر حیات ہیں) نے ذکر کیا کہ ہم خاکریز سے قندھار کے ضلع ڈنڈ کے گاؤں 'نودہ' منتقل ہو گئے۔ وہاں ملا صاحب کے والد مسجد کے امام تھے اور اپنی اولاد کے ساتھ سادگی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آپؒ کا گھرانہ ماں باپ، دو بیٹیوں اور دو بیٹوں پر مشتمل تھا۔ ملا محمد عمرؒ کی دو بہنیں آپ سے عمر میں بڑی اور ایک بھائی شیر علی چھوٹا تھا۔

ملا محمد عمرؒ کے ساتھ ان کی بہنیں بہت محبت کرتی تھیں اور آپؒ کا خیال رکھتی تھیں، لیکن ایک دفعہ پورے علاقے میں وبا پھیلی جس کی وجہ سے آپؒ کی دونوں بہنیں ایک کے بعد ایک فوت ہو گئیں۔ یہ حادثہ چار سالہ محمد عمر کی زندگی میں پہلی اور سنگین ابتلاء تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ

نے ذکر کیا کہ ملا محمد عمر اپنی بہنوں کی جدائی پر کافی رنجیدہ تھے کیونکہ اپنے بچپن کی زندگی میں تنہا رہ گئے تھے۔ لیکن اس حادثے کے ایک سال بعد آپؒ پر جو آزمائش آئی وہ زیادہ سخت اور سنگین تھی، ملا صاحب کی والدہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ملا محمد عمرؒ پانچ برس کے تھے جب آپؒ کے والد سخت بیمار ہوگئے۔ ملا صاحب کے چچا مولوی محمد انور صاحب اس وقت طالب علم تھے اور قندھار شہر میں علم حاصل کر رہے تھے، مولوی محمد انور قندھار سے واپس گھر آئے اور ملا صاحب کے والد کو علاج کے لیے قندھار لے گئے۔ ملا صاحب کے دوسرے چچا ملا محمد حنفیا نے آپؒ کے گھر کی سرپرستی سنبھالی جو کہ آپؒ کی والدہ کے رشتے میں رضاعی بھائی بھی تھے۔

ان دنوں ملا صاحب کے چھوٹے بھائی شیر علی بھی شدید بیمار ہوگئے اور آہستہ آہستہ ان کا مرض بڑھتا چلا گیا، آپؒ کی والدہ اور چچا بچے کو لے کر علاج کے لیے قندھار کی طرف روانہ ہوئے، وہ پیدل چل رہے تھے کہ جب میر بازار کے علاقہ میں پہنچے تو بچے کا جسم ٹھنڈا پڑ گیا اور بچے نے سر اپنی ماں کے کندھے پر رکھ دیا، انہوں نے جب بچے کی یہ حالت دیکھی تو گھر کی طرف واپسی کی راہ لی، گھر پہنچ کر دیکھا کہ بچہ فوت ہوگیا ہے۔ ایسے میں پانچ سالہ محمد عمر بالکل تنہا رہ گئے۔

بچے کی تجہیز و تدفین کے بعد ملا صاحب[1] کے چچا اپنے بھائی کی خیریت معلوم کرنے کی خاطر قندھار چلے گئے۔ آپؒ کے چچا جب وہاں پہنچے تو آپؒ کے والد اسی طرح بستر مرگ پر تھے لیکن اپنے چھوٹے بیٹے کی خیریت معلوم کر رہے تھے۔ آپؒ کے چچا نے آپؒ کے والد کو ان کے کم سن بیٹے کی وفات سے آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ ان کو دلاسہ دیا کہ بچہ اب صحت یاب ہے، ملا صاحب کے والد، جو کہ اپنے طالب علم بھائی کے ساتھ حجرے میں رہ رہے تھے، کچھ دنوں بعد مرض کی شدت کی وجہ سے فوت ہوگئے۔ مرحوم والد کے بھائیوں اور مدرسہ کے طالب علموں نے میت کی تجہیز و تکفین کر کے قندھار شہر میں طالبان کے نام سے معروف قبرستان میں سپرد خاک کر دیا۔

ملا صاحب کے چچا ملا محمد حنفیا نے اپنے مرحوم بھائی کے کپڑے اور بقیہ چیزیں چادر میں لپیٹ لیں، گھر پہنچ کر یہ ہمت نہیں ہوئی کہ اس اندوہناک خبر سے ملا صاحب کی والدہ کو باخبر کر دیں، اس لیے چادر میں لپٹا سامان ان کے گھر کے دروازے میں رکھ کر چلے گئے۔ ملا صاحب کی والدہ کا خیال تھا کہ شاید محمد عمر کے ابا تندرست ہوگئے ہوں اور کچھ دیر میں آجائیں گے لیکن جب چادر میں لپٹا سامان کھول کر دیکھا کہ ملا صاحب کے والد کے پہنے ہوئے آخری کپڑے، پگڑی اور جیکٹ ہے تو یہ سمجھ گئی کہ محمد عمر کے ابا اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

ایسے میں اس پورے گھرانے سے ایک ماں اور اس کا اکلوتا بیٹا محمد عمر یتیم اور بغیر سرپرست اندوہناک غموں اور مصائب کے ساتھ باقی رہ گئے۔ بعد میں مصلحت کے تحت ملا محمد عمر مجاہد کی والدہ ماجدہ کا نکاح ان کے چچا مولوی محمد انور کے ساتھ کر دیا گیا۔

### چچا کے زیر سایہ تربیت

پہلے ذکر ہوا کہ ملا محمد عمر مجاہد کا گھرانہ آغاز سے ہی علمی اور دیندار گھرانہ تھا۔ آپؒ کے چچا اور قریبی رشتہ دار اکثر علماء تھے اور امامت و تدریس میں مصروف رہتے تھے۔ یہ نا صرف اپنے آبائی علاقے 'ضلع خاکریز' میں امامت و تدریس کی خدمت سرانجام دے رہے تھے بلکہ قندھار کے ارد گرد باقی علاقوں میں بھی وقتاً فوقتاً یہ خدمات انجام دیتے رہتے۔

جیسا کہ ملا محمد عمر مجاہد کے والد صاحب امامت و تدریس کے لیے ضلع خاکریز سے ضلع ڈنڈ کی طرف چلے گئے تھے۔ اسی طرح آپ کے چچا مولوی محمد انور اور مولوی محمد جمعہ قندھار کے شمال میں واقع صوبہ ارزگان کے ضلع 'دہراوُود' میں امامت و تدریس کے سلسلے میں چلے گئے اور اپنے یتیم بھتیجے کو ان کی والدہ کے ہمراہ ضلع دہراوُود لے گئے۔ کم سن محمد عمر نے اسی علاقہ میں اپنے چچا کے زیر سایہ نئی زندگی کا آغاز کر دیا۔ آپؒ کی کفالت اور تعلیم و تربیت آپؒ کے چچا کے ذمہ تھی، ملا محمد عمر مجاہد جوانی تک ارزگان کے ضلع دہراوُود میں رہے۔

### بچپن کی زندگی اور ارد گرد کا موحول

ملا محمد عمر مجاہد پانچ سال کی عمر میں اپنے چچاؤں مولوی محمد انور اور مولوی محمد جمعہ کے ہمراہ ارزگان کے ضلع دہراوُود چلے گئے اور وہاں اپنے چچاؤں کے زیر سایہ زندگی گزارنا شروع کر دی۔ آپؒ کے دونوں چچا علماء اور یہاں کی اصطلاح میں مولوی تھے۔ ملا یا مولوی دینی عالم کی مترادف اصطلاح ہے لیکن افغانستان میں باقی ممالک کی نسبت مولوی اور ملا میں مرتبے کے لحاظ سے فرق ہے۔

افغان معاشرے میں ملا یا مولوی محض امامت اور تدریس کے فرائض سرانجام نہیں دیتا، بلکہ دینی اور اجتماعی امور میں ایک معتبر اور مرجع کی حیثیت رکھتا ہے، معاشرے کی رہنمائی، اصلاح، عوام کو گمراہی اور بے راہ روی سے بچانا، دینی شعائر کی بقا اور یہاں تک کہ حکومت اور سیاسی مرجعیت اور اصلاح کا فریضہ بھی علماء پر عائد ہوتا ہے۔

---

[1] اس کتاب میں اکثر جگہ ملا محمد عمر مجاہد کو صرف 'ملا صاحب' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ملا صاحب افغانی معاشرے میں ایک احترام کا نام ہے۔ جو کہ اس دینی عالم کو کہا جاتا ہے جس کا تعلیمی سلسلہ تکمیل تک نہ پہنچا ہو۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد اپنے ساتھیوں کے درمیان اسی لقب سے مشہور تھے۔

افغان معاشرے میں مولوی یا ملا کا بنیادی کام مسجد کی امامت ہے۔ کئی مساجد میں ایک یا ایک سے زائد اضافی کمرے بھی ہوتے ہیں جس کو حجرہ یا دائرہ کہا جاتا ہے اس میں دینی علوم کے طالب علم رہتے ہیں۔ شاید مسجد کے ساتھ یہ اضافی کمروں کی روایت ابتدائے اسلام کی مسجدِ نبوی سے لی گئی ہے جس کے ساتھ صفہ کے نام سے رہائش کی جگہ بھی ہوتی تھی جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رہتے تھے جو کہ دور پار کے علاقوں سے دینی علم اور احکام شرعی کے سیکھنے کے لیے مدینہ منورہ تشریف لاتے تھے۔

کچھ دہائیاں قبل جب افغانستان میں دینی مدارس کم ہوا کرتے تھے اور حکومتوں کی طرف سے بھی دینی تعلیم کی طرف کچھ خاص توجہ نہیں کی جاتی تھی تو ملک بھر میں طلبائے علمِ دین انہی گاؤں کے مدارس (حجروں) میں حاصل کرتے تھے۔ ملا و طالب یا استاد و شاگرد جو کہ معاشرے کے قلب میں رہتے تھے، پانچ اوقات عام لوگوں کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے تھے اور عام عوام کے ہر غم اور خوشی میں شریک ہوتے، ایسے میں وقت گزرنے کے ساتھ ان کے اپنے معاشرے کے ساتھ نہ ٹوٹنے والا تعلق بن گیا تھا اور وہ تعلق آج تک قائم ہے۔

ملا محمد عمر مجاہد نے علماء و عوام کے اس اخلاص بھرے تعلق کے ساتھ گاؤں کے ماحول میں پرورش پائی، رہنمائی کرنے والے اساتذہ اور طلباء سے زندگی کے بنیادی آداب سیکھے۔ قوی ایمان، صاف عقیدہ، دیانت اور مومنانہ صفات ان کے دل میں موجزن ہوئے۔ عوام کے درمیان رہتے ہوئے آپ پُر خلوص عادات، زبان، غیرت، مہمان نوازی، ہمدردی، شرافت اور افغانوں کے بقیہ صفات سے آشنا ہوئے۔ یتیمی اور مفلسانہ زندگی کی سختیوں نے آپ کی روح اور جسم کو مضبوط اور چست بنا دیا اور زندگی میں آنے والی کٹھن آزمائشوں کو سہنے کے لیے آپ کو تیار کر دیا۔

دہراوُد کا وہ علاقہ جہاں ملا محمد مجاہد نے پانچ سال کی عمر سے اکیس سال تک اپنی زندگی کے اہم اور شخصیت ساز سال گزارے ایک دیہاتی علاقہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؒ ایک مومن افغان کی حیثیت سے بڑے ہوئے اور نہ ٹوٹنے والی دینی قوت آپ کی فطرت کا خاصہ رہی اور زندگی کے اواخر تک اسی راسخ عقیدہ، سادہ زندگی، اخلاص بھرا انداز، سادہ لباس اور خالص عادات کے پیکر رہے۔

آپؒ کے قرابت داروں کے بقول ملا محمد عمر بچپن ہی سے خاموش طبیعت کے مالک تھے لیکن اسی طبیعت کے ساتھ متحرک اور اپنے کاموں کی انجام دہی میں مستعد بھی تھے۔ بچپن ہی سے آپ کی یہ منفرد صفت تھی کہ باتیں کم لیکن کام زیادہ کرتے تھے۔ صداقت اور اخلاص آپ کی نمایاں صفات تھیں اور یہ صفات آپؒ میں بچپن سے ہی پائی جاتی تھیں۔ دینی امور خصوصاً نماز کی بچپن سے پابندی کرتے، کسی بھی کام میں مصروف ہوتے لیکن جب نماز یا جماعت کا وقت ہو جاتا تو اس کام کو چھوڑ دیتے اور مسجد کی طرف چلتے۔ آپؒ دینی علوم کے حصول کے لیے کم سنی سے کمربستہ ہوئے اور مسجد کے 'دائرے' میں رہنا شروع کر دیا۔ حالانکہ آپ اپنے گھرانے کے بچوں میں بڑے تھے اس لیے گھر کے کاموں میں بھی حصہ لیتے لیکن زیادہ تر درس اور تعلیم کے حصول میں مصروف رہتے تھے۔

وہ ماحولیاتی عوامل جس نے بچپن اور جوانی کے وقت میں ملا محمد عمر مجاہد کی زندگی پر اثر ڈالا ان سب عوامل نے آپؒ میں مثبت اور نیک عادات کو پروان چڑھایا۔ آپؒ ایک نیک والد اور دیندار ماں کے بیٹے تھے ایک اچھے خاندان سے آپ کا تعلق تھا، گھر کا ماحول علم، دینداری اور عبادات سے منور تھا۔ غریبانہ زندگی پر قناعت کرتے اور ہمیشہ ایسا رزق کھاتے جو کہ حلال اور شبہات سے پاک ہو۔ گھر سے باہر بچپن و جوانی مسجد و مدرسہ کے ماحول میں گزاری۔ ملا محمد عمر مجاہد نے علم، ذکر، عبادت، کتاب اور تدریس کے ماحول میں پرورش پائی، اسی ماحول میں پیٹ کے بل چلے، الف ب سیکھی اور اسی ماحول میں جوان ہوئے۔

## دینی تعلیم

افغانستان میں مروجہ دینی تعلیم کا نصاب اس تعلیمی نظم پر مبنی جو دوسری صدی ہجری سے سابقہ خراسان (حالیہ افغانستان) کے تعلیمی مراکز سے چلا آ رہا ہے۔ اس تعلیمی نظام میں وقتاً فوقتاً اہم تبدیلیاں ہوئیں۔ ہندوستان، پاکستان اور افغانستان کے مدارس میں یہی نصاب اب بھی پڑھایا جاتا ہے کیونکہ یہ نصاب عالم اسلام کی سطح پر دینی تعلیم کا ایک اہم اور معیاری نصاب سمجھا جاتا ہے۔

اس تعلیمی نظام میں دینی علوم کا طالب بچپن میں عربی حروفِ تہجی اور مفردات سے آغاز کرتا ہے، اس کے بعد قرآن کریم کا ناظرہ سیکھا جاتا ہے اور پھر نماز اور باقی اہم عبادات کے ساتھ ساتھ فقہی احکام اور بنیادی عقائد سیکھتا ہے۔ اس کے بعد حنفی فقہ، عقائد، عربی صرف و نحو، فارسی و عربی ادب اور باقی اہم علوم سیکھتا ہے۔ اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اصول فقہ، معانی، بدیع، بیان، عروض، منطق، ہیئت، علم التفسیر اور باقی علوم کا اضافہ کیا جاتا ہے اور احادیث صحاح ستہ سے گزرنے کے بعد یہ تعلیمی نصاب تکمیل پاتا ہے۔

ملا محمد عمر مجاہد نے دینی علم پانچ سال کی عمر میں اپنے عالم دین چچا سے شروع کیا، بنیادی اہم کتابیں اپنے گھر اور مسجد میں پڑھیں، دہراود میں آپؒ کا رہائشی گاؤں 'شہر کہنہ' تھا۔ شہر کہنہ ضلع دہراوُد کا سابقہ صدر مقام تھا۔ ظاہر شاہ کے دور حکومت میں دہراوُد میں نیا شہر بن گیا اور شہر کہنہ سے ضلعی دفتر اور حکومتی انتظام وہاں منتقل ہو گیا جو کہ تا حال ضلعی مرکز ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 56 پر)

# آپریشن عدمِ استحکام

اریب اطہر

۲۲ جون نیشنل ایکشن پلان کی اپیکس کمیٹی کا اجلاس ہوا جس کی صدارت وزیر اعظم شہباز شریف نے کی اجلاس میں آرمی چیف جنرل عاصم منیر نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس میں ”عسکریت پسندی کے بڑھتے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے“ آپریشن 'عزمِ استحکام' کی منظوری دی گئی۔ عجلت میں کیے گئے اس اعلان کی فوری وجہ تو چینی حکومت کا سی پیک میں سرمایہ کاری سے سکیورٹی وجوہات کی بنیاد پر ہاتھ کھینچنا تھا۔ پاکستان کی فوجی و سیاسی قیادت جو امیدیں لے کر چین کے دورے پر گئی تھی اس میں سرمایہ کاری جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ قرضوں کی ری شیڈولنگ کروانا بھی ایک اہم ہدف تھا۔ البتہ پاکستان کی امیدوں کے برعکس چین کی جانب سے مثبت ردعمل سامنے نہیں آیا جسے سبھی میڈیا نے رپورٹ کیا۔ یہ سفارتی سطح پر پاکستان کی ناکامی تھی کہ چین جیسا ملک بھی پاکستان کے کردار پر آنکھیں بند کر کے یقین کرنے کو تیار نہیں ہے۔ سی پیک اجلاس میں شریک سینئر چینی وزیر لیوجیان چاؤ نے غیر معمولی طور پر کھل کر بات کی تھی اور سیاسی اور امن عامہ کی صورتحال بہتر کرنے پر زور دیا تھا۔ اس دورے کے فوری بعد پاکستانی حکومت نے آپریشن کا اعلان کر دیا۔ البتہ اگر اس ایشو کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اس آپریشن سے فوج و خفیہ اداروں نے کئی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس منصوبے پر عملدرآمد کے لیے فوج کافی عرصے سے کوشش میں لگی ہوئی تھی۔

## اینٹی انڈیا ڈاکٹرائن کی تبدیلی

نائن الیون سے قبل فوج نے بھارت سے تعلقات اور کشیدگی کو ہمیشہ بھرپور انداز سے کیش کرانے کی کوشش کی۔ کبھی بجٹ میں اضافوں کے لیے تو کبھی ملکی سیاست سے لوگوں کی توجہ دوسری جانب ہٹانے کے لیے۔ امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کودنے کے بعد سے اب تک بتدریج پاک بھارت تعلقات کو امریکی فرمائش پر نارملائز کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی تاکہ پاکستان اپنی مغربی سرحد پر بھرپور توجہ دے سکے۔ جس طرح ہر قومی ریاست(Nation State) کو ایک دشمن کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح پاکستانی فوج ایک عرصے تک بھارت کا خطرہ دکھا کر خود کو محافظ کے طور پر سامنے پیش کرتی رہی۔ اب چونکہ اس خطے میں امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے یہ ضروری ہے کہ پاکستان بھارت کو کسی بھی طریقے سے نہ الجھائے، پاکستان بھارت کی جگہ مغربی سرحد پر اسلام پسندوں کو ہی اوّلین دشمن تصور کرے اور وہیں اپنے وسائل جھونکے۔

یو ایس انسٹیٹیوٹ آف پیس کی حال ہی میں شائع ہونے والی ایک تحقیقاتی رپورٹ میں پاک امریکہ تعلقات کے حوالے سے دی جانے والی سفارشات میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کو دی جانے والی فوجی امداد میں اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ یہ وسائل بھارت کے خلاف استعمال نہ ہوں پاکستانی رہنماؤں کو واضح طور پر یہ پیغام دیا جائے کہ اگر کوئی گروہ پاکستان سے بھارت میں حملہ کرتا ہے چاہے اسے ریاست کی سرپرستی حاصل ہے، یا نہیں یہ پاکستان امریکہ دوطرفہ تعلقات کے لیے سخت نقصان دہ ہو گا۔ پچھلے کچھ عرصے میں جس بڑے پیمانے پر ملک بھر میں سابقہ کشمیری جہادی رہنماؤں کو ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنایا گیا ہے اس پر پاکستان کی جانب سے پر اسرار خاموشی معنی خیز ہے اس سے قبل بھارتی میڈیا کی جانب سے یہ انکشاف بھی سامنے آچکا ہے کہ پاکستان کی فوجی قیادت کی جانب سے دو مرتبہ سفارتی ذرائع کے ذریعے کشمیر میں ہونے والی مبینہ کارروائی کے متعلق ایڈوانس انٹیلی جنس معلومات فراہم کی گئیں۔ بھارتی میڈیا کے مطابق پاکستان کی فوجی قیادت کے اس اقدام کا مقصد بھارت کے ساتھ تعلقات میں اعتماد کو فروغ دینا ہے۔

## دفاعی بجٹ تنقید کی زد میں

آپریشن کے اعلان سے قبل فوج کو دفاعی بجٹ میں اضافے پر بھی مختلف حلقوں کی جانب سے تنقید کا سامنا تھا۔ وفاقی حکومت نے رواں سال ۲۵-۲۰۲۴ کے بجٹ میں دفاع کے لیے اکیس کھرب بائیس ارب روپے مختص کیے۔ سال ۲۴-۲۰۲۳ میں دفاعی بجٹ اٹھارہ کھرب چار ارب روپے اور سال ۲۳-۲۰۲۲ میں یہ پندرہ کھرب تیس ارب روپے پر مشتمل تھا۔ بعض مبصرین کے نزدیک فوج دفاعی بجٹ کے علاوہ بھی سویلین حکومت سے فنڈز حاصل کرتی ہے۔ اس کی ایک بڑی مثال فوج کی پنشن ہے جسے دفاعی بجٹ میں شامل نہیں کیا جاتا بلکہ وہ سویلین بجٹ کا حصہ ہوتی ہے۔ دفاعی امور کی ماہر ڈاکٹر ہما بقائی نے کہا:

> ”فوجی اہلکاروں کی پنشن کو سول حکومت پر نہیں ڈالنا چاہیے جو کہ پہلے ہی بہت سی بجٹ مشکلات سے دوچار ہے۔“

دفاعی امور کی تجزیہ نگار ڈاکٹر عائشہ صدیقہ نے کہا:

> ”بھارت سے پاکستان کے دفاعی اخراجات کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اس کی معیشت ہم سے بہتر ہے۔ معیشت کی خراب صورتِ حال میں فوج کو اپنے غیر جنگی اخراجات کم کرنے چاہییں۔“

صحافی شاہد اسلم جنہیں سابق آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ اور اس کی بیوی کے ٹیکس ریکارڈز کی معلومات لیک کرنے کے الزام میں گزشتہ سال جنوری میں گرفتار کیا گیا تھا، رہائی کے بعد

بھی مسلسل دباؤ کا شکار رہے اور پھر ملک چھوڑنا پڑا۔ انہوں نے اپنے ایک وی لاگ میں فوجی بجٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

> ”بجٹ میں فوجی افسران و اہلکاروں کی پنشن کے لیے رقم چھ کھرب ساٹھ ارب روپے رکھی گئی ہے (یہ دفاعی بجٹ کے علاوہ ہے)، جبکہ ملک بھر کے تمام سویلین اداروں کے لاکھوں سول ملازمین کی پنشن دو کھرب بیس ارب روپے بنتی ہے۔ اب آپ ہمیں یہ بتادیں کہ فوج ساٹھ ستر کے قریب جو کاروبار کر رہی ہے پاکستان میں، اس کے متعلق تو آپ ہمیں یہی بتاتے رہے کہ ان تجارتی اداروں سے ہم ریٹائر ہونے والے فوجی افسران و اہلکاروں کے لیے پیسے رکھتے ہیں۔ تو پھر یہ چھ کھرب ساٹھ ارب روپے کس چیز کا لیتے ہیں۔ آپ یہ کاروبار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر پر ٹیکس بھی نہیں دیتے۔ آپ قوم کو بتائیں کہ اگر ان ساٹھ ستر کاروباروں سے حاصل ہونے والی رقم پنشن پر خرچ نہیں ہوتی تو وہ آمدن آپ کہاں لے جاتے ہیں؟ پھر آپ ان ریٹائر ہونے والے فوجی افسران کی مراعات دیکھیں جو انہیں ملتی ہیں جو زرعی رقبہ انہیں ملتا ہے پھر یہ دو دو تین تین نوکریاں بھی کرتے ہیں ۔ تو بھائی جان آپ پاکستان کو نوچنا کب بند کریں گے؟ مر گئی ہے یہ قوم...... بھوک سے، افلاس سے، غربت سے، مہنگائی سے، بے روزگاری سے...... مرگئی ہے یہ قوم آپ کو پال پال کر، ستر پچھتر سال سے۔ اس کی جان چھوڑ دیں، اب تو یہ قوم آکسیجن پر لگی ہوئی ہے، یہ پچیس کروڑ لوگوں کا ملک ہے، صرف چند حاضر سروس و ریٹائرڈ فوجی افسران کا ملک نہیں۔ اب کیا کرنا چاہ رہے ہیں؟ کتنا نوچنا ہے اس ملک کو؟ کتنے وسائل باقی رہ گئے ہیں اس ملک کے جو آپ نے نوچنے ہیں؟“

اب جب فوج کے بھاری بجٹ کے خلاف اس نوعیت کی تنقید ہو رہی ہو اور لوگوں میں نفرت جنم لے رہی ہو، ایسے میں فوج کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے بھاری بھرکم بجٹ کے لیے کوئی جواز تراشے۔

## آپریشن کے حوالے سے صحافیوں اور تجزیہ کاروں کی رائے

مشتاق یوسفزئی کہتے ہیں کہ آپریشن عزم استحکام کا اعلان ہوتے ہی اس کی مخالفت کی وجہ ”ماضی میں کیے گئے آپریشنز، ان سے پیدا ہونے والی لوگوں کی مشکلات اور تکالیف ہیں جو اب تک یہاں کے عوام کے ذہن میں ہیں“۔ بقول مشتاق یوسفزئی انہیں اس آپریشن کی کامیابی کی کوئی امید نہیں ہے کیونکہ ”اس کے اعلان کے ساتھ ہی اسے متنازع بنا دیا گیا ہے۔ سیاسی جماعتوں نے (اسے) مسترد کر دیا ہے اور عوامی سطح پر بھی شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں۔“

انڈیپنڈنٹ اردو کے ہارون رشید لکھتے ہیں کہ ”اس کارروائی میں حکومت نے عدلیہ سے بھی مدد مانگی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے کسی کے خلاف کارروائی کریں اور ان کو عدالت سے ریلیف ملنا شروع ہو جائے۔“ بظاہر یہ مدد انسانی حقوق کی پامالیوں اور جنگی جرائم کو نظر انداز کرنے کے لیے مانگی گئی ہے کیونکہ بہت سی انسانی حقوق کی تنظیموں نے اس خدشے کا بھی اظہار کیا ہے کہ کسی بڑے آپریشن کے نتیجے میں معصوم اور بے گناہ افراد بھی لامحالہ نشانہ بنیں گے۔

فاٹا ریسرچ سینٹر کے سابق سربراہ اور سکیورٹی اُمور کے ماہر ڈاکٹر اشرف علی کہتے ہیں کہ تاحال آپریشن کی نوعیت کے بارے میں حکومت نے وضاحت جاری نہیں کی ہے۔ ان کے بقول بظاہر ایسا لگتا ہے کہ حکومت نے تھوڑی جلد بازی کا سہارا لیا ہے اور اس اعلان کے تحت حکومت ایک ماحول بنانے کا سوچ رہی ہو کہ لوگوں کا ممکنہ ردِ عمل کیا ہو سکتا ہے۔ اگر ماضی کی بات کی جائے تو شدت پسند منظم طریقے سے علاقوں میں وجود رکھتے تھے جس کے خلاف آپریشن نسبتاً آسان ہوتا تھا۔ سن ۲۰۱۴ء میں آپریشن ”ضربِ عضب“ کی مثال دیتے ہوئے ڈاکٹر اشرف علی کا کہنا تھا کہ اس وقت کالعدم تحریکِ طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی)، القاعدہ اور دیگر شدت پسند تنظیمیں شمالی وزیرستان میں منظم تھیں اور وہاں عملاً حکومتی رٹ نہیں تھی۔ ڈاکٹر اشرف علی کے بقول اس وقت صورتِ حال مختلف ہے۔ شدت پسندوں کا کسی ایک علاقے میں وجود نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے میں آبادی کا انخلا ایک مشکل ٹاسک ہو گا۔

تجزیہ کار اور صحافی عبد السید کہتے ہیں کہ ”آپریشن کا بظاہر مقصد گزشتہ تین برسوں کے دوران قبائلی اضلاع میں ٹی ٹی پی کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو ختم کرنا ہے“۔ وائس آف امریکہ سے گفتگو کرتے ہوئے اُن کا کہنا تھا کہ ”ٹی ٹی پی خیبر، شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان کے بعض علاقوں میں حکمتِ عملی کے ساتھ حملے کر رہی ہے۔ تاکہ ان علاقوں میں دوبارہ کنٹرول حاصل کیا جا سکے۔ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران پاکستانی فوج عسکریت پسندوں کے خلاف بڑے آپریشن کر چکی ہے۔ یہ آپریشن اس وقت کیے گئے تھے جب امریکی فوج افغانستان میں موجود تھی اور ایک طرح سے پاکستان کو امریکہ کی بھی حمایت حاصل تھی۔ اب دیکھنا یہ ہو گا کہ ملک کو درپیش سیاسی اور معاشی مسائل کے دوران کیا پاکستان تن تنہا کسی بڑے فوجی آپریشن کا متحمل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ماضی میں آپریشنز کے باوجود عسکریت پسندوں کی مزید طاقت ور ہو کر واپسی سے عوام اور سیاسی حلقے بھی تحفظات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔“

صحافی لحاظ علی کے مطابق ”صوبہ خیبر پختونخوا اور سابق قبائلی علاقوں میں فوج اور حکومت کو عوام کی تائید حاصل نہیں ہے جس کا عملی مظاہرہ نہ صرف صوبائی اور قومی نمائندگان نے اسمبلی کے فلور پر کیا بلکہ جلسوں اور ریلیوں کے دوران بھی کیا جا رہا ہے۔ ان کے بقول پہلے افغان سرحد سے متصل علاقوں کو قبائلی علاقہ جات تصور کیا جاتا تھا جو کہ وفاق کی نگرانی میں

آتے تھے۔ اب وہ تمام علاقے صوبہ خیبر پختونخوا میں ضم ہو چکے ہیں اور اس لحاظ سے ان علاقوں کی انتظامی حیثیت بھی تبدیل ہو چکی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگ ماضی میں ہونے والے فوجی آپریشنز پر بھی سوالات اٹھا رہے ہیں۔ ایسے میں وہ نہیں سمجھتے کہ موجودہ صورتِ حال میں فوجی آپریشن کے کوئی خاطر خواہ نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں"۔

احسان ٹیپو محسود کا کہنا ہے کہ سیاسی جماعتوں کا کہنا ہے کہ انہیں آپریشن کے حوالے سے اعتماد میں نہیں لیا گیا لیکن اگر انہیں اعتماد میں لیا بھی جاتا تب بھی ان کے لیے ممکن نہیں تھا۔ پہلے امن لشکر بنائے جاتے تھے اب وہاں کوئی امن لشکر بنانے کے لیے بھی تیار نہیں ہے۔ حالانکہ اس کے لیے کوشش بہت ہوئی ہے۔

صحافی طاہر خان ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ جس طرح ماضی میں ۲۰۰۸ پھر ۲۰۰۹ اور پھر ۲۰۱۴ میں آپریشن ہوئے اس طرح اب آپریشن نہیں ہو سکے گا کیونکہ اس وقت آپ کو آپ کا دشمن معلوم تھا۔ جب اس طرح آپریشن نہیں ہو پائے گا اور انٹیلی جنس بیسڈ آپریشن ہی ہونے ہیں تو وہ تو پہلے سے ہو رہے ہیں۔ میرے خیال میں (اس اعلان کی ضرورت یوں محسوس کی گئی) پاکستان کی جانب سے جو بارہا کہا جاتا رہا کہ ہمارے پاس وہ اسلحہ نہیں ہے جو ٹی ٹی پی کے پاس ہے شاید اسلحے اور وسائل کی سوچ ہو (کہ یہ کس طرح حاصل کیے جائیں اور اس کے لیے راہ ہموار کی جائے)۔ اور بارڈر کے دونوں اطراف ڈرون کے زیادہ استعمال کا ارادہ ہو۔

## سیاسی جماعتوں کا ردعمل

آپریشن کے حوالے سے سوائے مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی کے کسی بھی سیاسی جماعت کی جانب سے حمایت سامنے نہیں آئی۔ جس طرح مختلف ایشوز پر یہ دونوں جماعتیں فوج و اسٹیبلشمنٹ کے موقف کی حمایت کر رہی ہیں یہ واضح ہے کہ اقتدار کو مضبوط بنانے کے لیے یہ کسی حد تک بھی جانے کو تیار ہیں۔ ن لیگ کے لیے تو فقط اقتدار ہی مجبوری ہے البتہ پی پی کو جہاں ان کے کرپٹ لیڈروں کو نیب سے بچے رہنے کی سہولت حاصل ہے اور اندرون سندھ کچے کے ڈاکوؤں کی لوٹ مار کو جس طرح فوج اور خفیہ اداروں نے نظر انداز کیا ہے یہ کچھ لو اور کچھ دو کی پالیسی ہی نظر آتی ہے۔ اس کے برعکس سیاسی جماعتوں کی اکثریت آپریشن کی کھل کر مخالفت کر رہی ہیں۔

پاکستان تحریک انصاف کی جانب سے آپریشن عزم استحکام کے حوالے سے قبائلی جرگے میں آپریشن کے خلاف قرارداد پیش کی گئی۔ جرگے میں افغانستان کے ساتھ تجارت اور صوبوں کے قدرتی وسائل میں مقامی آبادی کے حق کو تسلیم کرنے کے متعلق بھی قرارداد بھی پیش کی گئی۔

جے یو آئی کے سربراہ مولانا فضل الرحمان نے کہا ہے کہ 'آپریشن عزم استحکام' دراصل آپریشن عدم استحکام ثابت ہو گا۔ ریاستی ادارے شقی القلب ہیں حکومت عوام کو اپنا دشمن سمجھ رہی ہے۔

امیر جماعت اسلامی حافظ نعیم الرحمان نے بھی آپریشن عزم استحکام کے اعلان کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ملک کو امریکہ کی نام نہاد دہشتگردی کے خلاف جنگ میں دھکیلا گیا، اس جنگ میں قومی معیشت کو اربوں ڈالر کا نقصان ہوا۔ انہوں نے افغانستان سے بامعنی مذاکرات کا بھی مطالبہ کیا۔

اپوزیشن الائنس کے صدر اور پشتونخوا ملی عوامی پارٹی کے سربراہ محمود خان اچکزئی نے کہا کہ "ہمیں کالونی نہ سمجھا جائے۔ فاٹا کے عوام غم وغصے میں ہیں اور امن کے متلاشی ہیں۔ ملک کو اُس نہج پر نہ لے کر جائیں کیونکہ اگر اب آپریشن ہوا تو پاکستان کے حالات مزید خراب ہو جائیں گے"۔

اے این پی کے میاں افتخار حسین نے کہا کہ "آپریشن عزم استحکام کو ہم مسترد کرتے ہیں، آپریشن سے قبل عوام، سٹیک ہولڈرز اور سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں نہیں لیا گیا، تمام سیاسی جماعتوں کی جانب سے بھی اس آپریشن کی مخالفت کی گئی"۔

حیران کن طور پر وہ ایم کیو ایم جو ماضی میں فوج کی جانب سے کے پی کے میں آپریشنز کی سب سے بڑی حامی رہی انہوں نے بھی اس آپریشن کی کھل کر مخالفت کی ہے۔ سوشل میڈیا پر ان کی ٹیمیں بھی اس آپریشن کے خلاف کیمپین چلاتی نظر آئیں۔ اس سے قبل لاپتہ افراد کے حوالے سے بھی ایک سوشل میڈیا کیمپین میں ایم کیو ایم اپنے لاپتہ افراد کے لیے آواز اٹھاتی نظر آئی۔ اس کیمپین میں پشتون بلوچ اور سندھ میں لاپتہ افراد کے لیے آواز اٹھانے والے شامل تھے۔ ایم کیو ایم کے موقف اور بیانیے میں اس حیران کن تبدیلی کی ایک وجہ ان کے خلاف ہونے والا آپریشن بھی ہے۔ آپریشن تو ان کے خلاف پہلے بھی ہوئے البتہ حکومت ملنے پر ایم کیو ایم ہمیشہ سے فوج و اسٹیبلشمنٹ کی حامی بنتی رہی۔ اب دوبارہ بھی ایسا ہو گا یا نہیں یہ الگ ایشو ہے۔

آپریشن کے اعلان کے بعد اس فیصلے کو جس انداز میں ملکی سطح پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا حکومت کو بالآخر وضاحت جاری کرنی پڑی کہ یہ کوئی ایسا آپریشن نہیں ہو گا جس کے سبب لوگوں کو نقل مکانی کرنی پڑے۔

## آپریشن کے لیے امریکی حمایت

سوات میں مشتعل ہجوم کے ہاتھوں ایک شخص کی ہلاکت کے واقعے کے بعد امریکہ کی جانب سے آپریشن کی حمایت میں بیان بھی سامنے آیا۔ امریکی محکمہ خارجہ کے ترجمان میتھیو ملر نے

کہا کہ انسداد دہشت گردی میں پاکستان اور امریکہ کا مفاد مشترک ہے، دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے پاکستان کی کوششوں کی حمایت کرتے ہیں۔ میتھیو ملر کا کہنا تھا کہ سکیورٹی معاملات پر پاکستان اور امریکہ کی شراکت داری ہے۔ امریکی حکومت ہائی لیول کاؤنٹر ٹیررازم ڈائیلاگ اور کپیسٹی بلڈنگ پروگرام کے تحت ملٹری ٹو ملٹری رابطوں کے حق میں ہے۔ سکیورٹی معاملات پر پاکستان اور امریکہ کی شراکت داری میں دہشت گردی کے خلاف بات چیت اور فنڈز کی فراہمی شامل ہے۔ عاصم منیر جو اس سے قبل امریکی دورے سے مایوس لوٹا تھا۔ دورے کے بعد پاکستان کی جانب سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی تھی کہ اس دورے کا اصل مقصد تجارت اور دوطرفہ تعلقات پر بات چیت تھی لیکن امریکی میڈیا اور مختلف شخصیات کے بیانات سے یہ واضح ہوا کہ پاکستان آپریشن کے حوالے سے مدد کا خواہاں تھا جس پر امریکی انتظامیہ کی جانب سے مثبت جواب نہیں ملا۔ زلمے خلیل زاد نے تو بغیر لگی لپٹی صاف صاف حکومت پاکستان کو سمجھایا کہ اپنے مسائل آپ نے خود نمٹنے ہیں۔ بہر حال غزہ کی صورتحال کے سبب پاکستان کو ایک دفعہ پھر امریکہ کے قریب آنے کا موقع ملا۔ پاکستان امریکی کمپنیوں کو یوکرین جنگ کے نام پر مارٹر گولے سپلائی کر رہا ہے جس کے متعلق بعض مبصرین کا خیال ہے کہ امریکہ یہ گولے اسرائیل کو بھی فراہم کر سکتا ہے۔ اسکے علاوہ پاکستان نیوی اس امریکی اتحاد میں بھی شامل ہے جسے غزہ جنگ کے سبب تشکیل دیا گیا ہے۔ بہر حال امریکی ترجمان کی جانب سے جاری ہونے والے بیان کو پاکستان کی فوجی اسٹیبلشمنٹ نے غنیمت سمجھا اور امریکہ سے آپریشن کے لیے چھوٹے ہتھیار اور مواصلاتی آلات مانگ لیے۔ امریکہ میں حال ہی میں سبکدوش ہونے والے پاکستانی سفیر مسعود خان نے واشنگٹن کے ولسن سینٹر میں امریکی پالیسی سازوں، اسکالرز، دانشوروں، اور کارپوریٹ رہنماؤں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان نے دہشت گردی کے نیٹ ورکس کی مخالفت اور ان کا قلع قمع کرنے کے لیے ’آپریشن عزمِ استحکام‘ کا آغاز کیا ہے اور اس کے لیے ہمیں جدید ترین چھوٹے ہتھیاروں اور مواصلاتی آلات کی ضرورت ہے۔

## تحریک طالبان پاکستان کا ردعمل

آپریشن کے اعلان پر جواب میں تحریک طالبان پاکستان کی جانب سے جاری کردہ بیان میں کہا گیا کہ ”پاکستانی سکیورٹی اداروں کا مقصد صرف اور صرف ڈالر وصول کرنا ہے جس کے لیے وہ آئے روز نئے حربے آزماتا رہتا ہے۔ لیکن پاکستانی عوام اب الحمدللہ ان کی اصلیت جان چکے ہیں ان کے یہ نام نہاد آپریشنز ان کے اپنے گلے پڑ جائیں گے، ان شاءاللہ اور تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین سکیورٹی اداروں کی طرف سے کیے گئے ہر قسم کے آپریشن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں اور اس کا بھرپور جواب دینے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں الحمدللہ“۔

بعض مبصرین کے خیال میں چونکہ مشرف سے لے کر اب تک ہر آرمی چیف نے ایک یا ایک سے زائد آپریشن لانچ کیے اس لیے شاید موجودہ آرمی چیف کے لیے بھی مغربی طاقتوں کے سامنے شاید یہ شرمندگی کا باعث تھا کہ دوسرے آرمی چیفس کی طرح اس کے نامۂ اعمال میں کوئی آپریشن نہ ہو۔

سیاسی محاذ پر اس آپریشن کو تو شروع میں ہی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ان آپریشنز کے نام پر پاکستانی فوج چین اور امریکہ دونوں سے خاطر خواہ مالی مدد بھی حاصل کر پائے گی یا نہیں۔ اگر چین اور امریکہ دونوں زبانی جمع خرچ تک محدود رہتے ہیں تو اس ڈوبتی معیشت کے بل بوتے پر فوج یہ جنگ کتنے دن برداشت کر پائے گی اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ پاکستانی فوج کی مثال اس وقت اس ڈوبتے شخص کی مانند ہے جو بوکھلاہٹ میں ہر طرف ہی ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ لیکن یہ ہاتھ پاؤں چلانا اس کی مصیبت میں کمی کے بجائے اضافہ ہی کر رہا ہے۔

### اہلِ پاکستان کے نام پیغام

مفتی ابو منصور عاصم نور ولی محسود حفظہ اللہ

علمائے حق اور سیاسی و مذہبی جماعتوں کے قائدین حقائق کو اچھی طرح جان اور مان بلکہ اعلان کر چکے ہیں کہ پاکستان کی سیاسی، معاشی اور سیکیورٹی کی تباہی کا ذمہ دار انگریزوں کا پروردہ اور تین جنگوں میں شکست خوردہ جرنیلی طبقہ ہے۔ اسی طرح ملک کو عالمی استعماری قوتوں کا اڈہ بنانے، اور معزز پاکستانی قوم کو ذلت کی چکی میں پیسنے کا ذمہ دار بھی انگریزی سامراج کا خود کاشتہ اسٹیبلشمنٹ نامی پودا ہے۔

یہ سب کچھ جاننے اور ماننے کے باوجود بھی ان غدارانِ دین وملت کی پر فریب چالوں میں آنا اور جھوٹے وعدوں میں خود اور قوم کو دوبارہ دھکیلنا بڑی ناانصافی ہوگی۔ لمحوں نے خطا کی تھی، صدیوں نے سزا پائی۔

قبائلی مشران اور قومی عمائدین سے اتنا کہوں گا کہ دہشت گردی کے نام پر آپریشنوں کی آڑ لے کر کرائے کی قاتل فوج نے ایک طرف استعماری طاقتوں کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا کر مغربی سرحد پر کشیدگی کے بہانے قبائلی عوام اور برادر اسلامی ملک کے ساتھ دشمنی کا بیج بویا، تو دوسری جانب امریکہ سے اربوں ڈالر وصول کر کے لاکھوں قبائلیوں کو خانہ بدوشی اور ملک بدری پر مجبور کیا۔ نیز قبائلی پٹی کی دینی اور قومی خود مختاری اور حریت کو بعض خائنین کی وساطت سے سلب کر کے قیمتی معدنیات اور ذخائر پر ڈاکہ ڈالا۔ لیکن بفضل اللہ تحریک طالبان پاکستان کے سربکف مجاہدین نے مغربی کی تنخواہوں پر پلنے والی فوج کو یہ مقاصد ہضم نہ کرنے دینے کا عزم مصمم کر کے ان کی ناک میں دم کر کے رکھ دیا ہے۔

# خطے کی صورتحال اور پاکستان امریکہ تعلقات

عامر سلیم خان (سابقہ افسر پاکستان آرمڈ فورسز)

ایک ایسے وقت میں جب امریکہ، یورپ اور ہندوستان کی پشت پناہی، مالی و عسکری وسائل کی کمک کے ساتھ اسرائیل غزہ میں مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا ہے، کچھ حضرات و جماعتوں کا مطالبہ ہے کہ مسلم ممالک کی افواج بھی اس طرح اہلِ غزہ کی مدد کریں جیسے یہ کافر ممالک اسرائیل کی کر رہے ہیں۔ جب مسلم ممالک کی افواج کی طرف نظر کی تو ان کو مکمل طور پر انہی کافر ممالک کی خدمت و غلامی میں پایا۔ پاکستانی افواج ہی کو دیکھ لیجیے۔ پچھلے تین مہینے میں پاکستان کی تینوں قسم کی افواج، بری، بحری اور فضائی، امریکہ و یورپی ممالک کے ساتھ مشقوں سے فارغ ہی نہیں ہو پا رہیں۔ ایسے میں ان کو غزہ کے مسلمانوں کی کیا فکر لاحق ہو سکتی ہے جب وہ خود غزہ کے مسلمانوں کے قاتلوں کے ساتھ مصروفِ اعداد و عمل ہوں؟ پھر پاکستانی افواج کی پچھلے کچھ عرصے میں امریکی افواج کے ساتھ تعلقات و ہمکاری بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ آخر افغانستان میں شکست خوردہ امریکہ اس خطے میں اپنا وجود اور اپنے وجود کا اظہار کیوں بڑھا رہا ہے؟ کیا کافر استعماری قوتوں کی صدیوں سے خدمت و غلامی کرنے والی افواج سے امتِ مسلمہ کے بنیادی مسائل جیسے مسئلۂ کشمیر یا حالیہ توجہ کا مرکز مسئلۂ فلسطین وغیرہ میں کسی بھی قسم کی خیر کی توقع کی جا سکتی ہے؟ اگر نہیں تو ان افواج کے اس شر کو روکنے کے لیے امت کو کیا کرنا چاہیے؟ نیز جو افراد اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان افواج میں کام کرتے ہیں ان کو کیا کرنا چاہیے؟

افغانستان میں اللہ کے فضل، جہاد کی برکت اور مجاہدین کی قربانیوں کے نتیجے میں امریکہ کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے بعد خطے میں ایک اور قوت جو یہاں کی اصل قوت ہے یعنی مسلمانوں کی قوت ”امارت اسلامیہ افغانستان“ کا وجود پھر سے قائم ہوا۔ امارتِ اسلامیہ کا استحکام اور اس کی سرپرستی میں مسلمانوں کے لشکروں کی پیش قدمی وہ اصل عوامل ہیں جو امریکہ کسی بھی حال میں برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے ظاہر ہے امریکہ نے بہر حال امارتِ اسلامی افغانستان کو غیر مستحکم کرنا، پاکستان میں امارت اسلامیہ کی فتح کے اثرات کو زائل کرنا اور خود پاکستان میں اسلامی نظام کو آنے سے روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی ہے۔ افغانستان سے نکلنے کے بعد امریکہ کے لیے امارت اسلامی افغانستان کے خلاف اور خود پاکستان کے مجاہدین کے خلاف کام کرنے کے لیے پاکستانی فوج کے ساتھ اپنے تعاون کو بڑھانا تھا۔ اس سب کام میں امریکہ کا خود کو ظاہر کرنا صرف اور صرف اس مقصد کے لیے ہے کہ امارت اسلامیہ کو اب بھی یہ تاثر دیا جا سکے کہ امریکہ اب بھی مورچہ زن ہے اور اس بار اس کا مورچہ ”پاکستان“ ہے۔

پچھلے تین مہینوں میں پاکستان اور امریکی افواج کے مابین تین قسم کی جنگی مشقیں ہوئی ہیں۔

## بحری ایکسر سائز انسپائرڈ یونین (Exercise Inspired Union)

ان میں سب سے پہلی (Exercise Inspired Union 2024) انسپائرڈ یونین بحری مشقیں ہیں۔ ۲ مئی کو امریکی اور پاکستانی بحریہ کے مابین چار دنوں پر مشتمل یہ مشقیں مکمل ہوئیں۔ امریکی مرکزی کمان (US CENTCOM) منامہ بحرین کے اعلامیے کے مطابق ان مشقوں کا مقصد امریکی مرکزی کمان کے زیرِ سرپرستی علاقے (Area of Operation) میں عسکری تیاری، سیکیورٹی (امریکی قبضے کا) استحکام اور یہاں ان کی نقل و حرکت کی آزادی کو مزید بہتر بنانا ہے'۔ ایکسر سائز کی سرپرستی امریکہ کی طرف سے سی ٹی ایف ۱۵۲ (CTF-152) کے کمانڈنٹ کیپٹین رابرٹ ”پاکو“ پورٹر (CAPT Robert “Paco” Porter) نے کی۔

کیپٹین رابرٹ نے کہا:

> ”انسپائرڈ یونین جیسی مشقیں میری ٹائم ڈومین میں ہماری تیاری، باہمی تعاون کو بہتر بنا رہی ہیں۔ پاکستان ایک اہم شراکت دار ہے۔ ان مشقوں میں اور اس کی تیاری میں پاکستان بحریہ نے ہماری جو مہمان نوازی کی وہ ہمارے لیے ایک اعزاز ہے۔ ہم مستقبل میں بھی پاکستان جیسے اہم پارٹنر کے ساتھ کام کرنے کے منتظر ہیں۔“

امریکی مرکزی کمان کے ماتحت امریکی پانچوی بحری فوج (US 5th Fleet) کے زیرِ قبضہ رقبہ ۲ء۵ ملین مربع میل پر محیط ہے اور اس میں خلیج عرب (خلیج فارس)، خلیج عمان، بحیرۂ احمر اور بحر ہند سمیت دنیا کے تین بڑے اہم چوک پوائنٹس ”(choke points) آبنائے ہرمز، باب المندب اور نہر سویز“ شامل ہیں۔

---

' http://www.navy.mil/Press-Office/News-Stories/Article/376293/us-pakistan-forces-complete-exercise-inspired-union-2024/

یاد رہے کہ سمندر میں آزادانہ نقل و حرکت کے لیے بھاگ دوڑ اور مشقیں امریکہ نے اسی لیے تیز کی ہیں کہ طوفان الاقصیٰ کے بعد جب امریکی و اسرائیلی بحری جہازوں کو مسلم خطوں میں نشانہ بنایا گیا تو امریکہ نے اعلانیہ اس ضرورت کا اظہار کیا کہ اس کو خطے میں مزید بحری وسائل، افواج اور کارکردگی کی ضرورت ہے اور اس کے لیے وہ اپنے پارٹنرز سے رابطے میں ہے۔

## فضائی ایکسرسائز فالکن ٹالن (Exercise Falcon Talon)

اس کے بعد جون کے مہینے میں امریکی فضائیہ اور پاکستانی فضائیہ نے مشترکہ جنگی مشقیں (Exercise Falcon Talon 2024) پاکستان میں منعقد کیں۔ ان مشقوں کو بھی دیکھنے کے لیے امریکی ایفسینٹ کمانڈر (US AFCENT[2] COMMANDER) لیفٹیننٹ جنرل ڈیرل فرانس (Lt. Gen Derel France) آیا ہوا تھا[3]۔ مذکورہ امریکی کمانڈر کی میزبانی ایئر فورس چیف بابر سدھو نے خود کی۔ ایئر فورس کے اعلامیے کے مطابق دونوں کمانڈروں نے مشترکہ اہداف تک رسائی کے لیے تعاون پر زور دیا۔ یہی ان مشترکہ مشقوں کا مقصد ہے کہ مشترکہ ہدف کو مل کر ٹارگٹ کیا جاسکے۔ امریکہ و پاکستان ایئر فورس کا مشترکہ ہدف آخر کون ہے؟

امریکی مرکزی فضائیہ (US Air Forces Central) کے اعلامیے کے مطابق امریکی مرکزی فضائیہ کے ۳۷۸ مہم جو دستے (378th Air Expeditionary Wing) نے پاکستان فضائیہ کے ساتھ مل کر یہ مشقیں کیں۔ ان مشقوں کے بنیادی مقاصد حکمت عملی کی سطح پر انسدادِ دہشت گردی میں تعاون، فضا سے زمین پر وار کرنے والے اسلحے کا (جہازوں پر) تعین کرنا اور اسی موضوع کے ماہرین کا آپس میں تبادلۂ خیال کرنا تھا۔

یہ تو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ امریکہ کا ہدف اس خطے میں صرف مجاہدین ہیں۔ پھر امریکہ نے اپنے اعلامیے میں بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ مشقیں انسدادِ دہشت گردی میں تعاون کے لیے ہیں۔ اب یہ تو ظاہر ہے دہشت گردوں سے امریکہ کی مراد نہ تو اسرائیل ہے جو غزہ میں مسلمانوں کی نسل کشی میں مصروف ہے اور نہ ہی پاکستان کا نام نہاد روایتی حریف انڈیا جو کشمیر و ہند میں مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا ہے۔ دہشت گردوں سے مراد خطے کے اسلام پسند ہیں جن سے امریکہ روزِ اول سے برسرِپیکار ہے۔ اسی لیے ان مشقوں میں فضا سے زمین پر وار کرنے والے اسلحے کی تعیناتی و ٹریننگ پر خصوصی توجہ دی گئی۔ اگر انڈیا یا کسی اور ایئر فورس کے خلاف تیاری کی بات ہوتی تو جدید میزائل سسٹمز اور طریقہ کار مرکزی موضوع ہوتا لیکن واضح ہے کہ امریکہ نے کبھی بھی انڈیا کے خلاف پاکستان کا ساتھ نہیں دیا اور نہ دے گا اور یہی اظہار ان دنوں پاکستانی حکومت و فوج بار بار دھمکی کی صورت میں بھی کر رہی ہے کہ ہم افغانستان میں بارڈر کے اس پار فضائی حملے کریں گے۔ اس کے جواب میں امارت اسلامیہ افغانستان کی وزاتِ دفاع نے بھی بیان جاری کیا کہ پاکستانی حکومت وہ عمل نہ کرے جس کے ردِ عمل کو پھر برداشت و قابو نہ کر سکے۔ اس کے بعد پاکستان میں امریکہ و پاکستان کی مشترکہ مشقیں منعقد کروائی گئیں۔

## امریکی و پاکستانی بری افواج کی مشقیں (Infantry Rifle Company Exercise-2024)

۲۹ جون سے شروع ہونے والی یہ زمینی فوج کی مشقیں نیشنل کاؤنٹر ٹیررزم سینٹر، پبی کھاریاں میں دو ہفتے تک جاری رہیں۔ ان مشقوں کا معائنہ بھی پاکستانی جرنیلوں (کمانڈنگ آفیسر ۱۷ ویں ڈویژن) کے ساتھ ساتھ امریکی ۳۴ ویں انفنٹری ڈویژن کے کمانڈنٹ میجر جنرل چارلس جی کیمپر نے کیا۔ دونوں افواج کی طرف سے جو اعلامیے نشر ہوئے اس میں ان مشقوں کا واحد مقصد خطے میں دہشت گردی (اسلام پسندی) کے خلاف تعاون کو مزید بہتر بنانا ہے۔ اعلامیے کے مطابق شہری جنگ سے کیسے نمٹا جاسکے، ان مشقوں کا مرکزی ہدف تھا۔

---

[2] United States Air Force Central (US AFCENT)

[3] ڈی جی پی آر ایئر فورس

## امریکی مرکزی کمانڈ کے کمانڈر کا دورہ پاکستان

۷ مئی سے لے کر ۹ن مئی تک ہمارے خطے کے امریکی سپہ سالار (جنرل مائیکل کوریلا) نے پاکستان کا دورہ کیا۔ اس کی مہمان نوازی آرمی چیف جنرل عاصم منیر نے جی ایچ کیو میں کی۔ جی ایچ کیو کے ساتھ ساتھ جنرل کوریلا کو خیبر پختونخواہ اور افغانستانی سرحد کا دورہ کرایا گیا۔ مغربی سرحد پر اس کا استقبال کور کمانڈر پشاور، کمانڈنٹ ایف سی اور ساتویں ڈویژن کے کمانڈر نے کیا۔ یاد رہے کہ ایف سی اور ساتویں ڈویژن قبائل میں مجاہدین سے مصروفِ جنگ ہیں۔

اعلامیے کے مطابق جنرل کوریلا نے پاکستان کا دورہ اس لیے کیا کہ اپنی زیرِ کمان علاقے کے مسائل کے حل کے لیے مقامی افواج سے تعاون کو بہتر بنایا جاسکے۔[۴]

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ امریکہ کی مرکزی کمان میں امریکہ کے لیے مسائل کیا ہیں؟ کیوں مرکزی کمان کا کمانڈر اپنے مسائل کے حل کے لیے پاکستان، پھر پاکستان میں پختونخواہ، اور پختونخواہ میں افغان سرحد کا دورہ کرتا ہے، وہاں مصروفِ جنگ فوجی کوروں اور ڈویژنوں سے ملاقات کرکے آخر وہ کون سے امریکی مسائل کو حل کر رہا ہے؟

بات بہت واضح ہے کہ امریکہ کا مسئلہ ہمارے خطے کے اسلام پسند ہیں۔ مجاہدین امریکہ کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ افغانستان کی اسلامی حکومت امریکہ کا بڑا مسئلہ ہے۔ قبائل کے مجاہدین امریکہ کا اس خطے میں بڑا مسئلہ ہے۔ پاکستان کے وہ مجاہدین جو یہاں حقیقی معنوں میں اہلیانِ اسلام کی خود مختاری چاہتے ہیں اور امریکہ کو نکال باہر کرنا چاہتے ہیں وہ امریکہ کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ان تمام مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے امریکہ پاکستانی افواج کا استعمال کر رہی ہے۔ اسی مقصد کے لیے وہ پاکستانی فوجیوں کی تربیت کرنا چاہتی ہے کہ وہ خود تو ناکام وشکست خوردہ بھاگ گیا، اب سارا بوجھ پاکستانی فوج پر ڈال کر اپنی شکست کا ازالہ کرے۔

پاکستانی فوج اپنے آقا کی غلامی میں ایک دفعہ پھر شاہ سے بڑھ کر شاہ کا وفادار والی کہاوت پر عمل کر رہی ہے۔ اسی غرض سے پاکستان نے مجاہدین کے خلاف ایک نئے آپریشن ”عزمِ استحکام“ کا اعلان کیا۔ ملک میں برسرِ اقتدار سیاسی پارٹیوں کے علاوہ ہر طبقے نے، چاہے عوامی ہو یا پارلیمانی، کھل کر اس آپریشن کی مخالفت کی لیکن ایک دفعہ پھر آقا اپنے غلام کی تائید میں کھل کر میدان میں آیا اور یہ اعلان کیا کہ امریکہ اس آپریشن کی تائید کرتا ہے۔ امریکہ کیوں کر تائید نہ کرے کہ یہ آپریشن شروع ہی امریکی آرڈر پر کیا گیا ہے۔

## شکست خوردہ امریکہ پاکستان میں اپنی موجودگی کا اظہار کیوں کر رہا ہے؟

اس بات میں شک نہیں ہے کہ امریکہ پچھلے کچھ عرصے میں پاکستان میں اپنی عسکری موجودگی کا کھلم کھلا اظہار کر رہا ہے۔ مختلف مشقوں کے ذریعے، افغانستان پر امریکی ڈرونز کی سرویلنس کے ذریعے، جس کے بارے میں باقاعدہ وہاں کے وزیرِ دفاع مولوی یعقوب نے بھی تشویش ظاہر کی تھی، اور اب پاکستانی عسکری آپریشنز کے تائید کے ذریعے۔ امریکہ یہ سب کیوں کر رہا ہے؟ خطے میں امریکہ کے مفادات اور بھی ہوسکتے ہیں لیکن یہاں اسلام کے غلبے کو روکنا، اسلام پسندوں کو طاقت حاصل کرنے سے روکنا، امریکہ کا سب سے بڑا مفاد و مقصد اس لیے ہے کہ اسلام اور اس کے چاہنے والوں کا غلبہ امریکہ کے تمام مفادات کو نہ صرف خطرے میں ڈال سکتا ہے بلکہ ختم کرسکتا ہے۔ اس لیے سب سے بڑا مقصد اور مفاد امریکہ کا یہی ہے کہ اسلام کے غلبے کا راستہ روک لے۔

اس حوالے سے امریکہ کو بڑا جھٹکا تب لگا جب امریکہ کو افغانستان میں شکست ہوئی۔ امریکہ کو اس شکست کا اندازہ و یقیناً بہت پہلے ہوچکا تھا لیکن اس نے صرف اس کوشش میں دو دہائیاں یہاں گزار دیں کہ کیسے اس شکست کا دائرہ کم و محدود کیا جائے۔ جس میں امریکی ناکام رہے اور افغانستان سے ان کا مکمل انخلاء دیکھنے میں آیا۔ اس کے بعد امریکہ کی کوشش ہے کہ کیسے افغانستان میں مجاہدین کی اس فتح کو صرف افغانستان تک ہی محدود رکھا جاسکے۔ اس کے لیے انہوں نے اپنی پرانی اور ڈالروں کی وفادار غلام پاکستان فوج کو کام پر لگانا چاہا لیکن یہ بات بھی ان

[۴] www.centcom,mil/MEDIA/PRESS-RELEASES/Press-Release-View/Article/3770726/uscentcom-commander-visits-pakistan/

کی نظر میں ہے کہ یہ اسلامی انقلاب جو افغانستان میں کامیاب ہو چکا ہے اور وہاں سے آگے بھی بڑھے گا، اس کی وسعت کو روکنا صرف پاکستان فوج کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لیے امریکہ ہی نے اشرف غنی کے دور سے بارڈر پر باڑ، کیمرے اور پوسٹیں بنانے میں پاکستان کی مدد کی، پھر انخلاء کے وقت بہت سارا ساز و سامان پاکستان کے حوالے کرنا چاہا (جس میں بھی وہ ناکام رہا بس کچھ حد تک ہی کر پایا) اور انخلاء کے بعد یہاں سے پاکستان فوج کو سپورٹ فراہم کر رہا ہے۔ صرف اسلامی انقلاب کو پھیلنے سے روکنے کے لیے۔ اسی مقصد کے لیے امریکہ پاکستان کے ساتھ اپنی عسکری موجودگی کا مظاہرہ بار بار کر رہا ہے کہ مجاہدینِ پاکستان و امارتِ اسلامیہ پر اس بات کا اثر قائم کیا جاسکے کہ اس سب شر و فساد میں امریکہ کی قوت ہماری پشت پر ہے۔ لیکن امریکی دانشور اور اس کے پاکستانی غلام کیوں اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ جس اسلامی انقلاب کا رستہ افغانستان میں خود امریکہ اور اس کے ۴۴ اتحادی نہ روک سکے اس کو مزید پھیلنے سے کیسے ایک کمزور معیشت والی حکومت و فوج اور اس کی پشت پناہ شکست خوردہ عالمی قوت روک سکے گی؟

## کیا مسلم ممالک کی افواج امتِ مسلمہ کے مسائل میں کوئی خیر کا کردار ادا کر سکتی ہیں؟

اس سوال کا جواب اس لیے ضروری ہے کہ امتِ مسلمہ میں بہر حال یہ بیداری کسی حد تک موجود ہے کہ ہمیں بطورِ امت اپنے مسائل کے حل کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہاں ایک طبقہ اس حل کے لیے ان افواج کا سہارا لینا چاہتا ہے جو خود امت کے لیے بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔ ان افواج کی تربیت اور نظم ایسا ہے کہ بطورِ ادارہ یہ امر ناممکن ہے کہ وہ امت کے لیے کچھ کر سکیں۔ مسلم امت کی افواج مصر و ترکی سے لے کر پاکستان و سعودیہ تک خطے میں امریکہ و یورپ کے مفادات کی محافظ ہیں۔ اس کی ادنیٰ سی مثال پاکستان فوج کی لیجیے۔ اس فوج نے پاکستان کی نام نہاد آزادی سے پہلے براہ راست انگریز کی اطاعت کر کے خطے میں انگریز کی حکمرانی کو تحفظ فراہم کیا۔ اس فوج نے انگریز مخالف ہر تحریک کو بزورِ قوت دبایا۔ پھر ۱۹۴۷ء کے بعد اسی فوج نے پاکستان میں امریکہ کی نمائندگی میں ہر اسلامی تحریک کا راستہ بزورِ قوت روکے رکھا۔ حالانکہ خطے کے مسلمانوں نے یہ ملک بنایا ہی اس لیے تھا کہ یہاں اسلامی نظام رائج ہو۔

آپ اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قیامِ پاکستان کے بعد سے یہ فوج صرف چار مرتبہ اپنے روایتی حریف انڈیا سے جنگ کے میدان میں کودی ہے اور ان چار جنگوں کا مجموعی دورانیہ دو ماہ کا بھی نہیں بنتا۔ اس کے برعکس اپنے مسلمانوں کے خلاف یہ فوج ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک ۱۷ بڑے آپریشنز کر چکی ہے اور لاتعداد چھوٹے آپریشنز۔ صرف دہشت گردی کے خلاف جنگ کے عنوان کے نیچے یہ فوج پچھلے تیئس سال سے اپنے مسلمان عوام کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔

اس لیے یہ بات غلط ہے کہ ان افواج سے امتِ مسلمہ کے لیے کچھ کرنے کی توقع رکھی جائے۔ بطورِ ادارہ یہ افواج ایسی ہی ہیں جیسی امریکی یا اسرائیلی افواج۔ ہاں ان افواج میں سے ہر وقت انفرادی طور پر کچھ غیور مسلمانوں نے اپنے اصل فرضِ منصبی کو پہچان کر اگر کچھ کیا ہے تو اس کے ہم معترف ہیں اور اسی بنیاد پر ان افواج میں کام کرنے والے ان افراد کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنی نجات کے لیے، امتِ مسلمہ کو ذلت کی اس چکی سے نکالنے کے لیے، فوج میں رہ کر ایسے مواقع سے فائدہ اٹھائیں جس میں وہ امت کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

## کیا ہمارے ملک کی افواج سے فلسطینیوں کی مدد کا مطالبہ معقول ہے؟

جو ریاست اپنی عوام کا یہ مطالبہ پورا نہیں کر سکتی کہ وہ فلسطین کے چالیس ہزار شہداء اور خود غزہ کے سابق پارلیمانی طریقے سے منتخب وزیرِ اعظم اسماعیل ھنیہ کے خاندان کی شہادت پر ایک فون کال یا خط اسماعیل ھنیہ کو لکھ دیں کہ اس میں شہادتوں پر تعزیت ہو بس۔ اس ریاست اور اس امریکی غلام فوج سے آپ کس خیر کی توقع رکھ سکتے ہیں؟ جو ریاست اتنی غلام ہو کہ وہ فلسطین کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتی جتنا کافر ملک (جنوبی افریقہ) نے کیا کہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس میں اسرائیل کی جانب سے فلسطینیوں کی نسل کشی کے خلاف درخواست دائر کی، تو اس سے آپ یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ امت کو کسی موڑ پر فائدہ پہنچا سکے گی؟ حالانکہ یہ سب دنیا کی نظر میں 'لیگل ایکشنز' میں شمار ہوتا ہے۔ پاکستان فلسطین کے ساتھ اپنی ادنیٰ ہمدردی ظاہر نہ کر سکا۔ کم از کم افریقہ کے کیس میں افریقہ کا ساتھی ہی بن جاتا۔ افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ صاف ظاہر ہے کہ ریاستِ پاکستان (جس کے اصل حاکم جرنیل ہیں) نے فلسطین کے بجائے اسرائیل کے ساتھ رہنا، لانگ ٹرم میں ساتھی بننا پسند کیا ہے۔

یہاں میں سیو غزہ مہم کے تیسرے مطالبے پر بھی بحث کروں گا، حالانکہ وہ کتنا لیگل مطالبہ ہے لیکن ریاستِ پاکستان امریکہ کے سامنے بالکل سجدہ ریز ہے کہ دنیا کے قانون کے مطابق بھی پاکستان امریکہ سے پوچھے بغیر، امریکہ کی اجازت کے بغیر نہیں چل سکتا۔ سیو غزہ مہم کا تیسرا مطالبہ تھا کہ غزہ کے زخمیوں کے لیے پاکستان فیلڈ ہسپتال قائم کرے۔ اس کے لیے ڈاکٹرز پہلے سے رضاکارانہ خدمات کے لیے تیار ہیں۔ ریاستِ پاکستان کو صرف اقوامِ متحدہ کے لیگل سٹرکچر کے تحت وہاں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہسپتال قائم کرنے کی منظوری دلانی تھی۔ وہاں نہیں تو مصر میں تو ممکن تھا؟ لیکن نہیں! فلسطینیوں کے ساتھ کوئی ادنی سی، دنیا کے قوانین کے مطابق بھی، ادنی سی ہمدردی ہماری ریاست کو منظور نہیں۔ ہماری ریاست امریکہ کی مکمل غلام ریاست ہے اور امریکہ اس جنگ میں اسرائیل کا سب سے بڑا پشت پناہ ہے۔

اس لیے اس ریاست (فوج) کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو افغانستان میں امریکی غلام افغانی فوج کے ساتھ کیا گیا۔ ہماری بدقسمتی تھی کہ پاکستان کے قیام کے بعد ہم نے ملک کی تقدیر اسی فوج کے ہاتھ میں تھما دی جو پہلے سے انگریز کی غلام اور اسی کی فوج تھی۔ اس کے برعکس

افغانستان سے جب امریکہ کو نکالا گیا تب مجاہدین نے اپنے ملک کے تمام امریکی غلاموں کے لیے عام معافی کا اعلان تو کر دیا لیکن اقتدار و عسکری معاملات سے ان کو مکمل طور پر باہر رکھا۔ جس سے ایک آزاد و خود مختار مملکت کا وجود عمل میں آیا۔ ہمیں بھی اصل آزادی کے حصول کے لیے اپنے ملک سے امریکی موجودگی کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ اختیار ان کے غلاموں سے چھیننا ہو گا اور اہلِ دین و مخلصین کے ہاتھوں میں تھمانا ہو گا۔ اس لیے ان امریکی غلام افواج سے نجات ضروری ہے اور اس کا واحد راستہ دعوت و جہاد ہے۔

### ان افواج میں اسلام کا دعویٰ کرنے والے افراد کے نام پیغام

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہی امریکی جو آپ کے ساتھ سمندر، فضا اور خشکی پر ہاتھ میں ہاتھ ملائے مشقیں کر رہے ہوتے ہیں، یہی غزہ، شام، عراق، صومالیہ اور دیگر مسلم خطوں میں مسلمانوں کا خون بھی بہا رہے ہیں۔ پھر کیسے آپ اور ان کا ہدف ایک ہو سکتا ہے؟

### اے پاکستان نیوی میں کام کرنے والے اسلام کے دعویدارو!

اسی امریکی بحریہ کے سپاہی جو آپ کے ساتھ سمندر میں جوائنٹ ایکسر سائز کر رہے ہیں یہی ایک مہینہ پہلے براہ راست غزہ کے سمندر سے امداد کے بہانے ٹرکوں سے گھس کر فقط ایک گھنٹے میں ۲۲۰ مسلمانوں کو شہید کر چکے ہیں۔ ان کے بحری جہاز غزہ کے ساحل کے سامنے ہر ضرورت کی چیز سے لیس اسرائیل کی خدمت میں کھڑے ہیں۔ کیا آپ اور ان کا ہدف ایک ہے جو مشترکہ ہدف کے خلاف مشق کر کے عمل کے لیے تیار ہو رہے ہیں؟ ایک مسلمان جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہو اس کا اولین ہدف تو خود یہی امریکی ہے جن کے ہاتھ واضح طور پر ہمارے مسلمان بہن بھائیوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ ایک مسلمان کے اولین ہدف تو وہ امریکی ہیں جنہوں نے نبی آخر الزمان، سید الانبیاء علیہم السلام، رحمت اللعالمین، رسول الکریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار گستاخیاں کیں۔ پھر کیسے آپ ان امریکیوں کے ساتھ مل کر کسی مشترکہ ہدف کے خلاف تیاری کر رہے ہیں؟

### اے پاکستان ائیر فورس میں کام کرنے والے اسلام کے دعویدارو!

پاکستان ائیر فورس کے ان آفیسرز اور ائیر مین سے کہوں گا کہ آپ اور ان امریکیوں کا ہدف کیسے ایک ہو سکتا ہے جبکہ ان کے جہازوں کا بیس سالہ ریکارڈ یہ ہے کہ انہوں نے لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا ہے اور ان کی بستیاں اجاڑی ہیں؟ ایک مسلمان پائلٹ کا ہدف وہ امریکی ہونے چاہییں جن کے جہازوں نے سب سے زیادہ قتل عام مسلمانوں کا کیا ہے یا آپ کی قوم کے وہ مسلمان افراد جو اسلامی نظام کے خواہاں ہیں؟

### اے پاکستان آرمی میں کام کرنے والے اسلام کے دعویدارو!

پاکستان آرمی میں وہ افراد جو ان مشقوں کا حصہ ہیں ان سے سوال کروں گا کہ جس امریکہ کے ساتھ اپنے ایک مشترکہ ہدف کو ختم کرنے کے لیے مشقیں کیں کیا اس امریکہ کی خباثت کا آپ کو علم نہیں ہے؟ کیا ان یہود و نصاریٰ سے دوستی کے بارے میں مسلمانوں کی ہدایت کے لیے ان کے رسول ﷺ پر نازل کتاب، کلام اللہ میں کوئی ہدایت نہیں ہے۔ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ہدف کو اپنا ہدف سمجھنا کتنی بڑی گمراہی ہے؟

سوچیے اور امت کے لیے نہیں تو کم از کم اپنی خیر کے لیے فیصلہ کیجیے کہ آپ کس صف میں شریک ہیں۔ جن امریکیوں کے ساتھ آپ مشترکہ ہدف کے خلاف مشق کر رہے ہیں اسلام کے مطابق ان کے خلاف جہاد و قتال فرضِ عین ہے۔ ان کو مارنا ہم سب پر فرض ہے۔ غزہ کے بچوں کی خاطر ان کو مارنا ضروری ہے۔ غزہ میں جاری نسل کشی کو روکنے کے لیے ان کو سبق سکھانا لازم ہے۔ پس خوش قسمت ہے وہ مسلمان جو اپنے مظلوم مسلمان بہن بھائیوں کی خاطر اپنے اسلحے کا رخ ان امریکی ظالموں کی طرف پھیر لے اور ان کو مار کر اپنے رب کے حضور سرخرو ہو کر حاضری دے۔

وما توفيقى الا بالله العظيم

## بقیہ: خون کا قرض

گل آغا کی بات سن کر نثار کی تو باچھیں کھل گئیں۔ اس کے والد بالکل ان پڑھ تھے۔ انہوں نے تو قرآن بھی ناظرہ سے نہیں پڑھا ہوا تھا مگر چونکہ افغان معاشرہ اسلام اور اسلام کے شعائر سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے اس لیے سینہ بہ سینہ ہی ان کو دین کی محبت منتقل ہوتی رہتی ہے۔

”ظہیر احمد جب جہاد کے لیے نکلا تھا تو مجھ سے چھپ کر نکلا تھا، مجھے اس بات کا بہت دکھ ہوا تھا کہ میرے بچے نے یہ کیوں سمجھا کہ میں اس کو جہاد پر جانے سے روکوں گا! حبیب نور! آپ گواہ رہیں کہ میں اپنے کسی بچے کو کبھی بھی جہاد پر جانے سے نہیں روکوں گا! البتہ اس کی ماں چونکہ عورت ہے اور ماں ویسے بھی اپنی اولاد کے بارے میں حساس ہوتی ہے، اس لیے آپ دعا کیجیے گا کہ اس کی ماں حوصلے سے اپنے بچے کو جہاد پر روانہ کرے!“

گل آغا نے تو تقریر ہی کر دی تھی۔ طالبان مجاہدین بھی ان سے متاثر نظر آرہے تھے۔

”اب اٹھو نثار احمد! گھر جاؤ اور ظہیر احمد کا اسلحہ اٹھا لاؤ! اب اس کا حق ادا کرنا تمہارے ذمے رہا! تمہارے نبی ﷺ کی امت بہت غمگین ہے میرے بیٹے! اس کو خوشی کے دن واپس لوٹا دو!“

گل آغا نے اس کا کندھا تھپتھپایا تو نثار احمد خوشی سے اپنے گھر کی طرف لپکا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

## دیکھیے! شرق افریقہ میں مصروفِ جہاد شباب المجاہدین کی نئی ویڈیو

https://archive.gnews.to/index.php/s/2XmjwMbPYge28Rr
https://archive.gnews.to/index.php/s/q2pti4C2fSado9d

# منشیات کا دھندہ: پاکستانی فوج کی معاشی و اسٹریٹیجک طاقت کا اہم ستون

اریب اطہر

سینئر سیاستدان جاوید ہاشمی نے اپنے ایک ویلاگ میں انکشاف کیا کہ ملتان میں اربوں روپے مالیت کی منشیات پکڑی گئی، لانے والے فوجی تھے۔ سب نے دیکھا، موٹر وے کئی گھنٹے بند رہی لیکن اس کے باوجود میڈیا میں اس سے متعلق کوئی خبر نہیں ہے۔ جاوید ہاشمی کے اس ویڈیو کلپ کو تحریک انصاف کے حامی کارکنوں اور صحافیوں کی جانب سے وائرل کیا جاتا رہا لیکن ٹی وی چینلز پر یا اخبارات میں اس متعلق کوئی خبر نہ آ سکی۔ ایک اور واقعے میں ایک فوجی گاڑی سے ملتان پولیس نے ۷۰ کلوگرام منشیات برآمد کیں، گاڑی میں ۴ ایس ایس جی کمانڈو سوار تھے۔ سابق آرمی افسر عادل راجہ اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ منشیات کا استعمال پاکستانی فوج اور سول آرمڈ فورسز میں ایک وبا کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ کشمیر میں ڈیوٹی کرنے والے سپاہیوں کے متعلق تو یہ سبھی جانتے ہیں کہ بارڈر پر بھارتی سپاہیوں کو منشیات دے کر اس کے بدلے پاکستانی فوجی شراب لیتے ہیں۔ رات کو ڈیوٹی کرنے والے اہلکار آئس کا نشہ کرتے ہیں تاکہ جاگتے رہنے میں دقت نہ ہو۔ ایک کلپ اس وقت بھی وائرل ہے جس میں ایک ہم جنس پرست شخص علی سلیم جو عورتوں کا لباس پہن کر بیگم نوازش علی کے نام سے میڈیا میں جانا جاتا رہا، ٹی وی چینلز پر اسے خوب پذیرائی دلوائی گئی، یہ شخص ایک ریٹائرڈ کرنل کا بیٹا ہے۔ اس نے اپنے ویڈیو بیان میں فوج اور آئی ایس آئی پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ یہ انتہائی گندے لوگ ہیں، لڑکیوں کا استحصال کرتے ہیں، میں ان کے سیف ہاؤسز کے ایڈریسز جانتا ہوں اور ان کی پارٹیوں میں شریک رہا ہوں۔ آج اسکول جانے والی عمر کے بچے آئس کے نشے میں مبتلا ہیں، یہ آئس نشہ کون لاتا ہے؟ اس کا اشارہ فوج کی طرف ہی تھا۔ بقول اس شخص کے فوج اسے لڑکیاں فراہم کرنے کے کام پر راضی کرنا چاہتی تھی، جو اسے منظور نہ تھا۔ اس نے اپنے ویڈیو بیان میں چیف جسٹس سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے سکیورٹی دے کر بلائیں تو وہ ثبوت و تفصیلات دے سکتا ہے۔

پاکستان میں اس وقت سینکڑوں پرائیویٹ چینلز و اخبارات ہیں جن میں ہزاروں صحافی کام کر رہے ہیں، اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں مختلف شعبوں میں کام کرنے والی این جی اوز ہیں، اس کے باوجود یہ انتہائی حیران کن بات ہے کہ کسی بھی ادارے، این جی او، ٹی وی چینل یا صحافی کا منشیات کے پھیلاؤ اور اس کے تدارک کے حوالے سے کسی بھی قسم کا تحقیقی کام صفر ہے۔ جو تھوڑی بہت معلومات یا اعداد و شمار پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا پر نظر آتے بھی ہیں وہ اقوام متحدہ کے منشیات اور جرائم کی روک تھام کے دفتر سے جاری ہوتے ہیں، جو UNODC کہلاتا ہے۔ اقوام متحدہ کا یہ دفتر بین الاقوامی سطح پر منشیات کے استعمال اور ان کی تجارت سے متعلق حقائق جمع کرتا ہے۔ UNODC کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں منشیات اور نشہ آور ادویات کا غیر قانونی استعمال کرنے والے افراد کی تعداد سڑسٹھ لاکھ ہے، اور ان میں بھی سب سے بڑی تعداد پچیس سے لے کر انتالیس سال تک کی عمر کے افراد کی ہے۔ دوسرا سب سے بڑا گروپ پندرہ سال سے لے کر چوبیس سال تک کی عمر کے نوجوانوں کا ہے۔ ان قریب سات ملین افراد میں سے بیالیس لاکھ ایسے ہیں جو مکمل طور پر نشے کے عادی ہیں۔ پاکستان میں منشیات کا استعمال کتنا بڑا مسئلہ ہے، اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں جاری جنگ کے نتیجے میں قریب ساٹھ ہزار افراد دس سالوں میں مارے گئے (گو کہ یہ بھی سرکاری دعویٰ ہے) جبکہ امریکی جریدے فارن پالیسی کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں نشے کی عادت کے سبب ہر سال تقریباً ڈھائی لاکھ ہلاکتیں ہوتی ہیں (ڈی ڈبلیو جون ۲۰۱۶ء)۔ آج ہائی کلاس ایریا کی پارٹیوں سے لے کر مڈل اور لوئر کلاس کے گلی محلوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں تک ہر جگہ ہر قسم کا نشہ بآسانی دستیاب ہے۔ پیشہ ور بھکاریوں کے گینگ بچوں کو افیون کھلا کر بھکاریوں کو پکڑا دیتے ہیں اور وہ ان کی گود میں سوئے رہتے ہیں۔ کچھ گینگ ایسے ہوتے ہیں جو لاوارث اور گھر سے بھاگنے والے بچوں کو نشے کی لت میں لگا کر ان سے چوریاں کرواتے ہیں اور جسم فروشی کی طرف بھی دھکیلتے ہیں۔ یہ سب کچھ تو دو دہائیاں قبل دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ منشیات کے اس پھیلاؤ کے پیچھے پاکستانی فوج کیوں اور کب سے ملوث ہے؟

مشرف کی جانب سے جب نواز حکومت کا تختہ الٹا گیا اور پھر جب وہ جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوا، اس وقت اس نے ایک کتاب اپنی صفائی میں سہیل وڑائچ سے لکھوائی ''غدار کون''۔ اس کتاب میں اس نے اپنے پہلے دور حکومت جو ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۳ء تک تھا، کے ایک واقعے کا ذکر کیا ہے۔ یہ پڑھ کر بخوبی سمجھ آ جائے گا کہ یہ سب کچھ مس مینجمنٹ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ نہایت منظم انداز میں فوج نے اس دھندے کو اپنی معاشی طاقت بڑھانے کے لیے استعمال کیا اور پھر آہستہ آہستہ یہ بزنس جرنیلی تسلط کو مضبوطی فراہم کرنے والے بہت سے گروہوں کا بھی پیشہ یا سائیڈ بزنس بن چکا ہے کیونکہ ادارے انہیں سہولت کاری، مدد اور پروٹیکشن فراہم کرتے ہیں۔

سہیل وڑائچ: پاکستان کے بیشتر وزرائے اعظم کو یہ شکایت رہی ہے کہ خفیہ ایجنسیاں ان سے بالا بالا ہی سارے کام کرتی ہیں۔ اس حوالے سے آپ کا کیا تجربہ رہا؟

نواز شریف: پاکستان میں خفیہ ایجنسیاں بہت منہ زور ہو چکی ہیں۔ صدر اور وزیر اعظم کو بتائے بغیر کام کیے جاتے ہیں۔ دنیا میں کہیں بھی یہ تصور نہیں ہے کہ خفیہ ایجنسیاں حکومت کی

اجازت کے بغیر کام کریں کیونکہ آپ دنیا میں یا ملک کے اندر جو بھی کارروائی کریں اس کی ذمہ داری تو حکومت پر آتی ہے اور اسے ہی دنیا کے سامنے جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔ پاکستان میں غلط کام تو خفیہ ایجنسیاں کرتی ہیں اور جوابدہی حکومت کی ہوتی ہے جسے ان معاملات کا علم ہی نہیں ہوتا۔ مثلاً، میرے پہلے دور حکومت میں ایک بار دو سینئر فوجی جرنیل ملنے آئے، میٹنگ شروع ہوئی تو ایک جنرل نے کہا کہ ''ملک کی معاشی حالت سنوارنے کے لیے منشیات کو حکومتی سرپرستی میں بیرون ملک بھجوایا جائے، ہیروئن برآمد کرنے سے ملک کی معاشی تقدیر بدل جائے گی''۔ میں اس بات پر حیران ہوا اور میں نے سختی سے پوچھا کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں تو جنرل نے جھینپتے ہوئے کہا کہ یہ تو صرف تجویز ہے۔ اس پر دوسرے جنرل بولے کہ ''تمام ترقی یافتہ ملکوں نے بلیک منی سے ہی ترقی کی ہے۔ انگلینڈ ہو یا سوئٹزرلینڈ، یہ سب بلیک منی سے ہی امیر ہوئے تھے۔ امریکہ نے دوسرے ممالک کی دولت لوٹی ہے، ہمیں بھی چاہیے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور ملک کو منشیات کی سمگلنگ سے خوشحال بنائیں''۔ میں نے سختی سے یہ تجویز رد کر دی۔

(اقتباس: غدار کون، نواز شریف کی کہانی ان کی زبانی، از قلم سہیل وڑائچ)

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ فوج بہت پہلے سے منشیات کے دھندے میں کود چکی تھی، بس سیفٹی کے لیے اس وقت کے وزیر اعظم کو بھی ساتھ ملانا چاہا۔

میں دوران طالب علمی جس ہاسٹل میں رہا وہاں قریب ہی لاء کالج کے طالب علموں کا بھی ہاسٹل تھا۔ اس وقت وہاں بہت سے دوست بنے جو آج وکالت کے پیشے سے منسلک ہیں۔ پاکستان میں منشیات کے پھیلاؤ کے ایشو پر میری ان سے اکثر و بیشتر بات چیت ہوتی ہے اور اس معاملے کی تہہ تک پہنچنے کے تجسس نے مجھے ہمیشہ مجبور کیا کہ میں انہیں کریدتا رہوں۔ ایسا کرتے ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں۔ میرے بہت سے دوستوں نے میرا تعارف ان دوسرے وکلاء سے بھی کرایا جو عموماً منشیات کے الزام میں قید ملزموں کے کیسز کا دفاع کرتے ہیں۔ یہ معلومات اتنی زیادہ ہیں کہ شاید ایک کتاب میں ہی ان کا احاطہ ہو پائے گا چہ جائیکہ ایک مضمون میں اسے سمویا جائے۔

جس طرح پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ اور مغربی دنیا کو بے وقوف بنا کر فنڈز اینٹھے ہیں، کچھ یہی حال منشیات کے تدارک کے لیے لڑی جانے والی نام نہاد جنگ کا بھی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کے کردار کو امریکہ و مغرب سمجھ چکے ہیں، تبھی پاکستان کو اب دہشت گردی کی جنگ لڑنے کے نام پر اس طرح بلینک چیک نہیں مل رہے جس طرح ماضی میں ملتے رہے۔ لیکن منشیات کے تدارک کے لیے لڑی جانے والی جنگ کے متعلق چونکہ کوئی تحقیق سرے سے ہوئی نہیں اس لیے دنیا تاحال غافل ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ پاکستان کو انسداد منشیات کی مد میں ۲۴ ملین ڈالر کی رقم فراہم کر چکا ہے۔

جبکہ حالت یہ ہے کہ پاکستانی فورسز منشیات کی کاشت، اسٹاک اور سپلائی سے لے کر صارف تک پہنچنے تک ایک ایک چیز مانیٹر کرتی ہیں، اس سے نفع کماتی ہیں اور کئی ذریعوں سے کماتی ہیں۔ امریکہ اور اقوام متحدہ کو یہ باور کرانے کے لیے کہ پاکستانی فورسز منشیات کے تدارک کے لیے کام کر رہی ہیں اور اس میں ملوث لوگوں کو گرفتار کر کے ان پر مقدمات بنا رہی ہیں، اینٹی نارکوٹکس ایک طے کردہ تعداد تک لازمی لوگوں کو گرفتار کر کے سزا دلواتے ہیں اور اس سارے پراسیس کے لیے بھاری فنڈز وصول کرتے ہیں۔ اس وقت پاکستان بھر کی جیلوں میں ہزاروں قیدی منشیات کے کیسز میں قید ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثریت غریب ڈرائیوروں کی ہوتی ہے جو نئے نئے اس کام کی طرف آتے ہیں اور انہیں اس کام کی طرف لانے والے ہی منشیات کے اسمگلر پکڑوا دیتے ہیں۔ وہ افراد جو اس دھندے میں مال بنا چکے ہوتے ہیں اگر کبھی وہ پکڑے جائیں تو وہ ساٹھ ستر لاکھ میں پولیس اور اینٹی نارکوٹکس سے ہی معاملہ طے کر کے چھوٹ جاتے ہیں۔ جبکہ منشیات کو فورسز دوبارہ بیچ دیتی ہیں۔ اگر گرفتاری کے وقت ہی فورسز کے ساتھ معاملہ نہ نمٹے اور کیس بن جائے تو عدالت سے بھی یہ اسمگلر کروڑ ڈیڑھ کروڑ تک معاملہ سیٹل کر لیتے ہیں۔ ججوں سے معاملہ سیٹل کروانے میں خفیہ ایجنسیاں بھی کام کرتی ہیں، (ججوں پر ایجنسیوں کا اثر و رسوخ بھی اس لیے اہم ہے کیونکہ من پسند فیصلے کروا کر وہ اسمگلروں سے بھاری قیمت وصول کر لیتے ہیں)۔ پھر بہت سے ایسے غریب ڈرائیوروں کو بھی منشیات کے مقدمے میں ملوث کر دیا جاتا ہے جو سامان ڈیلیوری کی بکنگ لیتے ہیں اور انہیں نہیں معلوم ہو پاتا کہ اس میں کہیں منشیات چھپائی گئی ہے۔ اگر کسی نے کہیں سو بوری پیاز ڈیلیور کرنی ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ سو بوری پیاز کھول کھول کر چیک کرے اور پھر سامان ڈیلیوری کے لیے بک کرے۔ جبکہ مال بک کروانے والا جس نے فقط اینٹی نارکوٹکس والوں کو کیس دینا ہوتا ہے، وہ مال بک کروا کر اطلاع دے دیتا ہے کہ فلاں گاڑی میں اس طرح مال چھپایا گیا ہے۔ ایک شخص جس پر سکیورٹی اداروں پر حملوں میں ملوث ہونے کا الزام ہو، اس سے برآمد ہونے والا اسلحہ کتنے لوگوں سے ہوتا ہوا پہنچا وہ سب تفتیش و انتقام کا حصہ بنتے ہیں، ایسے شخص کے دوست رشتہ دار جن کا اس کے کسی فعل سے کوئی تعلق نہ بھی ہو وہ بھی انتقامی کارروائی کا حصہ بنتے ہیں۔ جبکہ ایک ایسا غریب ڈرائیور جس پر منشیات کی برآمدگی کا الزام ہو، ادارے کبھی یہ ڈھونڈنے کی زحمت گوارا نہیں کریں گے کہ یہ منشیات کتنے لوگوں سے ہوتی ہوئی اس کے ہاتھ پہنچی یا یہ جس سپلائر سے خریدی گئی اسے بھی کیس میں ملوث کیا جائے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا چونکہ امریکہ کو بس یہی بتانا مقصود ہے کہ ہم نے اتنی گرفتاریاں کیں بس اسی طرح خانہ پری کی جاتی ہے۔

اب آتے ہیں ملک بھر میں ترسیل کی طرف۔ ملک بھر میں مختلف گروہ باقاعدہ ان کی سہولتکاری اور اجازت سے ہی منشیات کی ترسیل تمام علاقوں، اسکولوں، کالجوں اور ہائی کلاس ایریا میں ممکن بناتے ہیں۔ کبھی یہ گروہ فوج کی منظور نظر سیاسی جماعت کی چھتری کا بھی سہارا لیتے ہیں۔ اس طرح سیاسی جماعتوں کو ان جرائم پیشہ گروہوں سے منسلک کر کے ایک ہدف یہ بھی ہوتا ہے کہ

جب بھی یہ جماعتیں کنٹرول سے باہر نکلیں تو انہیں ان کے غیر قانونی دھندوں سے ہی بلیک میل کیا جائے۔ بلوچستان اور خیبر پختونخواہ میں تو بالخصوص اور پورے پاکستان میں بالعموم پاکستان کی خفیہ ایجنسیاں منشیات کے کاروبار میں ملوث لوگوں کو مجاہدین کے خلاف جاسوسی کے لیے استعمال کرتی ہیں۔

منشیات کے کاروبار کی سب سے گھناؤنی صورت وہ ہے جو سابق سی ایس پی آفیسر عاشر عظیم اور سابق پیمرا چیئر مین ابصار عالم سمیت کئی افراد بتا چکے ہیں۔ بقول عاشر عظیم تمام بڑے شہروں کے پوش علاقوں جیسے کراچی میں ڈیفنس کا علاقہ ہے وہاں ایجنسیوں نے پرائیویٹ گھر لے رکھے ہیں جہاں پرائیویٹ پارٹیوں کا انتظام کیا جاتا ہے اور ہر قسم کی منشیات فری فار آل میسر ہوتی ہیں۔ یہاں اہم شخصیات کو مدعو کیا جاتا ہے تاکہ انہیں ٹریپ کیا جاسکے۔ ابصار عالم نے بھی اپنے ایک کالم میں انکشاف کیا کہ جن دنوں عمران خان کی حکومت کو فوج سپورٹ کر رہی تھی ان دنوں خفیہ ایجنسی کے افسر اسلام آباد میں روزگار کی تلاش میں آنے والی لڑکیوں کو نشے کی لت میں لگا کر انہیں اہم شخصیات سے تعلقات بنانے اور بلیک میل کرنے کے لیے استعمال کر رہے تھے۔ بہاولپور یونیورسٹی میں بھی ایک ریٹائرڈ فوجی افسر جو یونیورسٹی میں چیف سکیورٹی آفیسر کے طور پر تعینات تھا منشیات اور طالبات کے جنسی استحصال میں ملوث تھا۔

اپنے ایک وکیل دوست سے ہی میں ان لوگوں کے متعلق بھی اکثر پوچھتا رہتا ہوں جو اس دھندے میں ملوث ہو جاتے ہیں، میرے لیے یہ معلومات یقیناً حیران کن تھی۔ اس میں بیچنے والے تو اکثر و بیشتر جرائم پیشہ بدکردار لوگ ہوتے ہیں جن کے لیے حلال حرام صحیح غلط سرے سے کوئی معنی نہیں رکھتا، لیکن منشیات کے الزام میں پکڑے جانے والے ڈرائیوروں کی ایک بڑی تعداد بظاہر دیندار بھی ہوتی ہے۔ ایسے ہی ایک شخص سے جب میرے وکیل دوست نے ملاقات کروائی تو میں نے اس سے پوچھا کہ بھائی آپ یہ حرام کاروبار کیوں کرتے ہیں تو اس نے کہا میں نے چرس سے کاروبار شروع کیا لیکن پھر ہیروئن اور آئس جسے چھپانا زیادہ آسان ہے اور منافع زیادہ ہے، بس پھر میں اس دھندے میں بھی آ گیا، دوسری بات علاقے کے اکثر لوگ اس کاروبار میں ملوث ہیں، کاشت بھی ہوتی ہے جس کے لیے سکیورٹی اداروں کو بھتہ دیتے ہیں اور پھر یہاں سے خریدنے والوں کو کبھی بھی پکڑا نہیں جاتا اس لیے بچپن سے بس مانوسیت کہہ لیں کہ ہمارے علاقے میں اس کو برا ہی نہیں سمجھا جاتا۔

اب یہ تو واضح ہے کہ پاکستان کے سکیورٹی ادارے منشیات کے دھندے میں سر تا پا ملوث ہیں اس لیے ان اداروں سے تو توقع ہی فضول ہے کہ وہ منشیات کی روک تھام کے لیے کوئی اقدامات اٹھائیں گے لیکن اس سلسلے میں کیا علماء کی ذمہ داری نہیں بنتی کہ وہ موجودہ حالات کے تناظر میں اس مسئلے کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے اس پر کھل کر بات کریں۔ اب جو نئے نشے آ رہے ہیں جیسا کہ آئس، ان کے اثرات تو اتنے تباہ کن ہیں جس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس کے گھر کا کوئی فرد ایسے کسی مہلک نشے میں مبتلا ہو جائے۔ یہ افراد نشہ حاصل کرنے کے لیے پہلے اپنے گھر سے ہی چوریاں کرتے ہیں پھر باہر چوریاں شروع کرتے ہیں پھر جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ اور اگر خفیہ ایجنسی سے منسلک ہو جائیں تو اپنے نشے کے حصول کے لیے ان کے ہر ناجائز کام کو کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ ایسے بہت سے افراد ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں، کبھی ماں باپ بہن بھائی جیسے اپنے سگے خونی رشتوں کو قتل کر ڈالتے ہیں تو کبھی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہتے ہیں۔ چونکہ ایسے افراد کی شادیاں بھی نہیں ہو پاتیں اس لیے بہت سے ایسے افراد بچوں سے جنسی زیادتی اور قتل کے بھی مرتکب ہو جاتے ہیں۔

اپریل ۲۰۲۲ء میں امیر المومنین شیخ ہبت اللہ کے ایک حکم نامے کے ذریعے پوست کی کاشت پر پابندی سے قبل افغانستان افیون پیدا کرنے والا دنیا کا سب سے بڑا ملک تھا۔ اقوام متحدہ کے دفتر برائے انسداد منشیات اور جرائم (UNODC) کے اعداد و شمار کے مطابق افغانستان میں منشیات کی پیداوار اس حکم کے بعد تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ کابل میں طالبان حکام کے اس اقدام کو بین الاقوامی برادری کی طرف سے سراہتے ہوئے ان کی تعریف بھی کی گئی۔ ایک ایسے وقت میں جب پاکستانی حکومت افغان مہاجرین کے جبری انخلاء کی مہم زور و شور سے چلا رہی تھی، پاکستان کے خفیہ ادارے سابقہ افغان حکومت کے وہ اہلکار جو منشیات کے بزنس سے جڑے تھے انہیں پاکستان میں آباد کرانے کے انتظام بھی کر رہے تھے۔ گلستان پاک افغان سرحدی علاقہ جو منشیات کی کاشت کے حوالے سے بھی مشہور ہے وہاں ان لوگوں کو آباد کرایا گیا۔ بظاہر ان سابق افغان اہلکاروں کی یہاں آبادکاری انہیں امارت اسلامیہ افغانستان کے خلاف استعمال کرنا ہی ہے۔ دوسرا مقصد منشیات کی تیاری میں ان افراد کے تجربے سے استفادہ حاصل کرنا بھی ہو سکتا ہے۔

قبل اس کے کہ ہمارے گھر کا کوئی فرد اس ناسور کا شکار ہو، ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ اس سے متعلق آگاہی پھیلائیں۔ علماء اپنے خطبات اور فتاویٰ جات سے لوگوں کو اس کے کاروبار اور اس کے استعمال سے روکیں۔ دوسرا، صحافی اور محققین حضرات کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ جس طرح وہ اور بہت سے مسائل پر گہرائی کے ساتھ تحقیق کرتے اور لکھتے ہیں منشیات کے ایشو پر بھی لکھیں، حقائق لوگوں کے سامنے لائیں اور ان طاقتوں کو بے نقاب کریں جو صرف اور صرف اپنے گھٹیا مفادات کے حصول کے لیے پورے معاشرے کو منشیات کی دلدل میں دھنسانے کے لیے بنیادی کردار ادا کر رہی ہیں۔

☆☆☆☆☆

حاجی شریعت اللہؒ کی سرزمین بنگال سے

# بنگلہ دیش: شب کی بڑھتی ہوئی سیاہی!

شاہ ادریس تالقدار

اس مضمون کا ہدف بنگلہ دیش کی موجودہ صورتحال کا ایک مجموعی نقشہ اجمالاً پیش کرنا ہے۔ قاری کی سہولت کے پیشِ نظر، مضمون کو کئی چھوٹے حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے، جن میں اختصار کے ساتھ پوری صورتحال کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

## موجودہ حکومت اور بھارت کا کردار

بنگلہ دیش میں حسینہ کی موجودہ حکومت اپنا اقتدار برقرار رکھنے میں کامیاب رہی، اس کامیابی میں ایک بڑا ہاتھ ہمسایہ ملک بھارت کی جانب سے ملنے والی حمایت کا ہے۔ بھارت کے ساتھ یہ قرابت و اتحاد بنگلہ دیش میں ناقابلِ بیان بدبختی اور افتادگی کا سبب ہے، البتہ اس نے بلاشک و شبہ حاکم نظام کو سہارا دیا ہے اور تاحال دے رہا ہے۔

## LGBT-Trans ایجنڈا اور این جی اوز کا اثر

گزشتہ چند ماہ میں بنگلہ دیش عالمی LGBT لابی کی تشویشناک اور بڑھتی ہوئی موجودگی کا شاہد رہا ہے۔ LGBT اور ٹرانس جینڈر حقوق کی ترویج کھلے عام کی جا رہی ہے۔ حکومت چند سال قبل پاکستان میں پاس ہونے والے ٹرانس جینڈرز کے حقوق پر مبنی قانون کے مماثل قانون کی تیاری میں مصروف ہے، LGBT پر مبنی تصورات حکومتی تعلیمی نصاب کی درسی کتب میں شامل کیے جا رہے ہیں۔ مزید بر آں، میڈیا LGBT کے تصور کو نارملائز کرنے (قبولِ عام دینے) کی اَن تھک کوششوں میں مصروف و سرگرداں ہے۔

ان کاوشوں میں یہ اچانک تیزی ایک وسیع تر امریکی ایجنڈے سے مطابقت رکھتی ہے اور اس امکان کے حوالے سے تشویش اور شبہات عام پائے جاتے ہیں کہ حکومت کی، امریکیوں کو راضی کرنے کے لیے، جنوری کے انتخابات کے دوران امریکی مفادات کے رکھوالوں کے ساتھ کوئی ڈیل طے پا گئی تھی۔

این جی اوز، بالخصوص BRAC، جس کے تانے بانے یہودی کھرب پتی جارج سوروز سے جا ملتے ہیں، غلیظ LGBT ایجنڈا آگے بڑھانے کی جدوجہد میں صفِ اول میں کھڑی ہیں۔

## تعلیمی نظام این جی اوز کے تسلط میں

بنگلہ دیش کا تعلیمی نظام کلیتاً این جی اوز اور عالمی اداروں کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ روایتی تعلیمی ادارے میدان چھوڑ رہے ہیں، جس سے نصاب پر بیرونی ایجنڈوں کی اثر پذیری کے حوالے سے تشویش اور فکر بڑھ گئی ہے۔ جیسا کہ پہلے تذکرہ ہوا، LGBT اور دیگر فواحش کا تذکرہ و بحث قومی تعلیمی نصاب کی درسی کتب میں رسماً شامل کر دی گئی ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ سرزمین بنگال کی تاریخ کو مسخ کیا جا رہا ہے۔ بنگال کی زرخیز اسلامی تاریخ کو نظروں سے اوجھل کر کے درسی کتب میں مشرک حکمرانوں کے گُن گائے جا رہے ہیں۔ اسی طرح یہ کتب برطانوی استعماری دور کی تعریف و تعظیم کرتی ہیں اور حاجی شریعت اللہ اور شہید تیتو میر جیسے ابطالِ زمانہ کی شروع کی ہوئی اسلامی تحریکوں کو غیر اہم اور بے وقعت بنا کر پیش کرتی ہیں۔

## معاشی چیلنج اور معاشرتی اثرات

اس دوران معاشی صورتحال یہ ہے کہ ملک آسمان کو چھوتی مہنگائی سے نبرد آزما ہے۔ جس کے نتیجے میں مڈل کلاس ختم ہوتی چلی جا رہی ہے اور لاتعداد افراد شدید معاشی تنگی کی صورتحال سے دوچار ہیں۔ غرباء و مساکین میں خودکشی کے بڑھتے ہوئے واقعات اور ان کو درپیش بے تحاشا مشکلات و مسائل کی رپورٹیں معاشی مسائل کے فوری حل کی شدید ضرورت کو نمایاں کرتی ہیں۔ برسرِ اقتدار پارٹی سے تعلق رکھنے والے افراد نے کئی بینک خالی کر دیے ہیں، اور اب مجرموں کا یہی ٹولہ سٹاک مارکیٹ میں سے اربوں کھربوں کی مالیت نکال لینے کا ذمہ دار ہے۔

معیشت کی موجودہ رفتار ناپائیدار ہے، اور محض معاشی کشکول آگے بڑھانے سے یہ مسائل حل نہیں ہوں گے۔

## بھارت اور طاقت کے بدلتے ہوئے محور

حالیہ الیکشن غالباً بنگلہ دیش پر بھارت کے اثر و رسوخ کے مکمل و محکم ہونے کی علامت تھے۔ اگرچہ انتخابات سے پہلے امریکہ بنگلہ دیش میں حکومت کی تبدیلی کا پرزور حامی معلوم ہوتا تھا، لیکن آخر کار بھارتی مخالفت کے سامنے اسے پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ اپنے بے باک و بظاہر گرجدار بیانیے کے باوجود امریکہ کو پسپائی قبول کرنا پڑی جو بذاتِ خود امریکی تسلط کی شکست و ریخت کی علامت ہے۔ اگرچہ یہ تبدیلی بعض اعتبار سے مثبت ہے، لیکن اس کے سبب علاقائی استحکام کے حوالے سے خدشات سر اٹھانے لگتے ہیں، کیونکہ اس کے سبب بنگلہ دیش میں بھارت کو کھلی چھوٹ مل جاتی ہے۔

## بھارت کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ اور اس کے مذہبی مضمرات

وزارتِ تعلیم میں محب الحسن چودھری نوفل کا تقرر ملک میں بڑھتے ہوئے بھارتی رسوخ کو واضح اور نمایاں کرتا ہے۔ نوفل سرِعام پوجا پاٹ کی رسوم میں شرکت کرنے کے حوالے سے

مشہور و معروف ہے، اور ISKCON کے ساتھ بھی قریبی تعلقات کا حامل ہے، جو کہ بنگلہ دیش میں کئی تنازعات و مباحث کا عنوان اور موضوع رہی ہے۔

## اسلام مخالف اقدامات اور کشیدگی

جیسے جیسے ملک میں بھارتی رسوخ میں اضافہ ہو رہا ہے، بنگلہ دیش آئے روز بڑھتی ہوئی اسلام مخالف کارروائیوں کا مرکز بنتا جا رہا ہے۔ ان اقدامات میں افطار کی محافل پر پابندی بھی شامل ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو ہندومت ترک کر کے حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتے ہیں، انہیں منظّم و مربوط تفریق اور تعذیب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

بنگلہ دیش پر حد سے بڑھے ہوئے بھارتی تسلّط سے شہہ پانے والے ہندوؤں نے بعض اوقات ان نومسلم افراد کو اغوا بھی کیا ہے جبکہ دیگر واقعات میں انہوں نے عدلیہ کا سہارا لیا اور حکومتی نظام پر دباؤ ڈال کر اپنی بات منوائی۔

ہندوانہ تکبر کے ایک حیرت انگیز اظہار میں، ہندوؤں کا ایک ٹولہ سرِ عام یہ نعرے لگاتے ہوئے پایا گیا:

”ایک ایک کر کے مسلم پکڑ...... پکڑ پکڑ کر ذبح کر!“۔

چٹاگانگ کی عدالت کے سامنے دن دہاڑے وہ یہ نعرے لگاتے ہوئے پائے گئے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس کی وجہ یہ بنی کہ ایک عورت نے ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا، اس کے خاندان نے اس کے شوہر کے خلاف اس کو اغوا کرنے کا الزام لگا کر مقدمہ دائر کیا۔ اس سیاق میں ہندوؤں نے کھلے عام بے باکانہ اپنی طاقت و رسوخ کا اظہار کیا۔

## ساکت و جامد اور بے جان گروہ ہائے اسلامی

بدقسمتی سے اسلامی تنظیموں اور گروہوں کے پاس اس نئی صورتحال کا تدارک کرنے کے لیے کوئی حکمتِ عملی یا تدبیر نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ وہ اپنی موجودہ حیثیت کو برقرار رکھنے اور گاہے بگاہے کچھ کھوکھلے خطیبانہ بیانات دینے سے زیادہ کسی حکمتِ عملی کو اپنانے کے تصور سے بھی خوفزدہ اور گریزاں ہیں۔

یہاں یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ سن ۲۰۲۳ء کے اکتوبر تا دسمبر، بنگلہ دیشی معاشرے کو دو موضوعات نے بے چین رکھا۔ پہلا موضوع غزہ میں جاری نسل کشی اور دوسرا موضوع ملک میں LGBT کی ترویج تھی۔ بدقسمتی سے عوامی جذبات کے بامِ عروج پر بھی یہ دینی گروہ کوئی بھی قابلِ ذکر احتجاجی مظاہرہ یا کوئی دوسری کارروائی کرنے سے قاصر رہے۔

اس انجماد کی وجوہات درج ذیل ہیں:

- اسرائیل اور LGBT دونوں امریکہ کے لیے اہم اور حساس موضوعات ہیں۔
- امریکہ بنگلہ دیش کی موجودہ عوامی حکومت کے خلاف ہے، فلہٰذا حسینہ کا تخت الٹانے کے لیے امریکی امداد و تعاون کی ضرورت ہے۔
- اس تناظر میں فی الوقت اسرائیل اور LGBT کے خلاف بولنے سے حسینہ کی اپوزیشن کو امریکہ کا تعاون کھو دینے کا خدشہ ہے، اور امکان ہے کہ امریکہ اپوزیشن کی حمایت کے بجائے عوامی لیگ کی حکومت کی حمایت شروع کر دے۔

اس قسم کے دلائل اور منطق استعمال کرتے ہوئے، تمام مسالک سے تعلق رکھنے والی اسلامی تنظیموں نے چپ سادھے رکھی اور ان دونوں بڑے موضوعات کے حوالے سے تقریباً بالکل بے حس اور مفلوج کردار ادا کیا۔ اس کے باوجود بھی آخری نتیجہ یہی نکلا کہ یا تو امریکہ حسینہ کی حکومت گرا نہ سکا، یا اس نے اسے گرانا چاہا ہی نہیں۔

## پہاڑی علاقوں میں بدامنی

تازہ حالات میں سے سب سے سنسنی خیز خبریں چٹاگانگ کی پہاڑیوں سے آئیں جو میانمار اور شمال مشرقی بھارتی ریاستوں کی سرحدوں سے ملتی ہیں۔ حالات و واقعات نے ایک ڈرامائی رخ اختیار کیا اور کُکی چِن نیشنل فرنٹ (KNF) نامی علیحدگی پسند گروہ نے حال ہی میں بنگلہ دیشی حدود کے اندر اپنی کارروائیاں بڑھا دیں۔ ان کی باغیانہ کارروائیوں میں ایک بینک لوٹنا اور بینک کے عہدیداروں کو تاوان کی خاطر اغوا کرنا بھی شامل ہے۔

کُکی چِن دراصل تبت اور برمی لسانی گروہ سے تعلق رکھنے والے بہت سے نسلی و علاقائی گروہوں کے اکٹھ کا نام ہے، جو بنیادی طور پر بنگلہ دیش کے سلہٹ اور چٹاگانگ کے پہاڑی سلسلے، بھارت کی شمال مشرقی ریاستوں اور میانمار کی ریاست چِن میں آباد ہیں۔ بھارت میں وہ کُکی کے نام سے جانے جاتے ہیں، جبکہ میزورام میں انہیں میزو کہا جاتا ہے اور میانمار میں وہ چِن کہلاتے ہیں۔

سن ۲۰۱۷ء میں کُکی چِن نیشنل فرنٹ (KNF) نامی تنظیم کی ایک علیحدگی پسند گروہ کی حیثیت سے بنا ڈالی گئی، جس کا ہدف چٹاگانگ کے پہاڑی سلسلے کو بنگلہ دیش سے جدا کرنا تھا۔ ان کا نو (۹) سب ڈسٹرکٹس پر اپنا علاقہ ہونے کا دعویٰ ہے، جن میں بغاچھڑی، برکل، بلائی چری، جوراچری، روما، تھانچی، علیکدم اور بندربن میں روَنگچھری شامل ہیں۔ KNF نے اپنی 'ریاستِ کُکی چِن' کا ایک نقشہ اور ایک قومی جھنڈا تک نشر کر دیا ہے۔

کے این ایف، جس کی اکثریت عیسائی ممبران پر مشتمل ہے، ایک زورآور اور مہیب طاقت بن کر سامنے آئی ہے۔ بنگلہ دیش کے پڑوس میانمار کے طلاطم خیز حالات کے این ایف کو اپنی کارروائیوں کے لیے انتہائی زرخیز زمین فراہم کرتے ہیں۔ میانمار میں جاری خانہ جنگی نے

میانمار کو خفیہ کارروائیوں اور دور دراز واقع محفوظ ٹھکانوں کے لیے ایک بہترین پناہ گاہ بنا دیا ہے۔ اسی افراتفری اور بدنظمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کے این ایف میانمار کی آسانی سے پار کی جانے والی سرحدات کو اسلحے کی منتقلی اور عسکری سٹراٹیجک تدابیر اختیار کرنے کے لیے عمدگی سے استعمال کرتی ہے۔

کے این ایف نے عسکری تربیت میانمار کے باغی گروپ 'کارین' سے منی پور، بھارت اور میانمار میں حاصل کی ہے۔ جس سے ان کے اس پورے علاقے میں اپنی ہم نوا فکر کے حامل افراد کے ساتھ تعلقات مضبوط ہوئے ہیں۔ بنگلہ دیش بھارت کے میزورام کے ساتھ ۳۱۸ کلومیٹر پر مشتمل سرحد رکھتا ہے، جبکہ چٹاگانگ کے پہاڑی علاقے کی سرحد میانمار سے ملتی ہے، جس سے اس علاقے میں امن و امان کو لاحق خطرات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔

۲۰۱۷ میں کے این ایف نے کے این وی (KNV) کے نام کے تحت مسلّح کارروائیاں کیں اور بعد ازاں کارین کے باغیوں سے تعلقات مضبوط و بہتر کیے۔ اس دوران کے این ایف نے اپنے بہت سے ممبران کو تربیت کی خاطر منی پور، کچین، اور کارین ریاستوں میں بھی بھیجا۔ ۲۰۱۹ء میں ان تربیت یافتہ کمانڈوز کی پہاڑی اضلاع میں واپسی ہوئی۔

اندازے کے مطابق کے این ایف کے پاس بھاری اسلحے سے مسلّح لگ بھگ ۲۰۰۰ ارکان موجود ہیں، ان کے پاس موجود اسلحے میں کلاشنکوفیں بھی شامل ہیں۔ انہیں میانمار کی ریاست کچین سے اسلحہ کی سپلائی موصول ہوتی ہے اور وہ بھارت و میانمار، دونوں کے علیحدگی پسند عناصر سے قریبی تعلقات رکھتے ہیں۔

امن و امان کے تجزیہ کار و ماہرین مسلسل اس خطرے کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ چٹاگانگ کے پہاڑی سلسلے پر مشتمل یہ علاقہ منشیات کی سپلائی کا ایک اہم راستہ بن سکتا ہے، کیونکہ منشیات کا کاروبار اکثر اسلحے کی خرید و فروخت اور اسلحے تک رسائی کا ایک اہم ذریعہ ہوتا ہے۔ ایسی رپورٹس بھی موجود ہیں جن کے مطابق کے این ایف کی تربیت کچین انڈیپینڈینٹ آرمی کے ہاتھوں ہوئی ہے۔

## نتیجہ

بھارتی تعاون کے سبب اور اس کے نتیجے میں بنگلہ دیش میں مسلمانوں اور سیکولر طبقے کے درمیان مستقل جاری تقسیم کا عمل (polarization)، غالباً آئندہ ماہ و سال میں مزید بڑھے گا۔ قوی امکان ہے کہ اپنے بھارتی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے بنگلہ دیش کی حکومت پہلے سے بڑھ کر وضاحت و صراحت کے ساتھ اسلام مخالف اقدامات و مواقف اپنائے گی۔ اسی کے ساتھ ہر سو عام معاشرتی بے چینی، بڑھتا ہوا اور ہر آن قریب تر معاشی بحران، بدلتا ہوا عالمی نظام اور پہاڑی علاقوں میں بدامنی...... ان تمام عوامل کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ پیشگوئی ایک منطقی سوچ و خیال کا نتیجہ ہے کہ بنگلہ دیش کا امن و امان مزید ابتری کی جانب بڑھے گا، اور حالات ٹھیک ہونے سے قبل خراب تر ہوں گے۔

بنگلہ دیش میں بدامنی کی بنیادی سطح مسلسل بلند ہو رہی ہے۔ بدامنی کا رجحان اوپر کی جانب ہی رہتا ہے، یعنی ملک میں بے چینی و ابتری کی صورتحال خراب سے خراب تر ہی ہوتی ہے، لیکن موجودہ حالات کے سیاق و سباق میں اکثر لوگ اس بڑھتی ہوئی بے چینی اور عدم امن و سکون کی بڑھتی ہوئی ابتری کی صورتحال اور اس کی شدت کا اندازہ کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ مگر چار و ناچار، ہم ایک چٹان کی طرف بڑھ رہے ہیں، ایک ایسی چٹان کی طرف جس کی دوسری جانب ایک اندھی کھائی ہے۔

سرد جنگ کے دور میں، بالخصوص ۱۹۵۰ء سے ۱۹۸۰ء کے اوائل تک، پوری دنیا میں بہت سے ممالک میں انقلاب، تختہ دھڑن، خانہ جنگی اور طاقت و اختیار کے محاور و مراکز میں نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ دونوں عالمی سپر طاقتوں کی قوت و اختیار اور ان کے حالات و وقائع سے پیدا ہونے والے طاقت کے تناسب اور حرکت سے بہت سے ممالک کا سیاسی منظرنامہ تبدیل ہوا۔ سوویت یونین کے زوال کے بعد تقریباً تین دہائیوں تک ایک قسم کا استحکام موجود رہا۔ مگر یہ استحکام اب چٹختا ہوا نظر آ رہا ہے۔ شدید و انتہائی نوعیت کی تبدیلیوں کا دور ایک بار پھر آ رہا ہے، اگرچہ اس کی شکل پہلے جیسی نہ ہوگی، اور یہ مختلف شکلوں میں آئے گا۔

ہمیشہ کی طرح ضرورت ہے کہ مسلمان بالعموم، اور بنگلہ دیش کے مسلمان بالخصوص، اپنے قومی، علاقائی اور عالمی طاقت و اختیار کی حرکت و اسلوب کو مدنظر رکھیں اور صورتحال سے نمٹنے کے لیے مناسب تدابیر، پالیسیاں اور سٹریٹیجی وضع کریں۔ کیونکہ اگر آپ کے پاس خواب دیکھنے کی صلاحیت، قوت اور عزم و ارادہ موجود نہیں، تو چاہے کتنے اور کیسے ہی مواقع دستیاب کیوں نہ ہوں، ان سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں۔ اور اگر آپ صلاحیت کی نشو و نما نہیں کریں گے، اس کی تعمیر و ترقی کی خاطر محنت نہ کریں گے، تو یقین جانیے، آپ ہمیشہ تماشائیوں کی صف میں ہی کھڑے رہیں گے۔

### دشمن صرف ایک زبان سمجھتا ہے!

میرے بھائیو! تمہارا دشمن صرف ایک زبان سمجھتا ہے، جو جنگ کی زبان ہے، جہاد کی زبان ہے، اسلحے کی زبان ہے۔

الفاظ کے ہزار گولے لوہے کے ایک گولے کے برابر نہیں ہو سکتے۔

الشیخ الشہید عبدالعزیز الرتیمی رحمہ اللہ

افسانہ

# خون کا قرض

پہلی قسط

سہیل سالک

صبح کی روشنی ابھی پوری طرح دنیا پر منعکس نہیں ہوئی تھی کہ اس کے کانوں میں مرغے کی اذان کی آواز کی بجائے جاسوسی طیارے کی آواز گونجی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

آسمان پر جاسوسی طیارہ گھوم رہا تھا۔

’یا اللہ! یہ صبح صبح کس کے پیچھے آگیا ہے؟‘ اس نے دل میں سوچا اور بستر سے باہر نکل آیا۔

فجر کا وقت داخل ہو چکا تھا اور مسجد کے باہر کھڑے مولوی صاحب کے اذان دینے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ان کے گاؤں کی مسجد میں لاؤڈ سپیکر تھا تو مگر وہ صرف دن میں سورج کی روشنی میں ہی چل سکتا تھا کیونکہ اس کو سولر پینل سے چارج شدہ بیٹری سے چلایا جاتا تھا۔ شام ہوتے ہی مولوی صاحب کو ہی اونچی آواز سے اذان دینا پڑتی تھی۔

”مورے!“ اٹھتے ہی اس کو اپنی ماں کا خیال آیا تھا۔

وہ ماں کو ڈھونڈنے اس کے کمرے میں آگیا۔ ماں کا بستر خالی تھا۔ یعنی ماں اٹھ چکی تھی۔ اس کی دونوں چھوٹی بہنیں اور ایک چھوٹا بھائی اس کے دوسری جانب رضائیوں میں گھسے گہری نیند سو رہے تھے۔

”مورے! کہاں ہو؟“ وہ ماں کو ڈھونڈتا صحن میں آگیا۔

”مور روٹی پکانے والے کمرے میں ہیں! وہیں سے گرم پانی لے لو!“ اس کی بڑی بہن وضو کر کے کمرے میں ہی آرہی تھی۔

آج کل ٹھنڈ اتنی تھی کہ کمرے سے نکلنے کے تصور سے ہی ہول اٹھتے تھے۔ وہ کمرے سے نکلا تو یخ بستہ صحرائی ہوا نے اس کا استقبال کیا۔ ہڈیوں کے گودے کو بھی جما دینے والی برفیلی ہواؤں نے اس کے جسم پر کپکپی طاری کر دی اور اس کے دانت زور سے بجنے لگے۔ وہ جلدی سے روٹی پکانے والے کمرے کی طرف لپکا۔

”مورے! گرم پانی دے دو! نماز کو دیر ہو رہی ہے!“ وہ روٹی والے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

اس کی ماں مٹی کے اس کچے کمرے میں اس کے لیے گرم پانی کا بندوبست ہی تو کرنے گئی تھی۔ اس نے تندور کے اندر پڑے لوہے کے دو کنستر نکالے اور ان میں سے اس کے لیے پانی نکالنے لگی۔ رات میں جب ماں نے روٹی پکائی تھی تو انگاروں پر یہ لوہے کے کنستر بھی رکھ دیے تھے۔ اب وہاں گرم پانی پڑا تھا۔

وہ باہر برآمدے میں ہی کھڑا تھا۔ اس کو یہاں سے اپنے بڑے بھائی کا کمرہ بہت واضح نظر آرہا تھا۔ اس کے بھائی کا کمرہ کچھ دنوں سے بالکل ویران ہو چکا تھا۔ وہ ٹکٹکی باندھے اس کمرے کو دیکھتا رہا۔ کچھ یاد آنے پر اس کی آنکھیں نا چاہتے ہوئے بھی نم ہو گئیں۔

”یہ لو، یہ گرم پانی ہے۔“ ماں نے گرم پانی کا لوٹا اس کو تھماتے ہوئے بڑے غور سے اس کو دیکھا۔

اس نے بے ساختہ اپنا چہرہ جھکا لیا۔ وہ جانتا تھا کہ ماں اس کی آنکھوں میں کیا ڈھونڈنا چاہتی تھی۔ مگر اس لمحے وہ ماں کو اپنی آنکھوں میں جھانکنے نہ دینا چاہتا تھا۔

اس کی ماں اس کی آنکھوں کے تاثرات اچھی طرح پڑھ لیتی تھی اس لیے اس کو ڈر تھا کہ ابھی بھی وہ اس کے اندرونی احساسات کو جان جائے گی۔

وضو کر کے اس نے ایک پرانی سی جیکٹ پہنی اور گرم چادر اپنے جسم کے گرد لپیٹتا گھر سے باہر نکل آیا۔ نماز پڑھنے اپنے محلے کی مسجد کے پاس پہنچا تو محلے کے دیگر بزرگ اور جوان بھی مسجد کی طرف ہی رواں تھے۔ وہ بجتے دانتوں کے ساتھ مٹی کی کچی مسجد میں داخل ہو گیا۔ امام صاحب نماز کے لیے اقامت کہہ رہے تھے۔ وہ بھی جماعت کی صف میں شامل ہو گیا۔

”مولوی صاحب! میں غصے کی آگ میں کھول رہا ہوں! میری سمجھ میں بالکل نہیں آتی کہ میں اس کے قاتلوں کا کیا کروں؟“ وہ بے تابی سے اپنے سامنے بیٹھے مولوی صاحب سے کہہ رہا تھا۔

جبکہ سفید کرتہ شلوار اور سر پر سفید عمامہ باندھے مولوی صاحب بہت سنجیدگی سے اس کو دیکھ رہے تھے۔

”نثار احمد! تم آخر کیا چاہتے ہو؟“ آخر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد انہوں نے پوچھا۔

”میں اپنے بھائی کا بدلہ لینا چاہتا ہوں!“ وہ غم اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں بولا۔

”صرف اپنے بھائی کا؟“ مولوی صاحب نے عجیب سوال کیا۔

اس نے چونک کر ان کو دیکھا۔ وہ کیا پوچھنا چاہ رہے تھے۔ وہ سمجھ نہ پایا۔

”کیا مطلب مولوی صاحب؟“ اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

”نثار احمد! تمہارے اوپر صرف تمہارے بھائی کے خون کا قرض نہیں ہے بلکہ ہمارے پورے ملک افغانستان کے مسلمانوں کے خون کا بدلہ لینا تم پر واجب ہے، تم پر واجب ہے کہ اپنی

اسلامی حکومت ان غاصب کافروں سے واپس چھینو! تم ہی اس ملک کے اصل وارث ہو! یہ مسلمانوں کا ملک ہے! یہاں کافروں اور کافروں کے غلاموں کا کوئی حق نہیں ہے! تم پر فرض ہے کہ مسلمانوں کے اس ملک کا ایک ایک انچ ان غاصب امریکیوں سے واپس چھین لو جیسے تمہارے آباؤ اجداد نے روسیوں سے ان کو چھینا تھا!'' مولوی صاحب اس کو سمجھانے لگے۔

نثار احمد غور سے ان کی بات سنتا رہا۔ افغان معاشرے کا مرکز مسجد اور معاشرے کا رہنما ملا ہوتا ہے۔ افغان معاشرے میں مولوی اور ملا کی بے حد عزت ہوتی ہے۔ نثار احمد بھی مولوی صاحب کا بے انتہا احترام کرتا تھا۔ اس نے بچپن میں مولوی صاحب سے ہی قرآن اور دین کی ضروری تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ مولوی صاحب کی رائے کو اپنے والدین کی رائے سے بھی فوقیت دیتا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ ایسی رائے دیتے تھے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق ہوتی تھی۔

نثار احمد کا تعلق افغانستان کے صوبہ لوگر کے ایک گاؤں 'چرخ' سے تھا۔ اس کا علاقہ بہت خوبصورت تھا۔ اونچے خوبصورت پہاڑوں کے درمیان میں بہتا برساتی نالہ اور اس کے ارد گرد مٹی کے خوبصورت گھر دلکش مصوری کا نمونہ لگتے تھے۔ اس کا بچپن انہی پہاڑیوں پر بکریاں چراتے اور شرارتیں کرتے گزرا تھا۔ کبھی وہ برساتی نالے کے پانی میں نہا کر آتے تو کبھی اپنی گم ہو جانے والی بکریوں کے پیچھے سارا دن خوار ہوتے رہتے۔

ان کی یکسانیت بھری زندگی میں بڑی تبدیلی تب آئی جب امریکہ اور اس کے حواریوں نے ان کے ملک پر حملہ کر دیا۔ وہ اس وقت دس سال کا تھا۔ اور اس کو امریکی حملے کا ایک ایک لمحہ ابھی تک یاد تھا۔ کیسے امریکیوں نے ان کے گاؤں پر بمباریاں کی تھیں۔ کس طرح ان کو اپنا آبائی علاقہ چھوڑ کر صوبہ غزنی کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں جا کر رہنا پڑا تھا۔

چند سال پہلے ہی طالبان نے دوبارہ لوگر کے علاقے کو فتح کر لیا تو نثار احمد کا گاؤں بھی آزاد ہو گیا۔ وہ اپنے گھر والوں سمیت خوشی خوشی گاؤں واپس آ گیا۔ مگر ان کی خوشی دیرینہ ثابت نہ ہوئی کیونکہ لوگر کا یہ علاقہ امریکی فوج کے لیے اسٹریٹیجک لحاظ سے بہت اہم تھا۔ ویسے تو طالبان کے علاقے پر کنٹرول حاصل کرنے کے بعد امن و امان قائم ہو گیا تھا مگر یہاں آئے دن فضائی اور زمینی چھاپے پڑتے رہتے تھے۔ علاقے میں امریکی چھاپوں کی وجہ سے مستقل خوف و ہراس رہتا تھا۔ وہ اپنے گاؤں سے لوگر صوبے کے مرکزی شہر تک بھی بے خوف نہیں جا سکتے تھے۔ کیونکہ سب امریکہ اور اس کی غلام افغانی فوج کے ظلم سے ڈرتے تھے۔

ظلم کی تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ ایسے میں کوئی بھی غیور مسلمان یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ نثار احمد ابھی پندرہ سال کا ہی تھا کہ ایک دن اس کا بڑا بھائی ظہیر احمد رات کے وقت بالکل چپکے سے اس کے پاس آیا۔

''نثار احمد! میں جا رہا ہوں، مور (ماں) اور گل آغا (باپ) کا خیال رکھنا!'' ظہیر احمد بالکل سرگوشی میں بول رہا تھا۔

نثار احمد کا دل بہت زور سے دھڑکا۔ اس کا بڑا بھائی اچانک اتنی رات میں آخر کہاں جا رہا تھا؟ جبکہ اس کو معلوم بھی تھا کہ رات کے وقت علاقے میں سفر کرنا کتنا خطرناک تھا۔

''تم کہاں جا رہے ہو؟'' اس نے خوف زدہ ہو کر پوچھا۔

''میں آج ملا حسیب سے ملا ہوں، انہوں نے بتایا ہے کہ طالبان کا جنگی دستہ کل تشکیل کے لیے نکل رہا ہے، وہ جنگ پر جا رہے ہیں، میں ایک ماہ محاذ پر گزار کر واپس آ جاؤں گا! تم بس میرے لیے دعا کرنا۔ ابھی مور اور گل آغا کو نہ بتانا، جب طالبان کا جنگی دستہ نکل جائے تو پھر بتا دینا!'' وہ دھیرے دھیرے بولا۔

''مگر تم کیوں جا رہے ہو؟ تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے چلے جانے سے مور اور گل آغا کتنا پریشان ہو جائیں گے؟''

''نثار احمد! میرے اوپر اس امت کا بہت بڑا قرض ہے، میں اپنی جان بچا کر نہیں بیٹھ سکتا! کل کو اگر اللہ نے پوچھا کہ مسلمانوں کے ملک پر کافر غاصب بیٹھے تھے اور تم مزے سے اپنی کھیتی باڑی میں مصروف رہے، تو میں کیا جواب دوں گا؟ بولو نثار احمد؟ نہیں میں اب مزید بے غیرتی اور بے بسی کی زندگی نہیں برداشت کر سکتا! یا تو میں کفار کو مار کر آؤں گا یا پھر ان کے ہاتھوں مارا جاؤں گا!''

نثار احمد خوفزدہ نگاہوں سے اس کو دیکھتا رہا۔ ظہیر احمد نے اس کو اپنے گلے سے لگایا اور الوداع کہہ کر چلا گیا۔

وہ ایک ماہ ان کے پورے گھرانے نے گویا انگاروں پر کاٹے۔ اس کی مور ہنسنا مسکرانا بھول گئیں۔ اس کے گل آغا کے لب ہر لمحہ خدا کے ذکر سے تر رہنے لگے۔ وہ سب ایک دوسرے سے کچھ نہیں کہتے تھے مگر وہ ظہیر احمد کے خیر سے واپس لوٹ آنے کے لیے لیے شدت سے دعا گو تھے۔

ایک ماہ بعد ظہیر احمد واپس آ گیا تو وہ بالکل بدلا ہوا تھا۔ وہ پہلے ہی بہت نیک تھا مگر ایک ماہ محاذ پر گزار آنے کے بعد تو اس کا اللہ سے بہت ہی عجیب تعلق بن گیا تھا۔ وہ راتوں میں تہجد پڑھتا، دن روزے سے گزارتا، ہر غیر شرعی کام سے خود بھی رکتا اور اپنے گھر والوں کو بھی روکتا۔

اتنے پیارے لوگوں کو اللہ زیادہ عرصہ اس حقیر دنیا میں نہیں رہنے دیتا بلکہ ان کو اپنے پاس ہی بلا لیتا ہے۔ ظہیر احمد کو بھی جہاد پر نکلے ابھی تین ماہ ہی ہوئے تھے کہ ایک دن طالبان کے ایک مرکز پر رات میں فضائی چھاپے میں وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔

افغانوں کی ایک روایت ہے، وہ کسی شہید کا اسلحہ بے کار گھر میں رکھنا بہت بڑا عیب سمجھتے ہیں۔ ظہیر احمد کی شہادت کے بعد طالبان نے اس کی کلاشن کوف اور اس کا دیگر اسلحہ اس کے گھر بھجوا دیا۔

اس دن سے نثار احمد کے گھر میں موجود اس کے شہید بھائی کی کلاشن کوف اس کو غیرت کا سبق سکھاتی تھی۔ وہ جب بھی ظہیر احمد کے کمرے میں کلاشن کوف کو دیکھتا تو اس کو لگتا کہ وہ اس سے مخاطب ہے اور اس کو کہہ رہی ہو کہ 'اس کے بھائی نے جو فرض پورا کرنے کا ارادہ کیا تھا اب تمہاری باری ہے اس فرض کو پورا کرنے کی' اور وہ ہر بار غصے سے مٹھیاں بھینچ کر رہ جاتا۔

نثار احمد نماز پڑھ کر گھر واپس لوٹا تو گل آغا کھیتوں میں کام کرنے جا رہے تھے۔

"نثار احمد! آج گندم کے دائیں جانب والے کھیت کو پانی لگوانا ہے! اور دھیان رکھنا کوئی بچہ گیلے کھیت میں نہ گھس جائے!" گل آغا ہاتھ میں بیلچہ لیے گھر سے باہر نکل گئے۔

نثار احمد گھر کے اندر داخل ہو گیا۔ اس کی ماں اس کے لیے دستر خوان بچھائے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ دستر خوان پر رات کی سوکھی روٹی اور سبز چائے کی تھرماس پڑی تھی۔

"مورے! یہ چائے کی تھرماس اور دو پیالیاں مجھے دے دیں، ایک کپڑے میں روٹیاں باندھ دیں، میں کھیتوں میں جا کر ناشتہ کر لوں گا۔ آج صبح صبح گندم کو پانی لگانا ہے، مجھے ناشتہ کرتے دیر ہو جائے گی!" وہ بولا۔

ماں نے ویسا ہی کیا جیسا کہ نثار احمد نے اس کو کہا تھا۔ نثار احمد ابھی اپنے گھر سے نکلا ہی تھا کہ اچانک فضا میں جاسوسی طیارہ پھر گردش کرنے لگا۔ نثار احمد نے چونک کر سر اٹھایا۔ آسمان پر دو عدد طیارے ان کے علاقے کا طواف کر رہے تھے۔ یہ یقیناً آج پھر کسی مجاہد کے پیچھے ہی آئے ہوں گے۔ نثار احمد نے سوچا۔

'آخر میں کب تک اپنی جان بچاتا رہوں گا؟' اس کے دل نے دوبارہ اس سے پوچھا۔

'مسلمان کٹتے رہیں گے اور میں اپنی جان بچاتا رہوں گا؟ ظہیر احمد کی کلاشن کوف میرے گھر میں بے کار پڑی رہے گی؟ اس کو اٹھانے والا کوئی نہیں ہو گا؟ کیا میں یوں ہی بے غیرتی کی زندگی گزارتا رہوں گا؟'

خود سے سوال کرتے ہوئے اس کو پتہ بھی نہ چلا کہ کب وہ اپنے کھیتوں میں پہنچ گیا۔ کھیت میں پہنچ کر اس کو گل آغا چند دیگر لوگوں کے ساتھ بیٹھے نظر آئے۔ نثار احمد نزدیک ہوا تو ان کے حلیوں سے پہچان گیا کہ وہ طالبان تھے۔

یہ چار طالبان مجاہدین ابھی ابھی کسی سفر سے لوٹے تھے۔ ان کے بال، جسم، پگڑیاں اور جوتے سب کچھ صحرائی ریت سے اٹے ہوئے تھے۔ جوتے کثرت استعمال سے پھٹ گئے تھے۔ کندھوں پر لٹکی کلاشن کوفیں بے حد پرانی تھیں۔ جن کو انہوں نے جاسوسی طیارے کی نظر سے بچانے کے لیے اپنی چادروں میں چھپایا ہوا تھا۔

"السلام علیکم!" نثار احمد ان کی طرف لپکا۔

ان سب نے اس کا خیر مقدم کیا۔ کچھ دیر وہ یوں ہی باتیں کرتے رہے۔ ڈرون طیارہ بھی مسلسل ان کے اوپر پھر تا رہا۔

"طالب جانا! آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟" اچانک دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ پوچھ بیٹھا۔

"ہم کابل کے اطراف والے علاقوں میں تشکیل پر جا رہے ہیں، تمہارے ابو نے ہمیں روک لیا کہ چائے پی لیں، ہم نے بھی ناشتہ نہیں کیا تھا اس لیے چائے پینے رک گئے۔"

"مجھے بھی آپ اپنے ساتھ ہی لے چلیں!" وہ بے اختیار ہو کر بولا۔

گل آغا نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ تو ابھی بہت چھوٹا سا تھا۔ صرف ۱۷ سال تو اس کی عمر تھی۔ پھر ظہیر احمد کے بعد گھر کا ذمہ دار وہی تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ ظہیر احمد کی کلاشن کوف اس کو چین سے بیٹھنے نہ دیتی تھی۔ اور اس کو پکار پکار کر فرض پورا کرنے کے لیے بلاتی تھی۔

طالبان مجاہدین نے بھی حیرت سے اس کی جانب دیکھا، پھر اس کے باپ کی جانب۔

"حاجی صاحب! آپ سن رہے ہیں؟ آپ کا بیٹا کیا کہہ رہا ہے؟ ابھی تو آپ اپنے ایک بیٹے کا جنازہ اٹھا کر فارغ ہوئے ہیں، ہم نہیں چاہتے کہ آپ اپنے دوسرے بیٹے کی طرف سے بھی کوئی ناپسندیدہ خبر سنیں!" طالب مجاہد نے جھجکتے ہوئے ساری بات کی۔

نثار احمد نے التجائیہ نظروں سے ان کی جانب دیکھا گویا کہہ رہا ہو کہ وہ یہ باتیں نہ کریں بلکہ اس کو ساتھ جہاد پر لے جائیں۔

"حبیب نور!" گل آغا اس مجاہد کی بات سن کر دھیرے سے بولے "میرے صرف دو ہی بیٹے ہیں، مگر اگر میرے دس بیٹے بھی ہوتے تو میں ان کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیتا، ہمارے ملک سے کافر نکل جائیں اور دوبارہ سے یہاں اسلامی نظام قائم ہو جائے، یہ میرے لیے اپنے بیٹوں کی زندگیوں سے بڑھ کر ہے، اگر میرے دس بیٹے بھی اس مقصد کے لیے قربان ہو جائیں تو اس میں کا ہے کا نقصان!"

(بقیہ صفحہ نمبر 104 پر)

**اسلام آباد: غیر ملکی ہائی کمیشن کی اہلکار نے سگنل توڑتے ہوئے پولیس اہلکار پر گاڑی چڑھادی**

پولیس کانسٹیبل عامر کاکڑ کو تشویشناک حالت میں ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ پولیس ذرائع کے مطابق حادثہ شاہراہ دستور پر سگنل توڑنے پر پیش آیا اور کانسٹیبل عامر کاکڑ زخمی ہو گیا جس کے بعد عامر کاکڑ کو تشویشناک حالت میں ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ حادثے میں پولیس اہلکار کی موٹر سائیکل تباہ ہو گئی۔ ماضی میں غیر ملکی بالخصوص امریکی سفارتکاروں اور اسٹاف کو جس طرح سے استثنیٰ دیا جاتا رہا تھا یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اب یہ نوبت آ گئی کہ پولیس اہلکار کو بھی کچلا جا رہا ہے۔ خبر میں یہ وضاحت نہیں تھی کہ یہ کس ملک کے سفارت خانے کی اہلکار تھی جس کی وجہ سے فقط 'غیر ملکی ہائی کمیشن' لکھا گیا جس پر صحافی نعمت خان نے طنزیہ تبصرہ لکھا کہ کیا کوئی ملکی ہائی کمیشن بھی ہوتا ہے؟

**آئی ایم ایف کا مطالبہ، نجکاری کمیشن نے ۵ سالہ پروگرام ترتیب دے دیا**

عالمی مالیاتی ادارے (آئی ایم ایف) کے مطالبے پر نجکاری کمیشن نے ۵ سالہ پروگرام ترتیب دے دیا جس کی منظوری کابینہ کی نجکاری کمیٹی ۱۰ مئی کو دے چکی ہے۔ کابینہ کی کمیٹی نجکاری کے لیے پہلے سال اور آئندہ تین سال کے اہداف کا تعین بھی کرے گی۔ ذرائع کے مطابق آئی ایم ایف کا مطالبہ ہے کہ تمام حکومتی کمرشل کمپنیوں کی فوری نجکاری کی جائے۔ ذرائع کا بتانا ہے کہ نجکاری کمیشن نے خسارے والی حکومتی کمرشل کمپنیز کی پہلے نجکاری کی سفارش کی ہے اور منافع بخش حکومتی کمرشل کمپنیز اگر اسٹریٹجک اہم نہیں تو ان کو بھی فروخت کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ آئی ایم ایف کی ملکی معاملات میں کھلم کھلا دخل اندازی کس حد تک بڑھ چکی ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ آپ کوئی بھی اخبار اٹھا کر دیکھ لیں اس میں فرنٹ پیج پر آئی ایم ایف کا روزانہ کی بنیاد پر کوئی نہ کوئی حکم نامہ مشورے کی صورت میں موجود ہو گا۔ حتیٰ کہ آئی ایم ایف نے نئے جرنیلی منصوبے ایس آئی ایف سی[1] کے معاملات بھی آئی ایم ایف سے شیئر کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

**پاکستان میں پہلی مرتبہ ٹرانس جینڈر سیاسی جماعت کی مرکزی کابینہ میں شامل**

باچا خان مرکز میں عوامی نیشنل پارٹی کے زیر اہتمام انٹرا پارٹی انتخابات سے متعلق اجلاس منعقد ہوا جہاں پوری کابینہ کا قیام اتفاق رائے سے عمل میں لایا گیا۔ کابینہ میں خواجہ سرا ہونے کے دعویدار ڈاکٹر مہرب معزاعوان کو بھی شامل کیا گیا جو بطور سیکرٹری حقوق خواجہ سرا خدمات انجام دے گا۔ یہ خبیث مرد ہی تھا اور جنس تبدیل کروا کر ٹرانس جینڈر بنا۔ اس بے حیا اور خبیث شخص کی سوشل میڈیا پر لاتعداد ویڈیوز بھی موجود ہیں جس میں یہ فحش گفتگو کر رہا ہے۔ کچھ دن قبل اسے سرکاری ٹیلی ویژن چینل پی ٹی وی پر بھی بطور مہمان مدعو کیا گیا۔ اس سے قبل کراچی کے ایک اور ہم جنس پرست ٹرانس جینڈر ڈپٹی کمشنر کو بھی پذیرائی دی گئی اور جس طرح معاشرے میں لوگ کھل کر ایسے خبثاء کی حمایت اور دفاع کرنے لگے ہیں یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس فتنے کی سرکوبی شرعی سزاؤں میں ہی ہے۔

**کراچی میں رینجرز اور کسٹمز کی کارروائی، دکانداروں کا پتھراؤ**

کراچی کے علاقے بولٹن مارکیٹ، جامع کلاتھ اور لائٹ ہاؤس کے اطراف رینجرز اور کسٹمز نے مارکیٹوں کے داخلی و خارجی راستے سیل کر کے مشترکہ آپریشن کیا، اسمگل شدہ سامان ضبط کر لیا گیا، کسٹم حکام نے اسمگل شدہ سامان ٹرکوں میں لوڈ کر کے نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا۔ آپریشن کے دوران دکانوں کے تالے توڑ کر سامان چیک کیا گیا، کسٹمز اہلکاروں کے ہمراہ رینجرز اور پولیس بھی موجود رہی۔ چھاپے کے دوران بڑی تعداد میں دکاندار اکٹھے ہوئے اور لائٹ ہاؤس کے قریب قانون نافذ کرنے والے اداروں کو مزاحمت کا بھی سامنا کرنا پڑا، مشتعل دکانداروں کو منتشر کرنے کے لیے رینجرز کی جانب سے ہوائی فائرنگ کی گئی۔ پولیس کے مطابق مشتعل دکانداروں نے اہلکاروں پر پتھراؤ کیا اور کسٹمز کی دو گاڑیوں کو بھی نقصان پہنچایا۔

آپ کو یاد دلاتے چلیں کہ پاکستان میں افغان ٹرانزٹ ٹریڈ کا نام استعمال کر کے دو دہائیوں تک پاکستانی جرنیلوں نے اسمگلنگ کے ذریعے قومی خزانے کو کھربوں روپے کا نقصان پہنچایا۔ فی کنٹینر ستر اسی لاکھ روپے کی ڈیوٹی قومی خزانے میں جانے کے بجائے دس پندرہ لاکھ روپے جرنیلوں کی جیب میں جاتے رہے۔ یہ اسکینڈل بے نقاب کرنے والے عاشر عظیم کو سی آئی اے کا ایجنٹ بنا کر نوکری

[1] Special Investment Facilitation Council

سے سبکدوش کیا گیا۔ آج بھی اسمگلنگ ٹریڈ سے مستفید ہونے والوں میں سب سے پہلے فوج ہی ہے۔ ان چھاپوں کا مقصد فقط اپنا کمیشن بڑھانے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

## لاہور جوہر ٹاؤن میں خواتین کے ہاسٹل کے واش رومز میں کیمرہ لگائے جانے کا انکشاف

لاہور: رہائش پذیر طالبہ کے چچا کی شکایت پر تھانہ جوہر ٹاؤن میں ۷ ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔ بتایا گیا ہے کہ ہاسٹل میں پنجاب کے مختلف شہروں کی ۴۰ سے زائد طالبات رہائش پذیر تھیں۔ لڑکیوں کا ہاسٹل بی او آر سوسائٹی کے رہائشی میاں سلیم اور اس کی اہلیہ فوزیہ چلا رہی تھیں۔ مقدمے میں مالکان میاں سلیم، اس کی اہلیہ فوزیہ سلیم، وہاڑی کے رہائشی صغیر، شیخوپورہ کے رہائشی تیمور شہزاد، جھنگ کے محمد زبیر، پاک پتن کے عرفان اور رحیم یار خان کے علی حسن کو نامزد کیا گیا ہے۔ پولیس کے مطابق مقدمہ میں نامزد تمام ملزمان ۱۵ اکال ہوتے ہی موقع سے فرار ہو گئے۔ مقدمہ ضلع گجرات کے رہائشی ناصر محمود کی مدعیت میں درج کیا گیا ہے، پولیس نے ہاسٹل کو مقدمہ درج ہونے کے بعد خالی کروا لیا۔ پولیس کی تفتیشی ٹیموں کی جانب سے طالبات کے بیانات قلم بند کر لیے گئے۔ طالبات نے اپنے بیانات میں واش رومز میں کیمرہ لگنے کی تصدیق کر دی۔ گرلز ہاسٹلز میں آئے روز کی اموات اور خودکشی کی خبریں معمول بن چکی ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ایک واقعے کی تصویر وائرل ہوئی جس میں ایک شخص بیہوش حاملہ طالبہ کو ہسپتال چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ حاملہ طالبہ کی موت ہو جاتی ہے۔ آخر یہ کون سے والدین ہوتے ہیں جو ان حالات میں اپنی بیٹیوں کو انجان شہر میں بغیر محرم کے رہائش رکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ پنجاب میں تو یہ عرصہ دراز سے تھا لیکن میری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب پتہ چلا کہ اب پشاور جیسے شہر میں بھی گرلز ہاسٹل موجود ہیں۔ پشتون معاشرے میں آخر یہ کیسے ممکن ہو پایا۔

## ۶۴ فیصد بجٹ قرض کی ادائیگی پر خرچ، ۲ء۷ ٹریلین کا مالی خسارہ

وزارت خزانہ نے رواں مالی سال کے پہلے ۶ ماہ کے اعداد و شمار جاری کر دیے ہیں جن کے مطابق قرض کی ادائیگی پر بجٹ کا ۶۴ فیصد خرچ ہوا ہے جبکہ وفاقی حکومت کا مالی خسارہ ۲ء۷ ٹریلین روپے یا جی ڈی پی کے ۲ء۵ فیصد کے برابر ہو گیا۔ دستاویز کے مطابق قرض کی ادائیگی پر اخراجات بڑھنے کی وجہ بلند شرح سود ہے، صرف سود کی ادائیگی پر ۴۰۲ ٹریلین روپے خرچ ہوئے۔ مقامی اور بین الاقوامی ادھار کا ۸۰ فیصد سود کی ادائیگی پر خرچ ہوا ہے۔ پہلے ۶ ماہ میں جاری اخراجات کا ۶۵ء۳ فیصد سود دینے پر خرچ ہوا۔ مقامی قرض کی ادائیگی پر ۳ء۷۲ ٹریلین روپے جبکہ بیرونی قرض کی ادائیگی پر ۵۰۲ ارب روپے خرچ ہوئے، ترقیاتی پروگرام کے لیے مختص ۹۵۰ ارب روپوں میں سے صرف ۱۵۸ ارب روپے خرچ ہوئے، حکومت کو مالی سال کے پہلے ۶ ماہ میں ترقیاتی پروگرام پر ۵۰ فیصد خرچ کرنا ہوتا ہے۔ صوبوں کا کیش سرپلس ۲۸۹ ارب روپے رہا جو گزشتہ سال ۱۰۱ ارب روپے تھا۔

## افغانستان میں ۲۰ سال کے تجربے کی بنیاد پر پاکستان سے نفرت

سابق سینئر امریکی پالیسی سازوں کی سربراہی میں ایک اسٹڈی گروپ تشکیل دیا گیا تھا، جس نے ایک نئی مطالعاتی رپورٹ جاری کی ہے۔ یو ایس انسٹی ٹیوٹ آف پیس کے تحت سن ۲۰۲۲ء میں بلائے گئے ایک اسٹڈی گروپ نے کہا ہے، ”فیصلہ سازوں اور قومی سلامتی کے اداروں میں کام کرنے والے بہت سے لوگوں میں ۲۰ سالہ طویل انسداد دہشت گردی کی کوششوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اجتماعی صدمے جیسی کسی چیز کے آثار دکھاتے ہیں“۔ افغانستان جنگ کے دوران پاکستان سب سے زیادہ امریکی امداد وصول کرنے والا ملک تھا لیکن امریکی حکام طویل عرصے سے یہ سمجھتے رہے کہ اسلام آباد ڈبل گیم کھیل رہا ہے۔ بائیڈن انتظامیہ نے ابھی تک پاکستان کے ساتھ تعلقات کی بحالی اور تعاون میں بہت کم دلچسپی ظاہر کی ہے۔ دوسری جانب دنیا کے پانچویں سب سے زیادہ آبادی والے اس ملک کے اندر ہنگامہ خیز سیاست کی وجہ سے بھی بائیڈن انتظامیہ کا اس کی طرف جھکاؤ کم رہا ہے۔ ایشیا فاؤنڈیشن کی صدر لورل ملر جو اس سٹڈی گروپ کی شریک سربراہ بھی ہیں، کہتی ہیں؛ اس وقت امریکی حکومت کی اعلیٰ ترین سطحوں پر خدمات انجام دینے والے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو افغانستان میں ۲۰ سال کے تجربے کی بنیاد پر پاکستان سے سخت نفرت رکھتے ہیں۔

## روسی تیل کے لیے طالبان، قازقستان اور ترکمانستان کا لاجسٹک حب بنانے پر اتفاق

افغانستان کے وزیر تجارت نے کہا ہے کہ روس سے جنوبی ایشیا تک تیل سمیت جنگ زدہ ملک کو علاقائی برآمدات کے لیے ایک اہم لاجسٹک پوائنٹ بنانے کے لیے طالبان نے قازقستان اور ترکمانستان کے ساتھ مغربی افغانستان میں ایک لاجسٹک حب بنانے پر اتفاق کیا ہے۔ گزشتہ ہفتے افغان دارالحکومت میں تینوں ممالک کے نمائندوں کے درمیان ہونے والی ملاقات کے بعد طالبان کے قائم مقام وزیر تجارت نورالدین عزیزی نے کہا کہ طالبان کی نظریں اس لاکھوں ٹن تیل پر تھیں، انہیں توقع ہے کہ روس آنے والے برسوں میں جنوبی ایشیائی ممالک بالخصوص پاکستان کو نئے حب کے راستے تیل فروخت کرے گا۔ کبھی امارت اسلامی افغانستان پر طعنے کسے جاتے تھے کہ یہ لوگ حکومت چلائیں گے۔ آج جس انداز میں امارت اسلامی افغانستان تجارت اور خارجہ پالیسی کو آگے بڑھا رہی ہے یہ ان ناقدین کے منہ پر طمانچے سے کم نہیں ہوگا۔

## پاکستان کی طرح انڈیا کے زیر انتظام کشمیر میں بھی انڈین فوج اور پولیس کے درمیان تصادم

مقبوضہ کشمیر میں انڈین فوج کے تین لیفٹیننٹ کرنل، ۱۳ مسلح فوجیوں کی قیادت کرتے ہوئے کپواڑہ پولیس اسٹیشن میں زبردستی داخل ہوئے۔ وہاں تعینات پولیس اہلکاروں کے اعتراض کرنے پر فوج اور پولیس کے اہلکاروں کے درمیان تصادم ہوا، جس کے نتیجے میں ایک ایس ایچ او سمیت کئی پولیس اہلکار زخمی ہوگئے۔ پولیس نے تھانے پر دھاوا بولنے والوں کے خلاف اقدام قتل، ڈکیتی اور باوردی پولیس اہلکاروں پر حملہ کرنے سے متعلق کئی مقدمات درج کیے ہیں۔ ایف آئی آر کے مطابق منگل کے روز پولیس نے آرمی کے ایک اہلکار کے گھر پر چھاپہ مارا تھا اور بدھ کی شام لیفٹیننٹ کرنل انکِت سُود، لیفٹیننٹ کرنل راجیو چوہان اور ایک لیفٹیننٹ سمیت ۱۶ فوجی اہلکاروں کے خلاف اقدام قتل، ڈکیتی، اغوا اور دیگر معاملات سے متعلق کیس درج کر لیا۔

واضح رہے کہ ضلع کپواڑہ لائن آف کنٹرول کے قریب واقع ہے۔ اس قصبے کے قرب وجوار میں فوج کے کئی کیمپ موجود ہیں۔ پولیس کے مطابق جب فوجی تشدد پر اُتر آئے تو سینئر افسروں کو مطلع کیا گیا جو فوراً وہاں پہنچ گئے لیکن فرار ہوتے وقت فوجیوں نے ایس ایچ او کا فون چھین لیا اور تھانے کے منشی کو اغوا کر لیا، جسے بعد میں رِہا کر دیا گیا۔ مغربی نظریات کی بنیاد پر پروان چڑھائی گئی فورسز چاہے پاکستان کی ہوں یا انڈیا اور بنگلہ دیش کی، مادیت، طاقت، فخر، غرور، آسائشیں وہ بنیادی ترجیحات ہیں جن کی لالچ میں ان کے ادارے ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہونے سے نہیں کتراتے۔ پاکستان میں تو اب پولیس نے فوج کے خلاف سر اٹھانا شروع کیا ہے لیکن انڈیا بنگلہ دیش میں تو یہ معاملات کافی پرانے ہو چکے ہیں۔ کئی سال قبل مراعات کے تنازعے کے معاملے پر بنگلہ دیش کی بارڈر سکیورٹی فورسز کے ارکان نے بنگلہ دیشی جرنیلوں کو ان کے بچوں اور خاندان سمیت ذبح کر ڈالا تھا۔

## بنگلہ دیش: مسلمانوں نے توہین رسالت کے الزام پر ہندو طالب علم کو مارا پیٹا

بنگہ بندھو شیخ مجیب الرحمٰن سائنس اینڈ ٹیکنالوجی یونیورسٹی کے ہندو طالب علم اتساب نے سوشل میڈیا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ پوسٹ کی تھی جس کے بعد مسلم طلباء نے اسے گھیر کر مارا پیٹا اور اس سے اس متعلق زبانی اور تحریری اقرار جرم پرنسپل کے آفس میں کروایا گیا۔ پولیس نے بھی اس کے اقرار جرم کی تصدیق کی۔ بنگلہ دیش میں ہندوؤں کی آبادی کا تناسب تو تقریباً آٹھ فیصد ہے لیکن بھارت کے اثر ورسوخ اور بھارتی مصنوعات کے سبب بنگلہ دیش کا انحصار بھارت پر ہے۔ ہندوستان اور بنگلہ دیش کے مابین ۱۰۰،۴ کلومیٹر (۵۰۰،۲ میل) لمبی سرحد ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان دوطرفہ تجارت ۲۰۲۱-۲۲ میں ۱۵ بلین ڈالر (۱۳ء۷۱ بلین یورو) سے تجاوز کر گئی۔ حالیہ دنوں میں سیاسی جماعتوں کے مابین تنازعات کے سبب 'انڈیا آوٹ' کی مہم بھی چلائی گئی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ بنگلہ دیش میں بھارت، امریکہ اور روس سمیت بہت سے ممالک ان سیاسی جماعتوں کو سپورٹ کرتے ہیں جن کے ساتھ ان کے بہتر تعلقات ہیں۔

ماضی میں گستاخانہ مواد شیئر کرنے والے ملحد بلاگرز کو بھی بنگلہ دیش میں نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔ ۲۰۱۶ء میں گستاخانہ مواد کے خلاف ہونے والے احتجاج میں بنگلہ دیشی سکیورٹی فورسز کی مظاہرین کے ساتھ جھڑپیں ہوتی رہیں جن میں کئی افراد جاں بحق اور درجنوں زخمی ہوئے تھے۔

## بنگلہ دیش کے کیمپوں میں آگ لگنے سے ۱۲۰۰ روہنگیا بے گھر ہوگئے

۱۷۵ پناہ گاہیں، درجنوں دکانیں اور دیگر سہولیات جل گئیں۔ بار بار آتشزدگی کے واقعات سے اس خدشے کو تقویت مل رہی ہے کہ یہ آگ لگائی جاتی ہے۔ ڈھاکہ ٹریبیون کی رپورٹ کے مطابق حالیہ برسوں میں، کاکس بازار کے روہنگیا کیمپوں میں آگ لگنے کے ۳۰۰ سے زیادہ واقعات رپورٹ ہوئے ہیں، جن میں میانمار سے تعلق رکھنے والے تقریباً ۱ء۲ ملین افراد بے گھر ہوئے ہیں۔ واقعات کی تعداد نے اس بارے میں سوالات اٹھائے ہیں کہ آیا آگ حادثاتی تھی یا جان بوجھ کر تخریب کاری کی کارروائیاں۔ وزارت دفاع کی پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۲۱ء میں پناہ گاہوں میں ۲۲۲ مرتبہ آگ لگی اور ان میں سے ۹۹ واقعات حادثاتی تھے۔ ۱۵ فروری تک، کُل ۶۰ واقعات کو تخریب کاری سمجھا جاتا ہے، اور ان میں سے ۶۳ کی وجوہات ابھی تک معلوم نہیں ہیں۔ تازہ ترین آگ، جو اتوار کو اوکھیا کے بالوکھلی میں روہنگیا کے تین کیمپوں میں لگی، نے ۲۰۰۰ سے زیادہ مکانات کو تباہ کر دیا ہے۔

## سوڈان میں جاری خانہ جنگی کے متعلق اقوام متحدہ کی رپورٹ

سوڈان سے متعلق اقوام متحدہ کی انسانی ہمدردی کی رابطہ کار کا کہنا ہے کہ بارشوں کا موسم قریب آتے ہی باشندوں کو قحط کا شدید خطرہ لاحق ہے۔ فوج اور نیم فوجی دستوں کے درمیان تشدد کے سبب امداد پہنچانے کا کام مشکل ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ”قحط قریب ہے، بیماریوں نے بھی گھیر اڈال لیا ہے۔ لڑائی میں شدت آ رہی ہے اور اس کا کوئی خاتمہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ خوفناک قسم کے مظالم عام ہوتے جا رہے ہیں۔ جنسی تشدد، ٹارچر اور نسلی طور پر محرک تشدد کی رپورٹیں بھی سامنے آ رہی ہیں“۔ انہوں نے خبر دار کیا کہ آنے والے بارشوں کے موسم اور امداد

کی بندش کی وجہ سے ۴۰ لاکھ سے زائد افراد کو قحط کا شدید خطرہ لاحق ہے۔ یو این ایچ سی آر کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق سوڈان میں جاری لڑائی کے باعث ایک سال میں تقریباً چھ لاکھ شہری نقل مکانی کر کے چاڈ آ چکے ہیں۔ ایسے بیشتر خاندان اپنا سب کچھ کھو چکے ہیں اور انہیں اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے بھی انسانی امداد پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ اپریل ۲۰۲۳ء میں سوڈانی فوج اور نیم فوجی ریپڈ سپورٹ فورسز (آر ایس ایف) کے درمیان اقتدار پر قبضے کے لیے تنازعہ شروع ہوا اور دونوں آپس میں لڑ پڑے۔ اس کے بعد سے اب تک ہزاروں افراد ہلاک اور تقریباً ۹ ملین بے گھر ہو چکے ہیں۔ آر ایس ایف نے یمن میں ایران نواز حوثی باغیوں کے مقابلے کے لیے متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب کو مدد فراہم کرنے کے لیے ہزاروں اہلکار بھیجے تھے۔ اسی سبب متحدہ عرب امارات کے آر ایس ایف سے قریبی تعلقات ہیں۔ روس طویل عرصے سے پورٹ سوڈان میں بحری اڈہ بنانے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ بحیرہ احمر میں یہ بندرگاہ یورپ کے لیے جانے والی توانائی کی کھیپ کے راستوں پر انتہائی اہم مقام پر واقع ہے۔ روس یہاں ایسا بحری اڈہ قائم کرنا چاہتا ہے جس میں چار جہاز اور کم از کم ۳۰۰ اہل کار رکھنے کی گنجائش ہو۔ روسی حکومت کے ساتھ قریبی تعلقات رکھنے والی روس کی ایک پرائیوٹ ملٹری کمپنی 'ویگنر گروپ' نے گزشتہ چند برسوں کے دوران افریقہ میں اپنے قدم جمائے ہیں۔

## اسرائیلی فوج اور ہیروں کی اسمگلنگ

اسرائیل کے پاس ہیرے کے ذخائر نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود اسرائیل ہیروں کا پانچواں بڑا ایکسپورٹر ہے۔ ماہرین کے مطابق ہیروں کی تجارت سے حاصل ہونے والی آمدنی سے اسرائیل اپنی عسکری طاقت میں بھی اضافہ کر رہا ہے جو وہ فلسطین کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ سال ۲۰۲۲ میں اسرائیل کی ایکسپورٹ میں ہیروں کی ایکسپورٹ ۵ء۱۰ بلین ڈالر کے ساتھ پہلے نمبر پر تھی۔ یہ ہیرے پورے افریقہ کے جنگ زدہ علاقوں سے اسرائیل نکالنے میں کامیاب ہوتا ہے پھر ان کی پالیشنگ کٹنگ وغیرہ کا عمل اسرائیل میں ہونے کے بعد دوسرے ممالک کو ایکسپورٹ ہوتا ہے۔ یہ ہیرا جن گروپس کو استعمال کرتے ہوئے نکالا جاتا ہے وہ گروپس انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کے مرتکب ہوتے ہیں حتیٰ کہ اس انڈسٹری میں کام کرنے والے مزدوروں سے بھی غیر انسانی سلوک ہوتا ہے۔ ۲۰۱۰ء کے بعد سے اب تک ۱۰۰ بلین ڈالرز سے زائد رقم اسرائیلی معیشت میں ہیروں کی تجارت سے آئی ہے۔ اسرائیلی پولیٹیکل اکانومسٹ شر ہیور کے مطابق اسرائیل کی ہیروں کی ایکسپورٹ کا ایک حصہ یقینی طور پر اسرائیلی فوج اور خفیہ اداروں کو پہنچتا ہے۔ وہ کمپنیاں جو اسرائیلی ملٹری کو سپورٹ فراہم کر رہی ہیں ان میں Beny Steinmetz Group Resources (BSGR) سرفہرست ہے جو Tiffany & Co. کا سب سے بڑا سپلائر ہے۔ اس کی Steinmetz Foundation اسرائیلی یونٹ Givati Brigade کو مالی سپورٹ فراہم کرتی ہے۔ یہ وہ یونٹ ہے جس کے متعلق UNHCR کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ یہ یونٹ ۲۰۰۸ء اور ۲۰۰۹ء میں غزہ کے محاصرے کے دوران 'جنگی جرائم' کا مرتکب ہوا۔ اس کے بعد ڈائمنڈ ایکسچینج کمپنی پرائیویٹ لمیٹڈ کا نمبر ہے جس کے ممبرز نے سال ۲۰۱۴ء میں غزہ پر حملے کے دوران اسرائیلی ملٹری کو ۷۱ ہزار ڈالر کا فوجی سامان فراہم کیا۔ ایک اور ہیروں کی کمپنی جو اسرائیلی فوج کو سپورٹ فراہم کرتی ہے وہ Lev Leviev جو اسرائیل میں King of Diamonds تصور کی جاتی ہے۔ لیوو کے بھائی اور بیٹے پر ۲۰۱۰ء سے ۲۰۱۸ء کے دوران ۸۰ ملین ڈالرز مالیت کے ہیروں کی اسمگلنگ کا کیس چلا۔ اس کے علاوہ ان پر ۳۴ بلین ڈالر کا ایک کیس ۲۰۱۶ء کا بھی ہے۔

اسرائیل سمیت کئی ممالک جنوبی افریقہ، لائبیریا، کانگو اور آئیوری کوسٹ سے ہیرے اسمگل کر رہے ہیں۔ ان ممالک کے جنگ زدہ علاقوں سے ہیروں کے حصول کے لیے پرائیویٹ ملیشیا کو سپورٹ کیا جاتا ہے۔ کانگو میں اسرائیلی کمپنی نے ۲۰۰۱ء میں ۲۰ ملین ڈالر کی ایک ڈیل کانگو کے صدر سے کی جس نے انہیں معدنی وسائل تک رسائی کے خصوصی اختیارات دیے تاکہ وہ ہیرے کی تجارت پر اپنا کنٹرول برقرار رکھ سکے۔ اقوام متحدہ کی ہی ایک رپورٹ کے مطابق اس معاہدے کے سبب کانگو کو ۷۱ء۳ بلین ڈالر کا نقصان محصولات کی مد میں ہوا۔ جنرل باجوہ جن دنوں اقوام متحدہ کے امن مشن کا حصہ بن کر کانگو میں تعینات تھا، ان دنوں ایک اسکینڈل کی زد میں پاکستانی فوج کے افسران بھی آئے۔ ان پر الزام تھا کہ وہ وہاں مختلف گروپس کو ہیروں کے بدلے اسلحہ دینے میں ملوث تھے۔ اصولاً اس اسکینڈل میں ملوث پاکستانی فوجی افسران کے خلاف کورٹ مارشل ہونا چاہیے تھا مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ آئیوری کوسٹ کے متعلق بھی اقوام متحدہ کی جانب سے تل ابیب پر الزام عائد کیا گیا کہ وہ یہاں ہیروں کی غیر قانونی تجارت و اسمگلنگ میں ملوث ہے۔

☆☆☆☆☆

# یہ عزم تمہارا ہو!

وسیم حجازی

ترجیح نہ کسی کو دو اسلام کی خدمت پر
تب ناز کروگے تم سب اپنی قسمت پر
دنیا میں تمہارا ہی پرچم لہرائے گا
خود اپنی ہی لہروں میں باطل بہہ جائے گا
گر وقف کرو جی جاں آقا ﷺ کی شریعت پر
ہر ظلم مٹا ڈالو انصاف کے نیزوں سے
طاغوت کے ہر بت کو توحید کی تیغوں سے
برپا کرو تم لرزہ کفار کی سطوت پر
موضوعِ جدل نہ کرو اب فرعی مسائل کو
امت کو ملانے کے دیکھو تو فضائل کو
کچھ رحم! اے چارہ گرو بکھری ہوئی وحدت پر
اب جان چھڑا لو تم جمہوری تماشے سے
پھیلے گا تعفن ہی بہروپ کے لاشے
معبود نہ بن پائے یہ بت کسی قیمت پر
قاتل سے تقاضائے انصاف؟ یہ ناممکن
باطل کے کریں پورے اہداف؟ یہ ناممکن
قائم نہیں رہنا ہے اس کہنہ روایت پر
مومن ہو تو مت سوچو! ہم کم ہیں یا بے مایا
تھوڑوں نے ہی پلٹی ہے بہتوں کی بہت کایا
موقوف نہیں فتح اسباب یا کثرت پر

# مجاہدینِ فلسطین کا عزم مصمم

حالیہ غزہ کی جنگ میں فلسطینی مجاہدین سے ایسے تجربات اور دروس سیکھنے کو مل رہے ہیں جو اس فن کے ماہرین کے یہاں بھی نایاب ونادر ہیں۔ انہوں نے اپنے قول وعمل سے ثابت کیا کہ یہ حالیہ غیر متوازن جنگ کے ماہر ہیں اور ان کا کوئی ثانی نہیں۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ گوریلا جنگوں کی تاریخ میں ایسی سرزمین جو بالکل ہموار ہو، جہاں چھپنے کی کوئی جگہ نہ ہو، اسلحہ اور دیگر وسائل محفوظ کرنے کے لیے گودام نہ ہوں، نہ ہی کوئی جدید ٹیکنالوجی ہو، جس علاقے کا کل رقبہ 9X40 کلومیٹر ہو، جو گاڑی کی رفتار سے فقط ایک گھنٹے میں طے کیا جا سکتا ہو، جس کے باشندے بے سروسامان ہوں نہ ہی کوئی حفاظتی حصار ہو اور نہ کوئی جدید اسلحے اور ٹیکنالوجی سے مسلح ہوں، ایسی حالت میں ان کا مقابلہ دنیا کی بہترین فوج سے ہو رہا ہے جو جدید اسلحہ، ریڈار، جنگی جہازوں، ہیلی کاپٹروں ودیگر جنگی ساز وسامان سے لیس ہے، یہ مقابلہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ اور اس جنگ میں اول الذکر منتشر، بے سروسامان جماعت کیسے جنگ میں کامیاب ہے؟!! یہ ایک انتہائی دوررس، دوراندیش منصوبہ تھا جس کی تکمیل میں دو دہائیاں صرف ہوئیں، مجاہدین غزہ نے جدید سیٹلائٹ سسٹم اور جاسوسی کے ہمہ گیر جال کی موجودگی میں کیسے اور کب زیرِ زمین خندقیں کھودیں؟ کیسے ممکن ہو سکا کہ وہ اپنے اسلحے تیار کر سکیں؟ اپنی اسلحے کی فیکٹریوں کو اتنے زبردست جنگی حصار میں کیسے قائم رکھ سکے......؟ ایک طرف اسرائیلی حصار جبکہ دوسری جانب خائن مصری فوج کا محاصرہ......! مالی امداد کہاں سے آئی جبکہ تمام اطراف سے یا تو یہودی تھے یا نام نہاد یہود کے آلۂ کار مسلمان ممالک!!! ان کے لیے کیسے ممکن ہو سکا کہ ممکنہ جنگ کے لیے وافر مقدار میں میزائیل اور گولہ بارود کا بندوبست کریں اور یہ کہ کہاں ان تمام وسائل کو محفوظ کیا......؟

بے شک یہ اللہ کی غیبی مدد ونصرت ہے جسے چاہتا ہے اپنی مدد وحفاظت عطا فرماتا ہے۔ یہ اسلام کا عظیم رشتہ اور مضبوط کڑا ہے جس نے انہیں اپنے رب سے جوڑے رکھا ہے، یہ ایک انسانی عزم مصمم ہے جو دستیاب وسائل اور حالات کا درست تجزیہ کر کے اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے عمل کے میدان میں کود پڑتا ہے۔

ان مجاہدین نے زیرِ زمین خندقیں کھود کر میدان جنگ کو وسیع کر دیا۔ اپنی مرضی کا میدانِ جنگ سجا کر دشمن کو وہاں کھینچ لائے، دشمن جب میدان میں پہنچا تو یہ لوگ زمین کے نیچے سے نکل نکل کر دشمن پر ایسی ضربیں لگانے لگے جیسے کھجور کی کونپلیں نکلتی ہیں، یقیناً زمین ان کے لیے بہترین ٹھکانہ ثابت ہوئی، جہاں وہ رہتے، بستے اور وہیں سے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ یہی اللہ کی سنت ہے جب ظاہری اسباب ختم ہو جائیں تو کمزوروں اور ضعفاء کا رب انہیں مدد ونصرت کے طریقے الہام فرمایا ہے۔

**شیخ سیف العدل (محمد صلاح الدین زیدان)**